کتاب الطلاق

از کتاب مذہب حنفی

شرح مجمع البحرین

حسب الارشاد آنریبل سید محمود
بیرسٹرایٹ لا جعل ظلہ ممدوداً
الہ آباد باہتمام احقر العباد
خواجہ مصلح الدین احمد
غفر لہ الاحد فی یوم
التناد

در مطبع مصلح المطابع واقع دہلی طبع شد

جولائی سنہ ۱۸۹۹ع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

(۱) وهو في اللغة رفع القيد على الاطلاق وفي الشريعة رفع القيد الثابت بالنكاح وهو اسم بمعنى التطليق كالسلام بمعنى التسليم۔

(۱) کسی قسم کی پابندی ہو اُسکے دور کر دینے کا نام لغت میں طلاق ہے اور شریعت میں اُس قید کے دور کر دینے کا نام طلاق ہے۔ جو نکاح سے لازم ہوتی ہے۔ اور طلاق اسم ہے بمعنے تطلیق کے جیسے سلام بمعنی تسلیم کے۔

(۲) وفي المحيط المستعمل في المرأة لفظ التطليق وفي غيرها لفظ الاطلاق حتى لو قال لامرأته اطلقتك لا تطلق مالم ينو ولو قال طلقتك تطلق نوى او لم ينو لان التطليق تفعيل وهو مستعمل في التكثير وفي اطلاق الدابة رفع القيد

(۲) محیط میں مذکور ہے۔ عورت کے چھوڑنے میں تطلیق کا اور اُسکے سوا لفظ اطلاق کا بولا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر عورت سے کہے میں نے تجھکو مطلق کر دیا تو جبتک اس سے نیت طلاق کی نہ کرے طلاق واقع نہ ہو گی اور اگر کہا طلقتک تو بہر صورت طلاق واقع ہو گی خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ تطلیق باب تفعیل سے ہے اور وہ کثرت صدور فعل کے لیے آتا ہے اور گدھے گھوڑے کو چھوڑنے میں صرف قید کا دور کر دینا ہوتا ہے اور عورت کو چھوڑنے میں رفع قید اور

کتاب الطلاق

از

کتاب مذهب حنفی

شرح مجمع البحرین

مؤلف و مترجم انریبل سید محمود
بیرسٹرایٹ لا جعل ظله ممدودا
الی لاباد باهتمام احقر العباد خواجه
مصلح الدین احمد غفرله

الاحد فی یوم التناد

سنه ۱۸۹۷ع

مطبع مصلح المطابع واقع دهلی مین طبع هوئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب الطلاق

(۱) وھو فی اللغۃ رفع القید علی الاطلاق وفی الشریعۃ رفع القید الثابت بالنکاح وھو اسم بمعنی التطلیق کالسلام بمعنی التسلیم۔

(۱) کسی قسم کی پابندی ہو اوسکے دور کردینے کا نام لغت مین طلاق ہے اور شریعت مین اوس قید کے دور کرنے کا نام طلاق ہے جو نکاح سے لازم ہوتی ہے اور طلاق اسم ہے بمعنے تطلیق کے جیسے سلام بمعنی تسلیم کے۔

(۲) وفی المحیط المستعمل فی المرأۃ لفظ التطلیق وفی غیرھا لفظ الاطلاق حتی لو قال لامرأتہ اطلقتک لا تطلق مالم ینوہ ولو قال طلقتک تطلق نوی اولم ینو لان التطلیق تفعیل وھو مستعمل فی التکثیر وفی اطلاق الدابۃ رفع القید

(۲) محیط مین مذکور ہے عورت کے چھوڑنے مین تطلیق کا اور اوسکے سوا لفظ اطلاق کا بولا جاتا ہے حتے کہ اگر عورت سے کہے مین نے تجھکو مطلق کر دیا تو جبتک اس سے نیت طلاق کی نہ کرے طلاق واقع نہوگی اور اگر کہا طلقتک تو بہرصورت طلاق واقع ہوگی خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ تطلیق باب تفعیل سے ہے اور وہ کثرت صدور فعل کے لیے آتا ہے اور گدہے گھوڑے کو چھوڑنے مین صرف قید کا دور کردینا ہوتا ہے اور عورت کو چھوڑنے مین رفع قید

نقط. وفی اطلاق المرأة الرفع وازالة الملك والحل۔

اور ازالہ ملک اور ازالہ حلیت اتنی باتین پائی جاتی ہین۔

(۳) اعلم ان الطلاق نوعان سنّی وبدعی وکل واحد منهما نوعان نوع یرجع الی العدد ونوع یرجع الی الوقت اما الطلاق السنی فی العدد والوقت نوعان حسن واحسن۔

(۳) جاننا چاہیے کہ طلاق کی دو قسمین ہین سنی اور بدعی اور ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک قسم کا مدار عدد پر ہے اور ایک قسم کا وقت پر اب طلاق سنی کے باعتبار عدد اور وقت کے دو قسمین ہین حسن اور احسن۔

\+ + + +

(۴) اذا اوقع طلقة فی طهر لم یجامعها فیه او کانت حاملا قد استبان حملها وترکها حتی تنقضی عدتها فقد اتی باحسن الطلاق لما روی ان الصحابة کانوا یستحبونه لکونه ابعد من الندم واقل ضررا بالمرأة حیث لم یضق محلیتها وهو نعمة فی حقهن۔

(۴) اگر اوس طہر کے اندر جسمین عورت سے اوس نے صحبت نہین کی ہو ایک طلاق دے یا وہ حاملہ ہے اور حمل ظاہر ہوگیا ہو اوس حالت مین طلاق دی اور اوس سے علیحدہ ہوگیا حتے کہ اوسکے عدت گذر گئی تو یہ طلاق طلاق احسن اوس سے وقوع مین آئے کیونکہ مروی ہے کہ صحابہ اس طلاق کو پسند کیا کرتے تھے اسلیے کہ یہ بعید از ندامت ہے اور عورت کو بھی اسمین نقصان کم ہے اسلیے کہ عدت کے طویل ہونے سے اوسکو مدت پورا کرنے مین دقت ہوگی اور عورتون کے حق مین یہ ایک بڑی نعمت ہے

(۵) قیل یوقعه فی آخر الطهر لئلا تتضرر بطول العدة وقیل یطلقها عقیب الطهر کیلا تبتلی بالایقاع عقیب الوقاع وهذا اظهر۔

(۵) بعض تو کہتے ہین طہر کے اخیر مین یہ طلاق دینی چاہیے تاکہ طول عدت سے اوسکو تکلیف نہو اور بعض کہتے ہین حیض سے پاک ہوتی ہے طلاق دینی چاہیے تاکہ جماع کے بعد طلاق دینے سے بدعت مین مبتلا نہو جائے اور یہ قول زیادہ تر ظاہر ہے۔

(۶) وان اوقع ثنتین او ثلثا دفعة او فی طهر واحد ای اوقعها دفعات فی طهر واحد

(۶) اگر ایک ہی دفعہ مین دو طلاقین یا تین طلاق دین یا کئی مرتبہ مین مگر ایک ہی طہر مین بدون اسبات کے کہ بیچ مین

من غير ان يتخلل الرجعة بينهن وقع الطلاق فيه۔

رجوع کیا ہو دو یا تین طلاق دین تو وہ واقع ہو جائین گی۔

(۷) وفيه احتراز عن قول الشيعة فان الطلاق البدعي غير واقع عندهم۔

(۷) اسمین شیعہ کے قول سے احتراز ہے کہ اون کے نزدیک طلاق بدعی واقع نہین ہوتی۔

* * * *

(۸) ونجعله اى الايقاع المذكور بدعة ففاعله يكون عاصيا وهذا بدعي من حيث العدد وقال الشافعي ليس ببدعة۔

(۸) یہ طلاق مذکور ہمارے نزدیک عدد کے اعتبار سے طلاق بدعی ہے اور اوسکا مرتکب عاصی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین اس قسم کی طلاق دینا بدعت نہین ہے۔

* * * * *

(۹) وانما قيدنا بقولنا من غير ان يتخلل لان الرجعة لو تخللت لا يكون بدعة عند ابي حنيفة۔

(۹) یہ قید کہ بیچ مین رجوع نہ کیا ہو اسلیے لگائی ہے کہ اگر رجوع کر لیا تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک بدعت نہوگی۔

(۱۰) لان الحكم المشروع وهو العدة ترتب عليه ولو كان محظورا لما ترتب عليه المشروع ولنا قوله عم لعمر مر ابنك فليراجعها وقد كان طلقها حال الحيض ثم يدعها حتى تحيض وتطهر ثم يطلقها ثم تحيض وتطهر ثم يطلقها ان احب امره عم بتفريق الايقاع ومن اوقع ثنتين او ثلاثا يكون مفوتا للمامور به فيكون بدعة والمشروع

(۱۰) امام شافعی رح کی دلیل اوسکے بدعت نہونے پر یہ ہے کہ اس قسم کی طلاق پر حکم شرعی یعنے عدت، مترتب ہوتا ہے اور اگر یہ ایک امر ممنوع ہوتا تو حکم مشروع اوسکے اوپر نہ مترتب ہوتا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے نے اپنی بیوی کو حالت حیض مین طلاق دیدی تھی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹے سے کہدو کہ اوس سے رجوع کرے پھر اوسکو چھوڑ دے جبتک کہ اوسکو حیض آوے اور پاک ہو جاوے پھر اوسکو طلاق دے پھر اوسکو حیض آوے اور پاک ہو دے پھر اوسکو طلاق دے اگر چاہے اس حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تفریق طلاق کا حکم دیا اور جس شخص نے دو یا تین طلاقین ایکہی مرتبہین دیدین تو

لا ینافی الخطر کالطلاق حال الحیض [illegible]

ماموربہ کو اوس نے فوت کردیا پس اسلیے یہ بدعت ہوگی اور حکم مشروع کو امر محظور کے ساتھ منافات نہین ہے کہا سپر مترتب نہوئیگے

(۱۱) فان فرقها ای الطلقات فی المدخول بها فی ثلثة اطهار اتی بالسنة۔

(۱۱) اگر مدخولہ کو تین طلاقین بتفریق تین طہرون کے اندر دین تب بھی سنت پر عمل ہوگیا۔

(۱۲) ولم یحصروها ای السنة فی الواحدة وقال مالک تفریق الطلقات بدعة وانما السنة ان یطلقها واحدة لان الاصل فی الطلاق الحظر وانما ابیح للخلاص وهو حاصل بالواحدة ولنا ما روی انه عم قال لابن عمر ان من السنة ان تستقبل الطهر استقبالا وتطلق لکل قرء واحدة۔

(۱۲) سب ائمہ کے نزدیک طلاق سنت ایک طلاق دینے پر منحصر نہین ہے مگر امام مالک رح فرماتے ہین متفرق طلاقون کا بھی دینا بدعت ہے اور سنت صرف اسیقدر ہے کہ ایک طلاق دے کیونکہ اصل طلاق کی اندر ممانعت ہے مگر صرف خلاصی حاصل کرنے کے لیے مباح کردی گئی ہے اور خلاصی ایک طلاق دینے سے حاصل ہوجاتی ہے اور ہماری دلیل وہ روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عمرؓ سے فرمایا ہے یہ بات سنت ہے کہ طہر کا تو استقبال کرے استقبال کرنا اور ہر طہر مین ایک طلاق دے۔

(۱۳) واذا قال للمدخول بها انت طالق ثلاثا للسنة قسمت علی الاطهار لان اللام فی قوله للسنة للوقت ووقت الطلاق السنی طهر خال عن الجماع فیقسم ثلث تطلیقات علی ثلثة اطهار وکذا لو قال فی السنة او مع السنة او علی السنة لا یقسم

(۱۳) اگر اپنی مدخولہ بیوی سے کہا انت طالق ثلثا للسنة یعنے سنت کے لیے تجھپر تین طلاق تو وہ تین طلاقین تین طہر پر تقسیم ہوجائینگی کیونکہ بیان سنت کا وقت مراد ہے اور طلاق سنی کا وقت طہر ہے جو جماع سے خالی ہو اسلیے تین طلاقین تین طہر پر تقسیم ہوجائین گی اسیطرح اگر کہا سنت مین یا سنت کے ساتھ اور اگر سنت کے اوپر کہا تو تقسیم نہوگی

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(۱۴) قید بالمدخول بها لانه لو قال لغیر المدخول بها انت

(۱۴) مدخولہ کی اسلیے قید لگائی ہے کہ اگر غیر مدخولہ سے کہا انت طالق ثلثا للسنة تو تین طلاق طہرون پر تقسیم

طالق ثلثا للسنة لایقسم الثلث علی الاطهار اذ لا عدة لها وانما یقسم علی التزوجات فان تزوجها ثانیا یقع طلقة ثانیة وان تزوجها ثالثا یقع طلقة ثالثة والسنی فی غیر المدخول بها انما یتصور علی ھذا الوجه۔

ہونگی کیونکہ اوسکے لیے عدت ہی نہین ہی بلکہ نکاحون پر تقسیم ہونگی پس اگر دوسری دفعہ اوس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اگر تیسری دفعہ کیا تو تیسری طلاق واقع ہوگی اور غیر مدخولہ مین تین طلاقین سنت کے موافق اسطرح واقع ہوسکتی ہین۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۵) واعتبر نانیة الجمع یعنی لو نوی وقوع الثلث فی الحال فی قوله انت طالق ثلثا للسنة صحت نیته۔

(۱۵) ہمارے نزدیک اگر انت طالق ثلثا للسنة مین اوسیوقت تین طلاقون کے واقع کرنے کی نیت کرے تو نیت صحیح ہے اور اوسیوقت واقع ہوجائینگی۔

(۱۶) وقال زفر لایصح بل یفرق علی اوقات السنة۔

(۱۶) امام زفر رح فرماتے ہین نیت صحیح نہوگی بلکہ سنت کے موافق اوقات پر اوسکی تقسیم ہوگی۔

(۱۷) ھذا فیما اذا صرح لفظ ثلثا حتی لو لم ینص علیه لایصح نیة الجمع اتفاقا لانه اذا نوی الجمع فی الحال بطل تعمیم الوقت المستفاد من اللام فی السنة وبقی قوله طالق فلا یصح فیه نیة الثلث لانه نعت فرد لایحتمل وقوع جملة العدد فیه۔

(۱۷) یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ تین کا لفظ صراحةً بیان کردے حتے کہ اگر اوسکی تصریح نہین کی ہو تو بالاتفاق نیت جمع صحیح نہوگی اسلیے کہ جب فی الحال جمع کی نیت کی تو تعمیم وقت جو سنت پر لام داخل کرنے سے سمجھہ مین آتی تھی باطل ہوگئی اور صرف طالق کا لفظ رہگیا اوسمین تین کی نیت صحیح نہین ہوسکتی کیونکہ طالق فقط ایک صفت ہو جملہ عدد طلاق کے واقع ہونے کا اوسمین احتمال نہین ہے۔

(۱۸) فان قیل قالوا لو قال انت طالق ثلثا فی اوقات السنة ونوی الوقوع جملة لایصح فکیف صح فی قوله للسنة واللام فیه

(۱۸) اگر کہو فقہاء کا قول ہو کہ اگر کوئی شخص عورت سے کہے تیرے اوپر تین طلاقین ہین اوقات سنت کے اندر اور سب کی اوسیوقت واقع کرنے کا ارادہ کیا ہو تو وہ ارادہ صحیح نہین ہو پس (للسنة) کے کہنے سے کیونکر

للوقت قلت اللام ليست بصريحة للوقت بل هي محتملة له وللعلة وانما حملناها على الوقت بقرينة ذكر السنة والسنة المطلقة هي كاملة فاذا نوى الوقوع جملة صار ناويا معنى العلة فصحت واما اوقات السنة اذا صرحت لا يحتمل بل يتفرق على الاطهار۔

یہ نیت صحیح ہو جاتی ہے حالانکہ اسمین بھی لام توقیت کے لیے ہے تو اُسکا یہ جواب ہے کہ لام صراحۃً وقت کے لیے نہین ہے بلکہ اوسمین توقیت کا احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ تعلیل کے لیے ہو مگر بقرینہ ذکر سنت کے وقت پر اوسکو محمول کر لیا ہے اور مطلق سنت سے سنت کاملہ مراد ہے اور جس صورت مین دفعۃً واقع کرنے کا ارادہ کیا تو اوس نے اپنی نیت مین سنت کو علت گردانا پس وہ بھی صحیح ہے اور جس صورت مین صراحۃً اوقات سنت کہدیا تو اب دوسرا احتمال نہ رہا پس لامحالہ طہرون پر طلاق کی تفریق ہوگی۔

(١٩) له ان نية الجمع بدعة فلا يصح نيته من لفظ السنة ولنا ان وقوع الثلث جملة سني على معنى انه عرف بالسنة لقوله ع م من طلق امراته الفا بانت بثلث وان لم يكن ايقاعه سنيا فلا يتناوله مطلق كلامه بلا نية لانه منصرف الى الكامل وهو السني وقوعا وايقاعا فاذا نوى الثلث يعتبر لانه من محتملات لفظ السنة كما اذا قال كل مملوك لي حر لا يتناول المكاتب لقصور في كونه مملوكا فاذا نواه من المملوك يجوز۔

(١٩) امام زفر رح کی یہ دلیل ہے کہ جمع کی نیت کرنا بدعت ہے پس سنت کے لفظ سے اوسکا مراد لینا ناممکن ہے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ تین طلاقون کا دفعۃً واقع ہونا باین معنی سنی ہے کہ سنت سے اوسکا واقع ہونا ثابت ہوا ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو ہزار طلاق دے تو تین طلاق عورت پر پڑینگی اور جدا ہو جائے گی۔ اگرچہ اس قسم سے واقع کرنا سنت کے موافق نہین ہے اور بلا نیت کیے ہوے مطلق اوسکا کلام دفعۃً تین طلاق واقع کرنے کو شامل نہوگا اسلیے کہ مطلق سنت سے سنت کامل مراد ہوگی اور وہ طلاق سنی ہے وقوع مین بھی سنت کے موافق اور واقع کرنے مین بھی۔ پس جب تین کی جمع کرنے کی نیت کی تو نیت معتبر ہو جائی گی اسلیے کہ سنت کا لفظ اسکو محتمل ہے جیسے اگر کہے میرا ہر مملوک آزاد ہے تو مکاتب کو بسبب نقصان ملکیت کے شامل نہین ہے مگر جس صورت مین مملوک سے مکاتب کی نیت کرے

(٢٠) ونعم السنة في العدد المدخول بها وغيرها يعني الطلاق السني

(٢٠) عدد کے اعتبار سے طلاق سنی مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون کو عام ہے یعنے عدد کے اعتبار سے دونون کو طلاق

من حيث العدد ويستوي فيه المدخول بها وغيرها۔

سنی ہوسکتی ہے۔

* * * *

(٢١) وفي العناية شرح الهداية السنة من حيث العدد ان يطلقها ويتركها حتى تنقضي عدتها سمى الواحد عددا مجازا لانه اصل۔

(٢١) عنایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہی عدد کے اعتبار سے طلاق سنی یہ ہی کہ اوسکو ایک طلاق دے اور پھیر اوس کو اپنی حالت پر چھوڑ دے اوس وقت تک کہ اوسکی عدت گذر جائے ایک کو اسلیے مجازا عدد کہدیا ہی کہ وہ عدد کی اصل ہے۔

(٢٢) وتختص في الوقت اي الطلاق السني باعتبار الوقت يختص المدخول بها بان يطلقها في طهر خال عن الوقاع لان الاصل في الطلاق الحظر وانما ابيح للحاجة وهي مخفية لابد لها من امارة فاقيم الطهر الخالي عن الجماع مقام الحاجة لانه زمان يرغب فيه الفحل اليها وكلما تجدد الطهر تجدد الحاجة فيكون سنيا من حيث الوقت

(٢٢) وقت کے اعتبار سے طلاق سنی مدخولہ کو ہے ہوسکتی ہی باین طور کہ طہر مین اوسکو طلاق دے اور اُس طہر مین صحبت نہ کی ہو اسلیے کہ اصل طلاق کے اندر ممانعت ہی مگر ضرورت کے لیے مباح کردی گئی ہے اور وہ ضرورت ایک مخفی چیز ہی ظاہر مین کوئی اوس کی نشانی ہونی چاہیے اسلیے طہر کو جو جماع سے خالی ہو حاجت کے قائم مقام کردیا گیا کیونکہ اوس وقت مین مرد کو عورت کی طرف رغبت ہوتی ہے اور جتنا طہر کا تجدد ہوگا اوتنا ہی ضرورت کا تجدد ہوگا پس یہ وقت کے اعتبار سے سنی ہوگی۔

* * * *

(٢٣) وفي الفوائد التاجية هذا اذا لم يجامعها في الحيضة التي سبقت هذا الطهر ولم يطلقها فيها ايضا فان كلا منهما يخرج الطهر الذي عقيبه ان يكون محلا للطلاق السني۔

(٢٣) فوائد تاجیہ مین مذکور ہے یہ جب ہی کہ خاوند نے اوس حیض مین جو اس طہر سے پہلے ہی اوس سے صحبت نہ کی ہو اور اوس حیض مین طلاق بھی نہ دی ہو اسلیے کہ یہ دونون باتین اس طہر کی طلاق سنی کا محل ہونے کی مانع ہونگی۔

* * * *

(٢٤) واجزنا طلاق غير المدخول بها في الحيض من غير كراهة

(٢٤) ہمارے نزدیک غیر مدخولہ کو حالت حیض مین طلاق دینا بلا کراہت جائز ہے۔

(٢٥) وقال زفر يكره قياسا على المدخول بها لانه ايقاع في حالة النفرة عنها ولنا ان المرأ شديد الميل الى امرأة لم ينل بها فتكون مرغوبة في جميع الازمنة فيكون طلاقها واقعا لحاجة فلا يكره بخلاف المدخول بها لان الرغبة اليها يتجدد بالطهر مع انها تتضرر اذا طلقت في حيضها وغير المدخول بها ليست كذلك اذ لا عدة عليها۔

(٢٥) امام زفر رح اوسکو مدخولہ پر قیاس کرکے مکروہ فرماتے ہین اسلیے کہ ایسی حالت مین طلاق کا اوسپر واقع کرنا ہی جس حالت مین اوس سے مرد کو نفرت ہوتی ہی اور ہماری یہ دلیل ہی کہ مرد کو اوس عورت کے ساتھ جس سے ہنوز اوسنے صحبت نہین کی ہی ہر وقت مین بہت رغبت ہوتی ہی حیض کی حالت ہویا طہر کی اور اوسکی طلاق ضرورت سے واقع ہوگی پس مکروہ نہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اوس سے طہر کے متجدد ہونے سے رغبت کا بھی تجدد ہوتا ہے علاوہ برین اگر مدخولہ کو حالت حیض مین طلاق دیجائے تو اوسکو نقصان ہی بخلاف غیر مدخولہ کے اسلیے کہ اوسپر عدت ہی واجب نہین ہے۔

(٢٦) وان كانت لا تحيض لصغر او كبر طلقها للسنة واحدة۔

(٢٦) اگر صغر سنی یا بڑھاپے کے باعث سے اوس کو حیض نہین آتا ہی تو اوسکی طلاق سنی یہ ہی کہ اول ایک

(٢٧) واجزناها اي طلاق السنة فيمن لا تحيض عقيب الوقاع كالحامل اي كما جازت في الحامل بعد وطئها اتفاقا

(٢٧) جس عورت کو حیض نہین آتا ہمارے نزدیک اوسکو طلاق سنت صحبت کے بعد دینا جائز ہے جس طرح حامل عورت کو بعد از جماع بالاتفاق طلاق سنت جائز ہے۔

(٢٨) وقال زفر لا يجوز بل يطلقها بعد مضي شهر من وطئها لان الشهر في حقها قائم مقام الحيضة فوجب الفصل به بين الوطء والطلاق كما وجب بالحيض۔

(٢٨) امام زفر رح فرماتے ہین جائز نہین ہے بلکہ اوس سے صحبت کرنے سے ایک مہینہ گذرنے کے بعد اوسکو طلاق دینی چاہیے اسلیے کہ اوسکے حق مین مہینہ حیض کا قائمقام ہے اسلیے صحبت اور طلاق مین ایک مہینہ کا فاصلہ ضرور ہونا چاہیے جسطرح حیض کا فصل ضروری ہوتا ہے۔

(٢٩) ولنا ان الطلاق بعد الوطء فيمن تحيض انما يكره لتوهم الحبل

(٢٩) ہماری دلیل یہ ہی کہ صحبت کے بعد اوس عورت کو جس کو حیض آتا ہی طلاق دینا اسلیے مکروہ ہی کہ وہان حمل کا

واشتباه وجه العدة لانه لا يدرى انها حبلت بذلك الوطی فتعتد بوضع الحمل اولم تحبل فتعتد بالاقراء وفيمن لا تحيض لا يتوهم الحبل فلا يكره۔

احتمال ہوتا ہے اور عدت کے مقرر کرنے مین شبہ پڑجاتا ہے کیونکہ معلوم نہین اوسکو اس صحبت سے حمل رہا ہے یا نہین اگر حمل رہا ہے تو وضع حمل عدت ہو اور اگر حمل نہین رہا ہے تو حیضون سے عدت پوری کرے اور جس کو حیض نہین ہوتا اُسمین حمل کا احتمال نہین ہے پس صحبت کے بعد طلاق مکروہ نہین ہوئی

(۳۰) وفی الحقائق اذا كان يرجى منهما الحيض والحبل فالافضل ان يفصل بينهما بشهر اتفاقا ثم بعد كل شهر اخرى يعنى بعد ما طلق من لا تحيض واحدة اذا مضى شهر طلقها اخرى وبعد شهر اخر طلقها طلقة اخرى لقيام الشهر مقام الحيض فی حقها خاصة۔

(۳۰) حقائق مین مذکور ہے اگر وہ بچی اور بوڑھی اس قابل نظر آتی ہون کہ اُنکو حیض آتا ہے تو بالاتفاق طلاق اور صحبت مین ایک ماہ کا فصل مناسب ہے

✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣

(۳۱) وجعل طلاقها ای محمد طلاق الحامل للسنة واحدة وقالا طلقها للسنة ثلاثا تتخلل كل طلقتين شهر

(۳۱) امام محمد رح کے نزدیک عورت حاملہ کو سنت کے موافق طلاق یہ ہے کہ ایک طلاق دیجائے امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اُسکو تین طلاقین دیجائین اور ہر دو طلاقون کے بیچ مین ایک ایک مہینہ کا فصل ہوتا جائے

(۳۲) لان مدة حملها طهر واحد فلا يصلح للتفريق كالطهر الممتد ولهما ان الحامل لا تحيض مدة حمله فصارت كالآيسة بخلاف الممتدة طهرها لان الحيض مرجو فيها فی كل ساعة فلم يقم الشهر فی حقها مقام الحيض

(۳۲) امام محمد رح صاحب کی یہ دلیل ہے کہ حاملہ کی مدت حمل ایک طہر ہے اور اوس مین تفریق طلاق کی قابلیت نہین ہے جیسے غیر حاملہ کا طہر اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب کی دلیل یہ ہے کہ حالت حمل مین حاملہ کو حیض نہین آتا پس اوسکا حال آیسہ کا سا ہے بخلاف غیر حاملہ کے طہر کے اسلیے کہ ہر وقت اوسمین حیض کا احتمال ہے اور اوسکے حق مین ایک مہینہ ایک حیض کے قائم مقام نہین ہو سکتا۔

(٣٣) ولو قال كلما ولدت ولدا فانت طالق للسنة فاتت بثلث اولاد في بطن واحد حكم بواحدة اي حكم محمد بطلقة واحدة عقيب الاول اي ولادة الولد الاول وبانقضاء عدتها بالثالث يعني لا يقع بالولد الثاني طلاق عنده وتنقضي عدتها بوضع الثالث

(٣٣) اگر بیوی سے کہا جب ہی تیرے بچا پیدا ہو جب ہی تجھپر طلاق ہو طلاق سنت اور ایک دفعہ مین اوسکے تین بچے پیدا ہوے تو امام محمد رح کے نزدیک پہلے بچے کے پیدا ہوتے ہی اوسپر طلاق پڑجائیگی اور تیسرے بچے کے پیدا ہوتے ہی عدت پوری ہوجائیگی اور دوسرے بچے کے پیدا ہونے سے طلاق نہوگی۔

(٣٤) وبالثانية اي حكم محمد بوقوع الطلقة الثانية ان تزوجها لا غير اي لا يقع بعدها طلقة اخرى۔

(٣٤) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہین اگر اُس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہوجائیگی اور پھر اوسکے بعد طلاق نہ واقع ہوگی۔

(٣٥) وقالا يقع واحدة بعد نفاسها اي اذا طهرت من نفاسها بعد ولادة الثالث وقعت واحدة واخريان في طهرين يعني اذا حاضت وطهرت وقع الثانية واذا حاضت اخرى وطهرت وقع الثالثة۔

(٣٥) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب فرماتے ہین کہ جب وہ تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے بعد کو نفاس سے پاک ہوجائیگی اوسوقت ایک طلاق واقع ہوگی اور پھر دو طہرونین دو طلاقین متفرق واقع ہوجائینگی یعنے اسکے بعد جب اسکو حیض آئے اور پھر پاک ہوجائے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور پھر اوسکے بعد حیض آئے اور پاک ہوجائے تو تیسری طلاق واقع ہوگی۔

(٣٦) وهذا الخلاف مبني على اصلين احدهما ان الحامل لا تطلق للسنة الا واحدة عند محمد وعندهما تطلق ثلثا يفصل بين كل طلقتين بشهر

(٣٦) یہ اختلاف دو قاعدون پر مبنی ہے ایک تو یہ کہ امام محمد رح کے نزدیک حاملہ کے لیے طلاق سنت ایک طلاق ہے اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اوسکو سنت کے موافق تین طلاق دے سکتے ہین باین طور کہ ہر دو طلاقون مین ایک ایک مہینہ کا فصل

و ثانیهما ان النفاس من الولد
الاخیر عنده و من الاول
عندهما فنقول لما ولدت
الاول لم تصر نفساء عنده فكانت
محلا للطلاق السنی فیقع و لما
ولدت الثانی لم یقع شئ لان
الحامل لا تطلق للسنة الا واحدة
و لما ولدت الثالث انقضت
العدة التی وجبت بالطلاق
عند ولادة الاول فان نكحها
بعد ذلك طلقت اخرى لانه
عند ولادة الثانی كان اضاف
الطلقة الثانیة الی وجود وقت
السنة و ان تزوجها ثالثا
لا یقع شئ لانه و ان قدر انه
عند ولادة الثالث اضاف
الطلقة الثالثة الی وجود وقت
السنة لكنه صادف حال انقضاء
العدة فلا یعتبر و اما عندهما
فلما كان النفاس من الولد
الاول لم تكن محلا للطلاق
لكونها نفساء فیتاخر الطلاق
الاول الی ان تطهر من نفاسها
بعد الثالث ثم طلاق الثانی
یتاخر الی الطهر الثانی لان الطهر

پایا جائے دوسرا یہ قاعدہ ہی کہ امام محمد رح کے نزدیک
نفاس اخیر بچے سے شمار کیا جاتا ہی اور اون دونوں کے
نزدیک اول بچے سے شمار ہوتا ہی پس ہم کہتے ہین جب
اوسکے اول بچا پیدا ہوا تو امام محمد صاحب رح کے نزدیک
وہ نفاس کی حالت مین نہین ہی اور طلاق سنی کا محل
ہی اسلیے وہ طلاق واقع ہو جائیگی اور جب دوسرا
پیدا ہوا تو کچھ واقع نہوگا اسلیے کہ حاملہ کی طلاق سنت
صرف ایک طلاق ہی اور جب تیسرا پیدا ہوا تو وہ عدت
جو اول بچے کے پیدا ہونے سے طلاق واقع ہونے کی
وجہ سے واجب ہوئی تھی گذر گئی پھر اوسکے بعد اگر اوس سے
نکاح کر لیا تو دوسری طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ دوسرے
بچے کے پیدا ہونے سے گویا اوس نے دوسری طلاق کو سنت
کے وقت کے پائے جانے کی طرف نسبت کر دیا ہی اور اگر
تیسری مرتبہ اوس سے نکاح کیا تو کچھ واقع نہوگا اسلیے
کہ اگرچہ یہان بھی فرض کر سکتے ہین کہ تیسرے کے پیدا
ہونے سے تیسری طلاق کو بھی وقت سنت کی طرف
نسبت کر دیا ہی مگر چونکہ انقضا عدت کے بعد یہ اضافت
پائی جائیگی اسلیے معتبر نہین ہی اور امام صاحب رح اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک چونکہ پہلے بچے کے پیدا ہونے سے
نفاس شمار کیا جاتا ہی اسلیے اسوقت وہ طلاق سنی کے
محل نہین ہی اس سبب سے کہ وہ اسوقت مین حالت
نفاس مین ہی پس تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے بعد کو
جب وہ نفاس سے پاک ہو جائیگی اوسوقت پہلی طلاق واقع
ہو گی اور دوسری طلاق دوسرے طہر مین واقع ہوگی اسلیے کہ
جس طہر مین پہلی طلاق واقع ہوگئی ہی یعنی نفاس کے بعد

الذي وتعرفيه الطلاق ليس بمحل للطلاق السني والثالث الى الطهر الثالث لان الكلام الثالث صحيح عندهما لعدم الرجوع بالاول والثاني فيصح الكلام الثالث كما صح الاول والثاني واذا صح الكل يقع الكل في اوان السنة۔

وہ اب طلاق سنی کا محل نہین باقی رہا اور تیسری طلاق تیسری طہر مین واقع ہوگی اسلیے کہ تیسرا کلام اون دونونکے نزدیک صحیح ہی اسوجہ سے کہ اول اور دوسرے سے رجوع نہین پایا گیا پس تیسرا کلام صحیح ہوگا جس طرح پہلا اور دوسرا صحیح ہی اور جب سب صحیح ہوے تو سب طلاقین اوقات سنت مین واقع ہو جائین گی۔

(٣٧) واذا طلق في الحيض وقع بدعيا وهذا بدعي من حيث الوقت لانه ايقاع في زمان النفرة وانتفاء دليل الحاجة ويستحب الرجعة لقوله عم لعمر مر ابنك فليراجعها وكان طلقها في حالة الحيض هذا هو مختار القدوري ووجهه ان النكاح مندوب فالامر برجعته لايكون واجبا لكن ذكر صاحب الهداية الاصح انها واجبة عملا لحقيقة الامر ودفعا للمعصية بالقدر الممكن ودفعا للضرر عنها بتطويل العدة۔

(٣٧) اگر حالت حیض مین طلاق دی تو وہ طلاق بدعی واقع ہوئی اور یہ وقت کے اعتبار سے بدعی ہے کیونکہ نفرت کے زمانہ مین اور ایسے وقت مین کہ جہان دلیل حاجت کی نہین پائی جاتی طلاق کا دینا ہو اور ایسی طلاق مین رجوع کر لینا مستحب ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رض سے فرمایا اپنے بیٹے کو حکم کرو مناسب ہی کہ وہ رجوع کرلے اور حضرت ابن عمر رض نے حالت حیض مین اپنی بیوی کو طلاق دی تھی یہ قول قدوری کا مختار ہی اور اوسکی وجہ یہ ہی کہ نکاح خود ایک مستحب چیز ہے تو اوسکے اندر رجعت کا حکم کرنا واجب نہو گا مگر صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہی صحیح قول یہ ہی کہ ایسے وقت مین رجعت واجب ہی تاکہ امر کے معنے حقیقی یعنے وجوب پر عمل ہوجائے اور حتے الامکان معصیت سے بچاؤ ہو جائے اور عورت کو بھی عدت کے طویل کرنے سے نقصان نہ پہونچے۔

(٣٨) وفي المنتقى العنين اذا تم حوله وامرأته حائض جاز تفريقها في الحيض لانه صادر عن ضرورة وتاخيره متعذر فلايكون طلاقها قصدا وكذا

(٣٨) منتقی مین مذکور ہی جب عنین کا ایک سال پورا ہو جائے اور اوسکی عورت حائضہ ہو تو حالت حیض مین اوسکی تفریق جائز ہے کیونکہ یہ تفریق بضرورت واقع ہوئی ہی اور اوسمین تاخیر کرنا ممنوع ہی پس اوسکی طلاق قصدًا نہوگی اسیطرح حالت حیض مین معتقا نبی جانکے

اختيار المعتقة نفسها (۳۹) ثم الطهر الذى يليه لا يكره الطلاق فيه يعنى اذا راجع امرأته التى طلقها فى حيضها فطهرت فطلقها فيه لا يكره عند ابى حنيفة وقالا يكره۔

مختار ہوسکتی ہے۔

(۳۹) جب خاوند نے اپنی بیوی سے حالت حیض مین طلاق دینے کے بعد رجوع کرلیا اور بعد کو وہ حیض سے پاک ہوگئی اور پھر خاوند نے اوسکو طلاق دیدی تو امام صاحب رح کے نزدیک وہ طہر مین طلاق دینا مکروہ نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۴۰) وكذا الطلقتان تخللهما رجعة فى طهر يعنى اذا طلقها فى طهر ثم راجعها ثم طلقها فيه لا يكره عنده خلافا لهما۔

(۴۰) اگر طہر مین طلاق دی اور پھر رجوع کرلیا اور پھر اوسی طہر مین طلاق دیدی تو امام صاحب رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۴۱) او شهر يعنى لو طلق امرأته الآئسة فى شهر ثم راجعها ثم طلقها فيه لا يكره عنده خلافا لهما۔

(۴۱) اگر آئسہ کو ایک ہی مہینہ کے اندر طلاق بھی دی اور رجوع بھی کرلیا اور پھر طلاق دیدی تو امام صاحب رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۴۲) والثلث للسنة فى حال مسها بشهوة يعنى اذا مسها بشهوة فى طهر لم يجامعها فيه وقال انت طالق ثلاثا للسنة يقع الاول فيصير مراجعا لها بالمس ثم يقع الثانى كذلك ثم الثالث عند ابى حنيفة۔

(۴۲) اگر ایک طہر مین بدون جماع کے عورت کو شہوت کے ساتھ چھو لیا ہو اور پھر اوس سے کہا تیرے اوپر سنت کے موافق تین طلاق تو ایک طلاق واقع ہوگی اور پھر اوس نے شہوت کے ساتھ چھو لیا تو وہ مراجع ہوجائیگا اور دوسری طلاق واقع ہوجائیگی پھر ایسے ہی تیسری واقع ہوجائے گی یہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

(۴۳) وقالا تتوزع على الاطهار يعنى يقع واحدة فى هذا الطهر واثنان فى طهرين آخرين۔

(۴۳) صاحبین رح فرماتے ہین یہ تینون طلاقین تین طہرون پر تقسیم ہوجائینگی یعنے ایک تو اس طہر مین واقع ہوجائیگی اور دو طلاقین اور دو طہرون مین واقع ہونگی

(۴۴) قيد بالرجعة لان النكاح

(۴۴) تخلل رجعت کی قید دو طلاقون مین اسلیے

يعتبر فاصلا بين الطلاقين اتفاقا حتى لو طلقها في طهر خال عن الجماع ثم تزوجها في هذا الطهر واراد ان يطلقها اخرى كان له ذلك وكان سنيا۔

لگائی ہی کہ نکاح تو سب کے ہی نزدیک فاصل بین الطلاقین ہوتا ہے حتے کہ اگر اوس طہر مین جسکے اندر صحبت نہین کی ہی طلاق دے اور اسی طہر مین اوس سے نکاح کرلے اور پھر دوسری طلاق دینا چاہے تو جائز ہے اور وہ طلاق سنی ہوگی۔

(۴۵) اطلق الرجعة واراد بها الرجعة بقول او فعل غير الجماع لانه لو جامعها فهو معزل عن هذا الخلاف فانها ان لم تحبل يكره ايقاع الثاني في هذا الطهر اتفاقا وان حبلت كان له ان يطلقها اخرى بعده في قول ابي حنيفة ومحمد خلافا لابي يوسف من الحقائق۔

(۴۵) مطلق رجعت بولا ہے اور اوس سے رجعت بقول یا سوائے جماع کے کسی اور فعل سے رجعت مراد ہی اسلیے کہ اگر جماع کرلیا تو وہ بیان پر محل نزاع نہین ہے کیونکہ اگر اوس جماع سے وہ حاملہ نہین ہوی تو دوسری طلاق کا وقوع کرنا اس طہر مین بالاتفاق مکروہ ہی اور اگر حاملہ ہو گئی تو اوسکے بعد امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے قول کے موافق دوسری طلاق دینا اوسکو جائز ہے بخلاف ابو یوسف رحمہ اللہ کے من الحقائق۔

(۴۶) ومبنى الخلاف ان الرجعة ترفع حكم الطلاق عنده فيجعله كان لم يكن ولا ترفع عندهما

(۴۶) اختلاف کا اصل منشا یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک رجعت طلاق کے حکم کو بالکل کالعدم کردیتی ہی اور صاحبین رح کے نزدیک طلاق کے حکم کو نہین رفع کرتی

(۴۷) لهما في المسئلة الاولى ان الطلاق في حال الحيض يخرج الطهر الذي يعقبه من ان يكون محلا للطلاق السني كما يخرج الوطئ فيه وفي المسئلة الثانية والرابعة ان الطلاق في الطهر يفسد الطهر ويخرجه من ان يكون محلا للطلاق السني كما يخرج

(۴۷) صاحبین رح کی مسئلہ اولی مین یہ دلیل ہی کہ حالت حیض مین طلاق دینے سے اوسکے بعد کا طہر طلاق سنی کا محل باقی نہین رہتا جسطرح اوسمین صحبت کرنے سے طہر محل طلاق سنی کا نہین رہتا اور دوسرے اور چوتھے مسئلہ مین یہ دلیل ہی کہ طہر مین طلاق دینا طہر کو فاسد کردیتا ہی اور پھر وہ طلاق سنی کا محل نہین باقی رہتا جس طرح اوسمین جماع کرنا اور رجعت کے سبب سے وقت مین تجدد نہین ہوا اسلیے طلاق مکروہ ہوگی جیسے قبل رجعت کے

الجماع فیه وبالرجعة لم یتجدد
الوقت فیکره کما لو طلقها قبل
الرجعة فلا یکون سنة ما لم
یفصل بین الطلاقتین بحیضة
کاملة۔

طلاق مکروہ ہوگی اور تا وقتیکہ دو طلاقون کے بیچ مین پورے
حیض کا فاصلہ نہو جائے طلاق سنت نہو گی۔

* * * * *

(۴۸) وله ان الرجعة ترفع حکم
الطلاق فیجعل کان لم یکن ولهذا
امر النبی ع م ابن عمر بالرجعة وقد
طلقها حال الحیض ولو لم یرفع
الرجعة حکم الطلاق لما امره ع م
ولان الفصل بین الطلاقین بالرجعة
اکمل من الفصل بینهما بالحیضة
الا یری ان العدة تستانف بالرجعة
اذا طلق بعدها ولا تستانف
اذا طلقها بعد الحیضة ولو فصل
بینهما بحیضة کان الثانی سنة
فکذا اذا فصل بینهما بالرجعة

(۴۸) امام صاحب رح کی یہ دلیل ہے کہ رجعت طلاق
کے حکم کو بالکل اوڑا دیتی ہے اور اوسکو کالعدم کردیتی
ہے اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رض کو
رجوع کرنے کا حکم فرمایا اور انہون نے حالت حیض مین
طلاق دی تھی اور اگر رجعت طلاق کے حکم کو رفع نہ کرتے
تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم رجعت کا حکم نہ فرماتے دوسری
یہ بات ہے کہ دو طلاقون مین رجعت کا فصل ہونا بہ نسبت
حیض کے فصل کے قوی ہے دیکھو کہ رجعت کے بعد طلاق
دینے سے از سر نو عدت پوری کرنی پڑتی ہے اور حیض کے
بعد دوسری طلاق دینے سے از سر نو عدت نہین پوری
کیجاتی اور اگر دو طلاقون مین حیض کا فصل ہو جائے تو دوسری
طلاق سنت ہوتی ہے اسیطرح رجعت کے فصل سے بھی سنت ہونا چاہیے

فصل فی ایقاع الطلاق

فصل طلاق واقع کرنے کے بیان مین

(۴۹) ویقع طلاق غیر الصبی
والمجنون وهو من لم یستقیم
کلامه وافعاله انما لم یقع
طلاقهما لانعدام اهلیتهما
والنائم انما لم یقع طلاق النائم
لانعدام الاختیار فیه والمغمی

(۴۹) سب کے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے
مگر ایک تو نابالغ کی طلاق نہین ہوتی اور ایک مجنون کی
اور مجنون وہ شخص ہے جسکی باتین اور کام سب بے جوڑ
ہون ان دونون کی طلاق بسبب اونکے عدم اہلیت کے
واقع نہین ہوتی اور ایک سوتے ہوے کی طلاق نہین
واقع ہوتی اسلیے کہ اوسمین اوسکا اختیار نہین ہوتا اور

بے

عليه والمعتوه وهو من كان قليل الفهم مختلط الكلام فاسد التدبير الا انه لا يضرب ولا يشتم كالنائم۔

ایک بیہوش کی، اور ایک معتوہ کی اور معتوہ وہ شخص ہے جسکی سمجھ مین فتور ہو اور بیکی بہکی باتین کرے اور کسی چیز کا انجام نہ جانے مگر وہ کسی کو مارتا پیٹتا نہین ہے اور نہ گالیان دیتا پھرتا ہے انکا حال بھی اختیار رکھنے مین سونے والا کا سا حال ہے

(٥٠) ومن الاخرس اى يقع الطلاق منه بالاشارة لان اشارته قامت مقام عبارته دفعا لحاجته۔

(٥٠) گونگی کی طلاق اشارہ سے ہو جاتی ہے اسلیے کہ دفعا لحاجتہ اوسکے اشارہ کو قائم مقام کلام کے کر دیا ہے۔

(٥١) وفى المحيط المريض الذى يعتقل لسانه لا يكون كالاخرس لان ذلك نادر لا يطول واشارة غير الاخرس انما لم يعتبر فى ايقاع الطلاق واما فى عدده فمعتبر حتى لو قال انت طالق هكذا فاشار باصبعيه يقع ثنتان ولو لم يقل هكذا لا يقع لان الاشارة انما اعتبرت تفسيرا اذا اقترنت بعدد مبهم ولو اشار بثلث اصابع فان نوى ثلثا فثلث وان نوى واحدة فواحدة بائنة كما فى قوله انت طالق كالف۔

(٥١) محیط مین مذکور ہے اگر کسی مریض کی زبان بند ہو جائے تو وہ گونگے کے مثل نہ سمجھا جائیگا اسلیے کہ یہ زبان کا بند ہو جانا اتفاقیہ ہوتا ہے مدتون کے لیے نہین ہوتا اگر بولتا چالتا آدمی ہے تو اوسکا اشارہ صرف طلاق کے واقع کرنے مین غیر معتبر ہے مگر طلاق کے عدد بیان کرنے مین معتبر ہے مثلا اگر دو انگلیون سے اشارہ کرکے کہا تجھپر اتنی طلاقین تو دو طلاقین پڑ جائینگی اور اگر صرف یہ کہا کہ تجھپر طلاق اور اتنی کا لفظ نہین کہا تو دو نہ واقع ہونگی اسلیے کہ اشارہ اوسیوقت تفسیر ہو سکتا ہے جب ایک مبہم عدد کے ساتھ پایا جائے اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا پس اگر تین کی نیت کی ہے تب تو تین واقع ہونگی اور اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک بائن واقع ہوگی جیسے اگر کوئی کہے تجھپر ہزار کے برابر طلاق تو نیت کے تابع ہے

(٥٢) ونوقع طلاق السكران والمكره۔

(٥٢) نشہ کی حالت مین اگر کوئی شخص طلاق دے یا زبردستی اوس سے طلاق دلوائی جائے تو ہمارے نزدیک ہو جائیگی

(٥٣) وقال الشافعى لا يقع لان السكران ليس له قصد صحيح

(٥٣) امام شافعی کے نزدیک واقع نہوگی اسلیے کہ نشہ کی حالت مین ارادہ صحیح نہین پایا جاتا پس اوسکا حال سوتے کا سا ہے

فصار کالنائم بل اقوی منه لان النائم ینتبه اذا انبه والسکران لا وکذلک المکره مسلوب القصد شرعا ولهذا لم یحکم بردته ولم یعتبر اقراره بالطلاق۔

بلکہ اوس سے بھی زیادہ ہوا اسلیے کہ اگر سوتے ہوے کو ہوشیار کیا جاے تو ہوشیار ہو جاتا ہو بخلاف نشہ پیے ہو کے اور اسیطرح جس پر زبردستی کیجاے شرعاً وہ بھی مسلوب القصد ہو اسی باعث سے اوسکے مرتد ہونے کا حکم نہین دیا جاتا اور اوسکا اقرار بالطلاق غیر معتبر ہوتا ہو۔

(۵۴) ولنا قوله ع کل طلاق واقع الا طلاق الصبی والمجنون فبقی السکران والمکره فی عموم صدر الکلام وزوال قصد السکران لما کان بسبب المعصیة لم یعتبر زجرا له حتی لو شرب فصدع وزال عقله بالصداع لا یقع طلاقه لان الصداع لیس بمعصیة۔

(۵۴) ہماری دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ہر طلاق واقع ہو مگر صبی اور مجنون کی اور یہ دونوں یعنے نشہ پیا ہوا اور مجبور کیا ہوا کُلُّ طَلَاقٍ کے عموم مین داخل ہین باقی رہا اونکے قصد کا نہ پایا جانا تو چونکہ یہ بے اختیاری بسبب معصیت کے ہے اسلیے زجر کرنے کے قصد سے اُسکا اعتبار نہ کیا جائیگا حتے کہ اگر شراب پینے سے درد سر پیدا ہوگیا اور درد کے سبب سے عقل جاتی رہی اور اوسی حالت مین طلاق دیدی تو طلاق واقع نہوگی کیونکہ درد کوئی معصیت نہین ہے۔

(۵۵) وفی المنتقی لو اکره علی الشرب وذهب عقله فطلق قیل لا یقع لانه لیس بمعصیة فصار کالاغماء وقیل یقع لان الحظر وان زال بالاکراه لکن ذهب عقله بما فیه لذة فلا یعتبر زواله وهذا القول اصح فعلی هذا یقع طلاق السکران من البنج وسایر الاشربة المتخذة من الحبوب وانما لم یحکم بردة المکره لانها علی الاعتقاد وهو غیر معتقد

(۵۵) منتقی مین مذکور ہو اگر کسی نے زبردستی سے اُسکو نشا آور چیز پلا دی اور عقل جاتی رہی اور اوسمین طلاق دیدی تو بعض کے نزدیک واقع نہوگی اسلیے کہ وہ معصیت نہین ہے اور اُسکا حال بدون نشے کے بیہوشی کا سا ہو اور بعض کہتے ہین واقع ہو جائیگی اسلیے کہ زبردستی کرنے سے اگرچہ اُسکی حرمت جاتی رہی لیکن عقل تو اوس مسکر کی لذت سے جاتی رہی ہے پس اس زوال عقل کا اعتبار نہوگا اور یہی قول زیادہ ترصحیح ہو اور علی ہذا القیاس بھنگ یا کسی طرح کی شراب جو حبوب کے قسم سے بنائی جائے پیکر طلاق دے تو واقع ہو جائیگی اور مکرہ کے مرتد ہونے کا حکم اسلیے نہین دیا جاتا کہ مرتد ہونے کا مدار اعتقاد پر ہو اور وہ

فی کلامه بالاکراه ولم یعتبر اقراره بالطلاق لانه یحتمل الصدق والکذب والاکراه یرجح کذبه

(٥٦) اقول لو طرح المصنف لفظ السکران لکان اخصر واحسن لانه معترف فی شرحه بان الصحیح من مذهب الشافعی انه متفق معنا فی السکران وان الخلاف فی المنظومة مذکورة فی المکره فقط فای فائدة فی بیان ما هو غیر صحیح من مذهبه بالزیادة فی کتابه۔

(٥٧) ونعتبر عدده ای عدد الطلاق بالنساء فطلاق الامة یکون ثنتین حرا کان زوجها او عبدا۔

(٥٨) لا بالرجال ای قال الشافعی یعتبر عدده بالرجال حتی یملک الحر ثلثا وان کانت امرأته امة ویملک العبد ثنتین وان کانت زوجته حرة

(٥٩) لقوله ع م الطلاق بالرجال والعدة بالنساء ولنا قوله ع م طلاق الامة ثنتان وعدتها حیضتان وما رواه محمول علی

اسباب کا جو زبردستی اوس سے کہلوائی گئی ہو معتقد نہین ہو اور اقرار بالطلاق اسلیے معتبر نہین ہوتا کہ اوسمین صدق اور کذب کا احتمال ہوتا ہو اور اکراہ سے اوسکے کذب کو ترجیح ہو

(٥٦) مین کہتا ہون اگر مصنف رح (سکران) کا لفظ ذکر نہ کرتا تو بہت مختصر اور بہت پسندیدہ ہوتا کیونکہ اپنی شرح مین وہ اسبات کا مقر ہو کہ امام شافعی رح کا زیادہ تر صحیح مذہب یہی ہو کہ سکران مین وہ ہمارے ساتھ متفق ہین اور منظومہ کے اندر ہمارا اور امام شافعی رح کا اختلاف صرف مکرہ مین مذکور ہو پھر امام شافعی رح کے مذہب غیر صحیح کو اپنی کتاب مین زیادہ کرنے کا کیا فائدہ ہوا۔

* * * *

(٥٧) ہمارے نزدیک عورتون کے لحاظ سے طلاق کے عدد کا اعتبار ہوتا ہو اسلیے چھوکری کے لیے دو طلاقین ہین خواہ اوسکا خاوند حر ہو یا غلام مردون کی طرف سے اعتبار نہین ہے۔

(٥٨) امام شافعی رح صاحب فرماتے ہین مردون کے لحاظ سے طلاق کے عدد مین کمی یا بیشی ہوتی ہو حتے کہ حر مرد کو تین طلاق کا اختیار ہو اگرچہ اوسکی بیوی چھوکری ہو اور غلام دو طلاقین دے سکتا ہے چاہے اوسکی بیوی حرہ ہی ہو۔

(٥٩) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو طلاق مردون سے ہے اور عدت عورتون سے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہو کہ چھوکری کے لیے دو طلاقین ہین اور اوسکی عدت دو حیض ہین اور حدیث مذکورۂ بالا آنحضرت

فصار کالنائم بل اقوی منہ لان النائم ینتبہ اذا انبہ والسکران لا وکذلک المکرہ مسلوب القصد شرعا ولهذا لم یحکم بردتہ ولم یعتبر اقرارہ بالطلاق۔

بلکہ اوس سے بھی زیادہ ہوا اسلیے کہ اگر سوتے ہوے کو ہوشیار کیا جائے تو ہوشیار ہو جاتا ہے بخلاف نشہ پیئے ہوے کے اور اسیطرح جس پر زبردستی کیجائے شرعاً وہ بھی مسلوب القصد ہے اسی باعث سے اوسکے مرتد ہونے کا حکم نہین دیا جاتا اور اوسکا اقرار بالطلاق غیر معتبر ہوتا ہے۔

(۵۴) ولنا قولہ ع م کل طلاق واقع الا طلاق الصبی والمجنون فبقی السکران والمکرہ فی عموم صدر الکلام وزوال قصد السکران لما کان بسبب المعصیة لم یعتبر زجرا لہ حتی لو شرب فصدع وزال عقلہ بالصداع لا یقع طلاقہ لان الصداع لیس بمعصیة۔

(۵۴) ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ہر طلاق واقع ہے مگر صبی اور مجنون کی اور یہ دونون یعنے نشہ پیا ہوا اور مجبور کیا ہوا کُلُّ طَلَاقٍ کے عموم مین داخل ہین باقی رہا اونکے قصد کا نہ پایا جانا تو چونکہ یہ بے اختیاری بسبب معصیت کے ہے اسلیے زجر کرنے کے قصد سے اُسکا اعتبار نہ کیا جائیگا حتے کہ اگر شراب پینے سے درد سر پیدا ہوگیا اور درد کے سبب سے عقل جاتی رہی اور اوسی حالت مین طلاق دیدی تو طلاق واقع نہوگی کیونکہ درد کوئی معصیت نہین ہے۔

(۵۵) وفی المنتقی لو اکرہ علی الشرب وذهب عقلہ فطلق قیل لا یقع لانہ لیس بمعصیة فصار کالاغماء وقیل یقع لان الحظر وان زال بالاکراہ لکن ذهب عقلہ بما فیہ لذة فلا یعتبر زوالہ وهذا القول اصح فعلی هذا یقع طلاق السکران من البنج وسایر الاشربة المتخذة من الحبوب وانما لم یحکم بردة المکرہ لانها علی الاعتقاد وهو غیر معتقد

(۵۵) منتقی مین مذکور ہے اگر کسی نے زبردستی سے اُسکو نشا آور چیز پلا دی اور عقل جاتی رہی اور اوسمین طلاق دیدی تو بعض کے نزدیک واقع نہوگی اسلیے کہ وہ معصیت نہین ہے اور اُسکا حال بدون نشے کے بیہوشی کا سا ہے اور بعض کہتے ہین واقع ہو جائیگی اسلیے کہ زبردستی کرنے سے اگرچہ اُسکی حرمت جاتی رہی لیکن عقل تو اوس شئے کے لذت سے جاتی رہی ہے پس اس زوال عقل کا اعتبار نہوگا اور یہی قول زیادہ تر صحیح ہے اور علی ہذا القیاس بھنگ یا کسی طرح کی شراب جو حبوب کے قسم سے بنائی جائے پیکر طلاق دے تو واقع ہو جائیگی اور مکرہ کے مرتد ہونے کا حکم اسلیے نہین دیا جاتا کہ مرتد ہونے کا مدار اعتقاد پر ہے اور وہ

فی کلامہ بالاکراہ ولم یعتبر اقرارہ بالطلاق لانہ یحتمل الصدق والکذب والاکراہ یرجح کذبہ

اسباب کا جو زبردستی اوس سے کہلوائی گئی ہو معتقد نہین ہو اور اقرار بالطلاق اسلیے معتبر نہین ہوتا کہ اوسمین صدق اور کذب کا احتمال ہوتا ہی اور اکراہ سے اوسکے کذب کو ترجیح ہ

(۵۶) اقول لوطرح المصنف لفظ السکران لکان اخصر واحسن لانہ معترف فی شرحہ بان الصحیح من مذہب الشافعی انہ متفق معنا فی السکران وان الخلاف فی المنظومۃ مذکورۃ فی المکرہ فقط فای فائدۃ فی بیان ماھو غیر صحیح من مذہبہ بالزیادۃ فی کتابہ۔

(۵۶) مین کہتا ہون اگر مصنف رح (سکران) کا لفظ ذکر نہ کرتا تو بہت مختصر اور بہت پسندیدہ ہوتا کیونکہ اپنی شرح مین وہ اسبات کا مقر ہی کہ امام شافعی رح کا زیادہ تر صحیح مذہب یہی ہی کہ سکران مین وہ ہمارے ساتھ متفق ہین اور منظومہ کے اندر ہمارا اور امام شافعی رح کا اختلاف صرف مکرہ مین مذکور ہی پھر امام شافعی رح کے مذہب غیر صحیح کو اپنی کتاب مین زیادہ کرنے کا کیا فائدہ ہوا۔

* * * *

(۵۷) ونعتبر عددہ ای عدد الطلاق بالنساء فطلاق الامۃ یکون ثنتین حرا کان زوجہا او عبدا۔

(۵۷) ہمارے نزدیک عورتون کے لحاظ سے طلاق کے عدد کا اعتبار ہوتا ہی اسلیے چھوکری کے لیے دو طلاقین ہین خواہ اوسکا خاوند حر ہو یا غلام مردون کی طرف سے اعتبار نہین ہے۔

(۵۸) لا بالرجال ای قال الشافعی یعتبر عددہ بالرجال حتی یملک الحر ثلثا وان کانت امرأتہ امۃ ویملک العبد ثنتین وان کانت زوجتہ حرۃ

(۵۸) امام شافعی رح صاحب فرماتے ہین مردون کے لحاظ سے طلاق کے عدد مین کمی یا بیشی ہوتی ہی حتے کہ حر مرد کو تین طلاق کا اختیار ہی اگرچہ اوسکی بیوی چھوکری ہو اور غلام دو طلاقین دے سکتا ہے چاہے اوسکی بیوی احرہ ہی ہو۔

(۵۹) لقولہ ع م الطلاق بالرجال والعدۃ بالنساء ولنا قولہ ع م طلاق الامۃ ثنتان وعدتہا حیضتان وما رواہ محمول علی

(۵۹) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی طلاق مردون سے ہے اور عدت عورتون سے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہو کہ چھوکری کے لیے دو طلاقین ہین اور اوسکی عدت دو حیض ہین اور حدیث مذکورۂ بالا آنحضرت

ان الايقاع بالرجال۔

محمول ہے کہ طلاق کا واقع کرنا مردون کے طرف سے ہے۔

(٦٠) ومن ملك امرأته او شقصًا اي نصيبًا منها او ملكته اي المرأة زوجها او شقصًا منه وقعت الفرقة بينهما لان المالكية تمنع ابتداء النكاح فيمنع بقاءه كالمحرمية۔

(٦٠) جو خاوند اپنی بیوی یا اوسکے ایک جزء کا مالک ہو گیا یا جو بیوی اپنے خاوند یا اوسکے ایک جزء کی مالک ہو گئی تو اونمین تفریق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ مالکیت وجود نکاح کے مانع ہے پس اوسکے بقاء کے بھی مانع ہو گی جسطرح محرمیت۔

* * * *

(٦١) ولو اشترته اي حرة زوجها المملوك ثم اعتقته فطلقها في العدة او خرجت الحربية مسلمة ثم خرج زوجها مسلمًا بعدها وطلقها في عدتها يلغيه فيهما اي قال ابو يوسف لا يقع الطلاق في المسئلتين۔

(٦١) اگر حرہ عورت نے اپنے خاوند کو جو کسی کا غلام تھا خرید کرکے آزاد کر دیا اور حالت عدت مین اوس خاوند نے اوس عورت کو طلاق دیدی۔ یا یہ ہوا کہ ایک حربیہ عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام مین چلی آئی اور پھر اوسکا خاوند اوسکے بعد مسلمان ہو کر چلا آیا اور حالت عدت مین اوسکو طلاق دیدی تو امام ابویوسف رح کے نزدیک دونون صورتونمین طلاق واقع نہوگی۔

(٦٢) واوقعه اي محمد الطلاق فيهما لان العدة قائمة والمعتدة محل للطلاق۔

(٦٢) امام محمد رح کے نزدیک دونون صورتون مین طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ عدت قایم ہے اور معتدہ محل طلاق ہے۔

(٦٣) ولابي يوسف ان الفرقة وقعت بملك احد الزوجين صاحبه او بتباين الدارين فخرجت المرأة من محلية الطلاق وبالعدة لا يثبت المحلية كما في النكاح الفاسد

(٦٣) امام ابویوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ تباین دارین یا بیوی کے خاوند پر مالکیت ہو جانے سے یہان فرقت واقع ہو گئی اور عورت اب محل طلاق نہین رہی اور عدت سے محلیت طلاق نہین ثابت ہوتی جیسے نکاح فاسد کی عدت مین۔

(٦٤) قيد بالاعتاق والمهاجرة لان الطلاق قبلهما لا يقع اتفاقا لان العدة لم يظهر اثرها في حق الطلاق وانما يظهر اثرها

(٦٤) آزاد کرنے اور ہجرت کرنے کی اسلیے قید لگائی ہے کہ ان دونون سے پہلے اگر طلاق دی ہے تو بالاتفاق واقع نہوگی۔ اسلئے کہ یہان عدت کا اثر وقوع طلاق کے بارہ مین نہوگا بلکہ یہ اثر ہوگا کہ دوسرے خاوند سے

فی حق التزویج بزوج اخر کذا فی المصفی۔

نکاح نہ کرسکے گی کذا فے المصفی۔

(۶۵) ولم یفرقوا بتفریق الحکمین یعنی اذا اختاصم الزوجان فبعثا حکمین لیتکلما فاذا رایا المصلحة فی تفریقهما تفرقا بینهما بدون امرهما لا یصح عندنا۔

(۶۵) اگر خاوند بیوی مین جھگڑا ہوا اور دونون نے دو شخصون کو بیچ کر دیا کہ باہم گفتگو کرکے فیصلہ کر دین اور اونہون نے خاوند بیوی مین تفریق کو مناسب جانکر بدون اونکے کہنے کے تفریق کر دی تو ہمارے نزدیک یہ تفریق صحیح نہین ہے۔

(۶۶) وقال مالك یصح لانهما رضیا بحکمهما مطلقا۔

(۶۶) امام مالک رح فرماتے ہین یہ تفریق صحیح ہے اسلیے کہ وہ دونون خاوند بیوی اونکے حکم سے راضی ہو چکے ہین کیسا ہی حکم دیدین

(۶۷) ولنا انهما انما حکما هما لاصلاح وهذا لیس باصلاح فلا ینفذ۔

(۶۷) ہماری یہ دلیل ہے کہ اُن کو خاوند بیوی نے اصلاح کے لیے پنچ مقرر کیا تھا اور تفریق اصلاح نہین ہے اسلیے نافذ نہو گی۔

فصل فی الصریح والکنایة واضافة الطلاق الی الزمان

فصل صریح اور کنایہ اور طلاق کو کسی زمانہ کی طرف نسبت کرنے کے بیان مین

(۶۸) ولا یحتاج صریحه الی النیة لان الصریح موضوع للطلاق شرعا فکان حقیقة فیه فاستغنی عن النیة حتی لو قال اردت به الطلاق عن وثاق لا یصدق قضاء ولو قال اردت به الطلاق عن العمل لا یصدق دیانة ایضا لانه لرفع القید والعمل لیس بقید کذا فی التبیین۔

(۶۸) صریح طلاق مین کچھ نیت کرنے کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ شرعًا صریح طلاق کا لفظ طلاق کے لیے موضوع ہے پس طلاق اوسکے معنے حقیقی ہین اور نیت کی حاجت نہین ہے حتے کہ اگر صریح طلاق کا لفظ کہا اور یہ کہا کہ مین نے قید سے رہائی مراد لی تھی تو عند القاضی اوسکا اعتبار نہوگا اور اگر کہا مین نے تو کار بار سے رہائی مراد لی تھی تو عند اللہ بھی معتبر نہو گا اسلیے کہ طلاق رفع قید کے لیے موضوع ہے اور کام دہندا قید مین داخل نہین ہے۔ کذا فی التبیین۔

(۶۹) کطالق ومطلقة وطلقتك فیقع واحدة رجعیة بهذه الالفاظ۔

(۶۹) صریح طلاق کے یہ الفاظ ہین جیسے تو طلاق پانیوالی یا طلاق دی گئی ہی یا مین نے تجھکو طلاق دیدی ان الفاظ کے کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائیگی۔

(۷۰) وفی المحیط قال انت طال بترخیم القاف حالة الرضا لایقع مالم ینو لانه کالکنایة ولو قال یا طال یقع وان لم ینو لان الترخیم یجری کثیرا فی المنادی فصار کانه افصح بالقاف ولو تهجی به تطلق اذا نوی بخلاف مالو تهجی بآیة السجدة حیث لایلزمه السجدة لانها متعلقة بالقراءة وهی منعدمة فی الهجاء

(۷۰) محیط مین مذکور ہی اگر رضامندی کے حالتمین کہا اَنْتِ طَالِ بترخیم قاف تو تاوقتیکہ طلاق کی نیت نہو گی طلاق نہ واقع ہو گی اسلیے کہ وہ مثل کنایہ کے ہے اور اگر کہا ای طَالِ تو اگرچہ نیت نہ کی ہو طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ منادی مین ترخیم کثرت سے استعمال کیجاتی ہے تو ایسا ہوا جیسے ای طالق کہا اور اگر طلاق کی ہجے کردین تو اگر طلاق کی نیت کی ہو طلاق واقع ہو جائیگی بخلاف آیت سجدہ کے کہ اگر سجدہ کی آیت کی کوئی ہجے کرے تو اسپر سجدہ نہ واجب ہوگا اسلیے کہ سجدہ قرات کے متعلق ہی اور ہجے کرنے سے قرات نہین پائی جاتی۔

(۷۱) ونلغی نیة الثلث والثنتین۔

(۷۱) ہمارے نزدیک الفاظ مذکورہ بالا سے تین یا دو کی نیت کرنا لغو سمجھا جائیگا۔

(۷۲) وقال الشافعی یصح نیة الثلث من هذه الالفاظ لانها تدل علی الطلاق لغة وهو محتمل للعدد ولهذا اجاز تفسیره به فیصح نیته کما صح نیة الثلث فیما اذا قال لامرأته طلقی نفسك۔

(۷۲) امام شافعی رح فرماتے ہین ان الفاظ سے تین یا دو کی نیت ہوسکتی ہی اسلیے کہ لغت کے اعتبار سے یہ الفاظ طلاق پر دلالت کرتے ہین اور وہ عدد کو محتمل ہی اسی لیے عدد کے ساتھ اوسکی تفسیر ہو جاتی ہی پس عدد کی نیت اوس سے صحیح ہو گی جیسے اگر بیوی سے کہے اپنی جان کو تو طلاق دے لے تو تین طلاق کی نیت درست ہوتی ہے۔

(۷۳) ولنا ان قوله انت طالق واخواته خبر وهو انما یصدق اذا اتصفت المرأة بالطلاق

(۷۳) ہماری دلیل یہ ہی کہ اوسکا انت طالق وغیرہ کہنا خبر ہے اور وہ جب صادق ہوسکتا ہی کہ خبر دینے سے قبل عورت طلاق کے ساتھ متصف ہو تو کلام کے

قبل الاخبار فثبوت الطلاق لها
يكون بالاقتضاء لضرورة تصحيح
الكلام والثابت بالضرورة يندفع
بالواحدة فلا يصح فيه نية الثنتين
والثلث لان الطلاق غير ثابت
فيما وراء الواحدة فلا يعمل
النية في المعدوم فاذا ثبت
الطلاق واحدا عند الاخبار
يقع واحدا عند الانشاء رعاية
للاصل والمذكور بعد طالق
من العدد ليس تفسيرا
لوصفه بل تغيير لانه نعت
مصدر محذوف اي طلاقا
ثلاثا بخلاف قوله طلقي لان
ثبوت التطليق هناك ليس على
طريق الاقتضاء واما نية
الثلث في قوله انت بائن فانما
يصح لان البينونة متنوعة
خفيفة وغليظة فيصح فيه نية
احد النوعين منه والطلاق ليس
كذلك لانه عبارة عن رفع قيد
والعدم لا يتنوع۔

(۴۷) ويقع بانت الطلاق وطالق
الطلاق وطلاقا اي انت طالق
طلاقا واحدة اي طلقة واحدة

صحیح کرنیکی ضرورت سے بالاقتضاء اوسکو طلاق ثابت ہوجاتی ہے
اور جو ثابت بالضرورت ہے وہ ایک طلاق ہے کیونکہ اوس سے
ضرورت مندفع ہوجاتی ہے اسلیئے دو یا تین کی نیت صحیح
نہو گی کیوں کہ ایک سے سوا مین طلاق پائی ہی نہین جاتی اور
جب نہین پائی جاتی تو معدوم کی نیت کرنے سے کیا ہوتا ہے
اور جب اخبار کے وقت ایک طلاق ثابت ہوتی ہے تو طلاق
واقع کرتے وقت بھی ایک ہی طلاق ثابت ہو گی اوسی قاعدہ کی
لحاظ سے اور طالق کے بعد جو عدد مذکور ہوتا ہے وہ وصف
طالق کے تفسیر نہین ہوتا بلکہ تغییر ہوتا ہی اسلیئے کہ وہ ایک
مصدر محذوف کی صفت ہوتا ہے یعنی طلاقاً ثلثاً بخلاف
طلقی کی کہ وہان پر طلاق کا ثبوت بالاقتضاء نہین ہے اور
انت بائن مین تین کی نیت اسلیئے صحیح ہوجاتی ہے کہ
بینونت کی دو قسمین ہین خفیفہ اور غلیظہ اور بائن سے ان
دونون قسمون مین سے ایک قسم کی نیت ہوسکتی ہے
اور طلاق ایسی چیز نہین ہے اسلیئے کہ طلاق رفع قید
کا نام ہے اور عدم منقسم نہین ہوتا

(۴۷) اگر کہے اَنتِ الطلاق یا اَنتِ طالِقُ الطَّلاق
یا اَنتِ طَالِقٌ طَلَاقًا تو ایک طلاق پڑتی ہے
(واحدۃ) ترکیب مین (یقع) کا فاعل ہے

وهو فاعل يقع الا ان ينوي الثلث فان نواها في هذه الالفاظ وقعن والغينا الثنتين يعني نية الثنتين لا يصح في هذه الالفاظ۔

اگر الفاظ مذکورہ بالا سے تین طلاق کے واقع کرنے کی نیت کر لی تو تین طلاق واقع ہو جائینگی اور ہمارے نزدیک اگر دو طلاق کی یہان نیت کرے تو صحیح نہین ہے

(۷۵) وقال زفر يصح لان الثنتين بعض الثلث فاذا صح نية الثلث يصح نية الثنتين۔

(۷۵) امام زفر رحمہ فرماتے ہین اگر دو کی نیت بھی کر لی تو صحیح ہے اسلیے کہ دو جزء ہین تین کا جب تین کی نیت درست ہوئی دو کی بھی لا محالہ درست ہوگی۔

(۷۶) ولنا ان الطلاق اسم جنس ومعنى الوحدة مراعى فيه كسائر اسماء الاجناس فاذا لم ينو فيه شيئا يحمل على الواحدة حقيقة لانه متيقن واذا نوى الثلث يصح لانه جنس واحد حكما وان نوى الثنتين يلغو لانه عدد فاللفظ لا يحتمله كما لو حلف لا يشرب الماء لو نوى جميع المياه يصح لانه واحد حكما وان لم ينو يصرف الى ادنى ما يطلق عليه اسم الماء وان نوى قدحا او قدحين لا يصح لانه ليس بفرد حقيقة وحكما۔

(۷۶) ہماری دلیل یہ ہی کہ طلاق اسم جنس ہے اور وحدت کے معنے اوسمین ملحوظ ہین جیسے تمام اسماء جنس مین ملحوظ ہوا کرتے ہین پس جب کسی کی نیت نہو گی تو اوس سے ایک طلاق حقیقۃً مراد ہوگی اسلیے کہ وہ یقینی ہے اور اگر تین کی نیت کر لی تب بھی صحیح ہو جائیگی کیونکہ حکما وہ بھی ایک جنس ہے مگر جسوقت دو کی نیت کی تو لغو ہوگی اسلیے کہ وہ عدد ہے اور لفظ طلاق کسی طرح اوسکو محتمل نہین ہے جسطرح کوئی شخص قسم کھائے کہ پانی نہ پیونگا اگر تمام پانی مراد لے تو نیت صحیح ہو جائیگی کیونکہ وہ حکما واحد ہین اور اگر کچھ نیت نہین کی تو اوس سے کم سے کم اوسقدر پانی جسپر پانی کا اطلاق آتا ہو مراد ہوگا اور اگر پیالہ یا دو پیالی پانی مراد لیا تو صحیح نہوگا اسلیے کہ وہ نہ تو حقیقت مین واحد ہے اور نہ حکما واحد ہے۔

(۷۷) وان نوى بقوله طالق واحدة وبالطلاق طلقة اخرى صدق لان كلا منهما يصلح للايقاع ولو كانت زوجته امة فقال لها

(۷۷) اگر کہا انت طالق الطلاق اور طالق سے ایک طلاق اور الطلاق سے دوسری طلاق مراد لی تو سچا سمجھا جائیگا اسلیے کہ اون دونون مین سے ہر ایک ایقاع طلاق کی صلاحیت رکھتا ہی۔ اسیطرح اگر بیوی جو کری ہے

انت الطلاق صح نية الثنتين لانهما جنس الطلاق فى الامة۔

اور اوس سے کہا انت الطلاق تو دو طلاق کی نیت صحیح ہی کیونکہ چھوکری کے حقمین دو طلاقین جنس واحد سمجھی جائینگی۔

(۷۸) ولفتقر كنايته اليها اى كناية الطلاق محتاجة الى النية حالة الرضاء لان الكنايات الفاظ غير موضوعة للطلاق بل محتملة له فلا بد من النية لتعين المراد والقول قوله فى انكار النية مع اليمين۔

(۷۸) رضامندی کی حالتمین اون الفاظ کے اندر جو صراحۃً طلاق پر دلالت نہین کرتے طلاق کی نیت ضروری ہے اسلیے کہ کنایات اس قسم کے الفاظ ہین جو طلاق کے لیے موضوع نہین ہین بلکہ محتمل طلاق کے ہین پس اون مین تعین مراد کے لیے نیت طلاق ضروری ہی اور اگر خاوندنے نیت طلاق سے انکار کیا تو خاوند کا قول معتبر ہوگا اور اوس سے حلف لے لیا جائیگا۔

(۷۹) كبائن فانها يحتمل البينونة من النكاح والخيرات بتلة بتة كلاهما بمعنى القطع اى منقطعة من النكاح اومن الاقارب حرام وهو يحتمل حرمة الصحبة لسوء خلقها حبلك على غاربك وهو مبنى على التخلية لان الناقة اذا ارسلت يلقى حبلها على غاربها وهو ما بين العنق والسنام يعنى انت مرسلة من حبل النكاح اومن حبل الحياء الحقى باهلك يحتمل لحوقها لكونها مادونة ولحوقها لكونها مطلقة خلية برية من النكاح اومن حسن الخلق وهبتك لاهلك يحتمل ان يكون معناه عفوت عن ذنبك لاجل

(۷۹) جو الفاظ صراحۃً طلاق پر نہین دلالت کرتے بلکہ کنایۃً دلالت کرتے ہین وہ اس قسم کے الفاظ ہین جیسے (تو جدا ہی) کہ اوس سے نکاح سے جدائی بھی مراد ہو سکتی ہی اور بھلائیون سے بھی جدائی مراد ہو سکتی ہی اور (الگ ہی) خواہ نکاح سے جدا ہونیوالی یا اپنے اقارب سے جدا ہونیوالی اور (حرام ہی) اس مین یہ بھی احتمال ہو سکتا ہی کہ اپنی بدمزاجی کے سبب سے پاس بیٹھنے سے محروم ہی اور (تیری رسی تیرے کندھے پر ہے) اور اسمین چھوڑنے کی طرف اشارہ ہی اسلیے کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہین تو اوسکی رسی کندھے پر ڈال دیتے ہین۔ غارب گردن اور کوہان کے درمیان کا نام ہی۔ اب اسمین بھی دو احتمال ہین یا تو یہ مراد ہو کہ نکاح کے رسی سے تو چھوٹ گئی یا حیا کی رسی سے اور (اپنے باپ کے گھر کو چلے جا) یا تو باپ کے گھر کو جانے کی اجازت مراد ہو یا طلاق کی وجہ سے چلا جانا مراد ہو اور (چھوٹی ہوئی اور علیحدہ ہی) یا تو نکاح سے یا اچھی عادتون سے اور (مین نے تجھکو تیرے عزیزون کے لیے بخشدیا) یہ معنے بھی ہو سکتے ہین کہ اونکے خاطر سے تیرا قصور معاف

اهلك سرحتك فارقتك يحتمل التسريح والمفارقة بالطلاق او بغيره امرك بيدك في حق الطلاق او في حق اخر انت حرة عن حقيقة الرق او رق النكاح تقنعي استتري تخمري لانك بائن مني اولئلا ينظر اليك اجنبي اخرجي اغربي بالغين المعجمة والراء المهملة اي ابعدي عني لاني طلقتك او لزيارة اهلك ويحتمل ان يكون بالزاء المعجمة وبالعين المهملة من العزوبة اذهبي قومي ابتغي الازواج يحتمل الازواج من الرجال لانها مطلقة او الازواج من النساء۔

کر دیا اور میں نے تجھکو رہا کر دیا اور جا یا اور کسی چیز سے اور تیرا کام تیرے ہاتھ میں یا کسی اور چیز میں اور تو آزاد ہے کہ کسی کے چھوکری ہو یا نکاح سے اور پردہ چھپا اور چادر اوڑھ لے یا تو اسلیئے کہ ہو گئی یا اسلیے کہ کوئی غیر تیری طرف نہ اور دور ہو جا یعنے مجھسے دور ہو جا اسلیے طلاق دیدی یا اپنے گھر والون سے ملنے اور ہو سکتا ہے کہ اعزبی عزوبت سے بے خاوند کے عورت کو کہتے ہین اور چلی جا اور اٹھ جا اور جوڑے ڈھونڈھ لے یعنے خاوند ڈھونڈھ لے اسلیے کہ تو مطلقہ ہے یا اپنی جوڑ کی بہنا پنین اپنے لیے تلاش کرلے۔

\+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+

(۸۰) ويقع البينونة حال مذاكرة الطلاق وهي ان تطلب المرأة او اجنبي طلاقها في القضاء بما يصلح من الكنايات جوابا لا ردا وهي خلية وبرية بائن بتة حرام اعتدي امرك بيدك اختاري ولا يصدق الزوج في هذه الالفاظ ان قال لم ارد بها الطلاق لان الظاهر انه مراده عند طلب المرأة الطلاق۔

(۸۰) اگر عورت نے خاوند سے طلاق چاہی یا کسی اور نے اوسکے لیے طلاق چاہی اور خاوند نے اس اثنا مین ایسا لفظ کہا کہ جس سے طلاق کا کنایہ ہوتا ہے اور وہ جواب ہی ہو سکتا ہے اور دوسرے کے کلام کا رد نہین ہو سکتا جیسے تو چھوڑی ہوئی ہے یا تو علحدہ ہے یا جدا ہے یا حرام ہے یا دن پورے کرلے یا تجھکو اپنے کام کا اختیار ہے یا تو اختیار لیلے۔ تو عند القاضی عورت پر طلاق بائن پڑ جائیگی اور اگر خاوند نے کہا مین نے اس سے طلاق مراد نہین لی تھی تو اوسکی تصدیق نہ کیجائیگی اسلیے کہ ظاہر مین یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب عورت نے

طلاق مانگی اور اس نے اس قسم کا لفظ اوسکے جواب مین کہا تو اسکی مراد طلاق ہوگی

(۸۱) قید بالقضاء لانه یصدق دیانة فیما بینه وبین الله تعالی

(۸۱) عند القاضی کی قید اسلیے لگائی ہے کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے اوس کی تصدیق کیجائیگی اور اوسکا قول معتبر ہوگا۔

(۸۲) فان انکرها ای الزوج النیة فی حال مذاکرة الطلاق صدق فیما یصلح لهما ای للجواب والرد وهی اخرجی واذهبی وقومی وتقنعی وتخمری واستتری واعزبی وانت حرة وحبلك علی غاربك ووهبتك لاهلك والحق ابو یوسف بهذه الالفاظ خمسة اخری وهی خلیت سبیلك وفارقتك وسرحتك ولا ملك لی علیك ولا سبیل لی علیك والحقی باهلك فان هذه الالفاظ تحتمل رد المرأة عن طلبها وان یکون جوابا لها۔

(۸۲) اگر اثنائے ذکر طلاق مین خاوند نے اس قسم کا لفظ کہا جسمین دوسرے کے کلام کے رد کا بھی احتمال ہے اور اُسکے جواب کا بھی احتمال ہے۔ اور پھر خاوند نے کہا مین نے طلاق کی نیت نہین کی ہے تو اوسکی تصدیق کیجائیگی اور وہ الفاظ یہ ہین۔ کہ نکلجا چلی جا اوٹھ جا عورت مت وکھا سر ڈہک لے سامنے مت آ دور ہو جا تو آزاد ہے تیری رسی تیری گردن پر ہے مین نے تجھکو تیرے عزیزون کے لیے بخشدیا اور امام ابو یوسف رح نے ان کے ساتھ پانچ لفظ اور بھی ملحق کیے ہین وہ یہ ہین مین نے تیرا پیچھا چھوڑ دیا مین نے تجھے جدا کر دیا مین نے تجھے رہا کر دیا مین تیرا مالک نہین ہون مجھے تیرے اوپر کچھ دخل نہین اور اپنے گھر کو چلی جا یہ الفاظ اس قسم کے ہین کہ عورت جو طلاق چاہتی ہے اوسکی بات کا رد بھی ہو سکتے ہین اور جواب بھی ہو سکتے ہین۔

(۸۳) ویصدق الزوج فی انکار النیة حالة الغضب الا فیما یصلح جوابا لا غیر ای لا یصلح للرد والسب فان غضبه یدل علی انه اراد الطلاق الا یری ان من قال لغیره حالة الرضا لست لابیك لا یکون قاذفا ولو قال له فی حالة الغضب یکون قاذفا

(۸۳) اگر خاوند نے غصہ کی حالت مین الفاظ کنایہ مین سے کوئی لفظ کہا اور کہا کہ مین نے طلاق کی نیت نہین کی ہے تو یہ اوسکا کہنا سچ سمجھا جائیگا بجز اون الفاظ کے کہ وہ صرف جواب ہی واقع ہو سکتے ہین اور دوسرے کے کلام کا رد نہین ہو سکتے اور نہ وہ گالی مین استعمال کیے جاتے ہین اسلیے کہ اگر اس قسم کا لفظ کہیگا تو اوسکا انکار معتبر نہوگا اور اُسکا غصہ اسبات کی دلیل ہوگا کہ اوس سے طلاق مراد لی ہے دیکھو جو کوئی بغیر غصہ کے کسی سے کہے تو اپنے باپ کا بیٹا

وهی اختاری واعتدی وامرك بیدك واماخلیة وبریة وبائن وبتة وبتلة وحرام فیحتمل الجواب والسب فان قال اردت بها السب حالة الغضب یصدق۔

نہین ہی تو یہ قذف بالزنا نہ سمجھا جائیگا اور اگر غصہ کی حالتمین کہیگا تو قاذف ہوجائیگا اور وہ الفاظ جو صرف جواب ہو سکتے ہین یہ ہین ۔ تو اپنا اختیار لیلے ۔ اور دن پورے کرلے اور تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہے ۔ اور سوائے انکے جو یہ الفاظ ہین کہ تو چھوٹی ہوئی ہی ۔ اور علحدہ ہی ۔ اور جدا ہی ۔ اور بے تعلق ہی اور حرام ہی تو انمین جواب ہونے کی بھی صلاحیت ہی اور گالی مین بھی استعمال ہی

(۸۴) ونجعلها ای الکنایات بوائن۔

(۸۴) ہمارے نزدیک الفاظ کنایات سے جو طلاقین واقع ہوتی ہین وہ بائن ہوتی ہین رجعی نہین ہوتین۔

(۸۵) لا رواجع ای قال الشافعیؒ الطلقات الثابتة بهذه الالفاظ رواجع لانها کنایات عن الطلاق ولهذا یشترط فیها نیة الطلاق فیکون الواقع بها طلاقا۔

(۸۵) امام شافعی رح فرماتے ہین کنایات سے جو طلاق واقع ہوتی ہے وہ رجعی ہوتی ہے اسلیے کہ طلاق سے یہ کنایہ ہوتی ہین اسی لیے اونمین نیت طلاق شرط کیگئی ہے پس اسنسے جو واقع ہوگی وہ طلاق ہوگی۔

(۸۶) ولنا ان الحاجة ماسة الی اثبات البینونة فی الحال کیلا یقع فی مراجعتها بلا قصد و الکنایات ابلغ فی الدلالة علیها ولا نسلم انها کنایات عن الطلاق لانها یعمل عمل نفسها وهو البینونة وشرط النیة فیها التعین بعض محتملاتها لا انها یعمل عمل الصریح وتسمیها کنایات مجاز۔

(۸۶) ہماری دلیل یہ ہی کہ بسا اوقات اسبات کی حاجت واقع ہوا کرتی ہے کہ اوسیوقت علحدگی ہو جائے تاکہ بلا قصد اوس سے مراجعت نہ کربیٹھے اور کنایات اس معنے پر پوری پوری دلالت کرتے ہین اور ہم نہین مانتے کہ وہ طلاق سے کنایہ ہین بلکہ وہ اپنا خود اثر یعنے بینونت ثابت کردیتے ہین اور نیت اسلیے شرط ہے تاکہ کئی احتمالون مین سے ایک احتمال کی تعیین ہو جائے یہ بات نہین ہے کہ وہ صریح طلاق کا اثر کرتے ہین اور اونکا نام کنایہ تو رکھنا مجازاً ہے

\+ \+ \+ \+ \+

(۸۷) ویصح نیة الثلث والغینا الثنتین فی الکنایات۔

(۸۷) کنایات کے اندر تین طلاق کی نیت کرنی صحیح ہی دو طلاق کی نیت کی تو لغو ہوگا۔

دیکھو دیا جوین اگر انکے اندر او ر ستعمال کیا مین ... غصہ مین گالیان دوی [illegible] سمجھا جائیگا۔

(٨٨) خلافاً لزفر له ما مر من الدليل في الصريح ولنا ان البينونة بين الشيئين متنوعة في الحسيات لانهما قد يحتمل اتصالهما وقد لا يحتمله فكذا تنوعت في الشرعيات والطلاق عبارة عن رفع القيد وهو واحد لا يتصور اكثر من واحد۔

(٨٨) امام زفر رح فرماتے ہین اگر دو طلاق کے بھی کنایات کے اندر نیت کر لی تو صحیح ہے اور اونکی وہی دلیل ہے جو صریح طلاق کے اندر بیان ہو چکی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جسطرح موجودات خارجیہ مین دو قسم کی جدائی ہوتی ہے کہ بعض متباینین کا اتصال ممکن ہوتا ہے اور بعض مین اتصال کا احتمال نہین ہوتا اسیطرح شرعیات مین بینونت کی دو قسمین ہین یعنے خفیفہ اور مغلظہ اور طلاق نام ہے رفع قید نکاح کا وہ ایک ہی چیز ہے جسکی قسمین نہین نکل سکتین۔

(٨٩) ولم يوقعوا بها اي بالكنايات بلا نية ثلثا بل انما يقع بالكناية واحدة لان الحرمة يثبت بها وهي اولى بالايقاع ليمكنه التدارك۔

(٨٩) کنایات طلاق سے بدون تین طلاق کے نیت کیے تین طلاقین نہین واقع ہوسکتین بلکہ سب کا یہی قول ہے کہ بلانیت تین طلاق کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ ایک سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے بس ایک ہی کا واقع کرنا مناسب ہے تاکہ پھر اوسکا تدارک ہوسکے۔

(٩٠) ولم يخصوا نية الواحدة بغير المدخول بها بل قالوا يصح نية الواحد لمدخول بها كانت او غيرها۔

وقال مالك ان كانت مدخولا بها يقع بالكناية ثلث وان لم ينو لان مقتضاها التحريم والحرمة انما يثبت بالثلث وان كانت غير مدخول بها فانما تبين بواحدة فقط لانها كافية في تحريمها كما في الصريح

(٩٠) غیر مدخولہ کے ساتھ ایک کی نیت کرنا خاص نہین ہے بلکہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ایک کی نیت سب مین صحیح ہے مگر امام مالک رح فرماتے ہین کہ اگر مدخولہ ہے تو کنایہ سے تین طلاقین اوسکی اوپر واقع ہو جائینگی چاہے تین کی نیت کرے یا نہ کرے اسلیے کہ اوسکا مقتضے حرام ہونا ہے اور حرمت بدون تین طلاقون کے ثابت نہین ہوتی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو وہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جائیگی اسلیے کہ اوس کے حرام ہونے کے لیے ایک ہی طلاق کافی ہے جسطرح طلاق صریح مین۔

(۹۱) واوقعنا بانت واحدۃ
واحدۃ رجعیۃ کاعتدی
واستبری رحمك لا بائنۃ
یعنی هذہ الالفاظ کنایات بالاتفاق
لان الواحدۃ یحتمل ان یکون
صفۃ طلقۃ ای انت طالق
طلقۃ واحدۃ وان یکون صفۃ امرأۃ
ای انت منفردۃ فی الجمال وقیل
ان نصب واحدۃ یکون صفۃ
طلقۃ وان رفعها یکون صفۃ
امرأۃ والصحیح ان لافرق بینهما
لان العوام لایمیزون الاعراب
وکذا امرہ باعتدادها یحتمل
عد نعم اللہ وعد الاقراء لسبق
الطلاق وکذا براءۃ رحمها یجوز
ان یکون لیطلقها او بعد ما طلقها
لکن یقع بها رجعیۃ عندنا۔

(۹۱) ہمارے نزدیک اگر عورت سے کہا تو واحدہ ہے
تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی جیسے اگر کہے شمار کرلے یا اپنے
رحم کو پاک کرلے تو ہمارے نزدیک ایک رجعی واقع ہوتی ہے
یعنے اگرچہ بالاتفاق یہ الفاظ کنایات ہین اسلیے کہ واحدہ
مین احتمال ہے کہ طلاق کی صفت ہو یعنے تجھپر ایک طلاق ہے
اور ہوسکتا ہے کہ عورت کی صفت ہو یعنے حسن و جمال مین تو یکتا
ہے بعض کہتے ہین اگر واحدۃً نصب سے کہا ہے تب تو طلاق کی
صفت ہے اور اگر رفع سے واحدہؐ کہا ہے تو عورت کی صفت ہے
مگر صحیح یہ ہے کہ دونون مین کچھ فرق نہین ہے اسلیے کہ عوام کو اعراب
مین کیا تمیز ہوتی ہے۔ اسیطرح یہ جو اُسنے کہا دشمار کرلے،
ہوسکتا ہے یہ مراد ہو کہ خدا کی نعمتین شمار کر یا حیض شمار کر کہ تجھکو طلاق
دیدی گئی ہے اسیطرح یہ جو کہتا ہے کہ (اپنے رحم کو پاک کرلے) یا تو
اسلیے کہ وہ طلاق دینا چاہتا ہے یا اسلیے کہ طلاق دیچکا ہے۔ باوجودیکہ
یہ تینون الفاظ مذکورہ کنایہ کے الفاظ ہین مگر ہمارے
نزدیک ان سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔

✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣

(۹۲) وقال زفر یقع بائنۃ لانها
کسائر الکنایات۔

(۹۲) امام زفر رحمہ فرماتے ہین یہ بھی مثل اور کنایات کے ہے یعنے
جسطرح اُن سے بائن ہوتے ہے اسیطرح ان سے بھی بائن ہوگی

(۹۳) ولنا ان واحدۃ نعت
طلقۃ وهی صریحۃ واما اللفظ
الثانی فلانه عم قال لسودۃ
اعتدی ثم راجعها واما الثالث
فلانه صریح بما هو المقصود فی
اعتداد الاقراء وهو براءۃ الرحم

(۹۳) ہماری دلیل یہ ہے کہ واحدۃ جس تقدیر پر طلاق کی صفت
ہے تو وہ تو گویا صریح طلاق ہے اور دوسرا لفظ اسلیے طلاق رجعی ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضؓ سے یہی لفظ
فرمایا تھا اور پھر رجوع فرمالیا اور تیسرا لفظ یعنے اپنے رحم کو پاک کرلے
اسلیے طلاق رجعی ہے کہ حیضون کے شمار کرنے سے منظور ہے
یعنے رحم کا پاک ہونا اور اسکے اوپر صراحۃً یہ لفظ دلالت کرتا ہے ؟

فاذا نوى ان يكون البرأة لكونها مطلقة يثبت اصل الطلاق بلا احتياج الى اثبات وصف زائد وهو البينونة هذا اذا قاله للمدخول بها وان قاله لغير المدخول بها يجعل مستعارا محضا عن الطلاق لانه سببه فى الجملة وان لم يكن سببا له فى هذه الحالة۔

پس جب اوسنے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رحم کو پاک کرنے اسلیے کہ تو مطلقہ ہے تو اصل طلاق ثابت ہو گی اور ایک زائد صفت یعنے بینونت کے ثابت کرنیکے ضرورت نہوگی مگر یہ جب ہے کہ مدخولہ سے کہے اور اگر غیر مدخولہ سے کہا تو اوسکے بھی محض طلاق کے لیے استعارہ کرلین گے اسلیے کہ طلاق اوسکا سبب فی الجملہ ہے اگرچہ بیان طلاق سبب استبراء رحم نہین ہے۔

* * * *

(۹۴) وله جعل الواحد فى المدخول بها ثلثا يعنى اذا طلق امرأته المدخول بها طلقة واحدة وقال فى عدتها جعلتها ثلثا كانت ثلثا عند ابى حنيفة وقالا لا يكون لان الواحد لا يكون ثلثا وله ان الواحد يصير ثلثا بضم اثنين اليها فيحمل كلامه عليه صونا عن الالغاء فكانه قال جعلتها ثلثا بضم اثنين اليها فيقع الثلث كما لو صرح بذلك۔

(۹۴) مدخولہ کو ایک طلاق دیکر خاوند کو ممکن ہے کہ اوسکی عدت مین اوس ایک کو تین کر دے یعنے اگر ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک طلاق دی اور اوسکی عدت مین کہدیا کہ مین نے اوس ایک طلاق کو تین طلاق کر دیا تو امام صاحب رح کے نزدیک تین ہو جائین گی اور صاحبین رح کے نزدیک نہین اسلیے کہ ایک طلاق، تین طلاق نہین ہوسکتین امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک کے ساتھ دو ملا دی جائین تب تو تین ہوسکتی ہین اور اوسکا یہ کلام اسی پر محمول کیا جائیگا تا کہ لغو ہونے سے محفوظ رہے اور جب اوسنے کہا مینے ایک کو تین کر دیا تو گویا یہ کہا کہ ایک کے ساتھ دو ملا کر تین کر دیا پس تین واقع ہونگی جسطرح صراحۃً کہدیتا کہ مینے اوس ایک کے ساتھ دو طلاقین اور ملا دین۔

(۹۵) وابطل محمد جعلها اى جعل الزوج الطلقة الرجعية فى عدتها بائنة وقالا لا يبطل۔

(۹۵) امام محمد رح کے نزدیک اگر رجعی طلاق کو عدت کی مدت مین خاوند بائن کر دے تو باطل ہے بخلاف امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے۔

(۹۶) وفى المحيط هذا اذا كان قبل الرجعة لانه لو راجعها ثم قال جعلتها بائنة لا يصح اتفاقا لانه

(۹۶) محیط مین مذکور ہے یہ جب ہے کہ رجعت سے قبل اوسکو بائن کرے اور اگر رجعت کے بعد اوسکو بائن کیا تو بالاتفاق صحیح نہین ہے اسلیے کہ رجوع کر لینے سے طلاق کا عمل

بالرجعة ابطل عمل الطلاق فتعذر جعلها بائنة۔

بالکل باطل ہوگیا پس اوس کا بائن کرنا ناممکن ہے۔

(۹۷) له ان الزوج لا يملك ان يبطل خيار الرجعة بعد ما ثبت له شرعا ولهما انه كان يملك جعله بائنا ابتداء فدل انه داخل فی ولایته فیصح الحاق هذا الوصف به تصحیحا لتصرفه وتحصیلا لغرضه۔

(۹۷) امام محمد رح صاحب کی دلیل اسبات پر کہ طلاق رجعی کو بائن نہیں کر سکتا یہ ہی کہ بعد اسبات کے کہ شرع نے اوسکو رجعت کا اختیار دے دیا ہے وہ اوس اختیار کو باطل نہیں کر سکتا ہی اور اون دونوں کی دلیل یہ ہی کہ ابتداءً اسکو طلاق کو بائن کر سکتا تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ اوس کا بائن کرنا اوسکی اختیار میں ہی لہذا وصف بینونت کو اب بھی اپنی غرض حاصل کرنے اور اپنے تصرف کے صحیح کرنے کے لیے ثابت کر سکتا ہی۔

(۹۸) ولو قال لست امرأتی او لست زوجك او ما انا ای ما انا بزوج لك او ما انت لی بامرأة فهو واقع بالنية ای الطلاق واقع عند ابی حنيفة اذا نوى به والغيا ه اى قالا لا يقع الطلاق۔

(۹۸) اگر بیوی سے کہا تو میری بیوی نہیں ہی یا میں تیرا خاوند نہیں ہوں یا نہیں ہوں میں تیرا خاوند یا نہیں ہے تو میری بیوی اور اس سے طلاق کی نیت کی تو امام صاحب کے نزدیک واقع ہو جائیگی بخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے کہ اُنکے نزدیک لغو سمجھا جائیگا۔

* * * *

(۹۹) اقول لو لم یردف لکان احسن لانه فی طرف النفی۔

(۹۹) میں کہتا ہوں اگر صاحبین کا مذہب ذکر کیا جاتا تو مناسب ہوتا اسلیے کہ وہ ہمارے مذہب سے جانب نفی میں واقع ہی۔

(۱۰۰) قيد بالنية لانه اذا لم ينو به لا تطلق اتفاقا۔

(۱۰۰) نیت طلاق کی اسلیے قید لگائی ہے کہ اگر نیت نہیں کی تو بالاتفاق نہ واقع ہوگی۔

(۱۰۱) وفی الخانية لو قالت طلقنی فقال لست لی امرأة یقع به الطلاق اتفاقا من غير نية

(۱۰۱) خانیہ میں مذکور ہی اگر بیوی نے خاوند سے کہا تو مجھے طلاق دیدے اور خاوند نے کہا تو میری بیوی نہیں ہی تو بالاتفاق طلاق واقع ہو جائیگی اور نیت کی ضرورت نہیں ہی۔

(۱۰۲) لهما ان هذه الالفاظ انكار للنكاح فلا يصح نية الطلاق

(۱۰۲) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ ان الفاظ میں نکاح سے انکار ثابت ہوتا ہی اور جس چیز میں نکاح سے

مما هو انكار له كما لو قال والله ما انت بامرأتي وله ان هذه العبارات صالحة لانشاء الطلاق ايضا فاذا نوى الطلاق فقد نوى ما يحتمل لفظه بخلاف ما استشهدا به لان اليمين انما يقترن بالاخبار فلم يمكن جعله انشاء۔

انکار پایا جائے اُس سے طلاق کی نیت نہین کرسکتے جیسے کہے خدا کی قسم تو میری بیوی نہین ہی اور امام صاحب رح کی یہ دلیل ہی کہ یہ الفاظ طلاق واقع کرنیکی بھی صلاحیت رکھتے ہین پس جب اُن سے طلاق کی نیت کی تو ایسی چیز کی نیت ہوئی جسکے یہ الفاظ محتمل ہین بخلاف اُس صورت کے جس سے صاحبین رح نے استشہاد کیا ہی اسلیے کہ قسم تو خبر کے ساتھ متعلق ہوا کرتی ہی اور اوس کو انشاء کرہی نہین سکتے۔

(۱۰۳) وفي المحيط لو قال طلاقك علي واجب فالصحيح انه يقع ولو قال لعبده عتقك علي واجب لا يعتق والفرق ان نفس الطلاق لا يكون واجبا وانما الواجب حكمه وذا لا يكون الا بعد الوقوع ونفس العتق يجب في الجملة كما في النذر۔

(۱۰۳) محیط مین مذکور ہی اگر بیوی سے کہا تیری طلاق میرے اوپر واجب ہی تو صحیح یہ ہی کہ واقع ہوجایگی اور اگر غلام سے کہا کہ تیرا آزاد کرنا میرے اوپر واجب ہی تو غلام آزاد نہوگا اور دونوں مین فرق یہ ہی کہ نفس طلاق کبھی واجب نہین ہوا کرتی بلکہ اوسکا حکم واجب ہوا کرتا ہی اور حکم بعد وقوع کے ہوتا ہی اسلیے وقوع ضروری ہوا اور آزاد کرنا ایسی چیز ہے کہ کبھی واجب ہوا کرتا ہے مثلاً نذر کی صورت مین۔

(۱۰۴) ولو قال نساء اهل بصرة طوالق وهو من اهلها لا تطلق زوجته ما لم ينو بها عند ابي يوسف وبه يفتى وتطلق عند محمد۔

(۱۰۴) اگر کہا بصرہ والونکی جوروون پر طلاق ہی اور خود بھی وہ بصرہ کا رہنے والا ہی تو اُسکی بیوی پر امام ابو یوسف رح کے نزدیک طلاق واقع نہوگی جب تک کہ نیت نکرے اور اسی پر فتوی ہی اور امام محمد رح کے نزدیک طلاق واقع ہوجائیگی۔

(۱۰۵) وعلى هذا الخلاف لو قال كل من دخل هذه الدار فامرأته طالق ولم ينو نفسه فدخل هو تلك الدار۔

(۱۰۵) اگر یہ کہا کہ جو شخص اس مکان مین آئے اوسکی جورو پر طلاق ہی اور اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ نہین کیا اور وہ خود مکان مین آیا تو اوسمین بھی یہی اختلاف ہی جو اوپر کے مسئلہ مین ہی۔

(۱۰۶) ونلغي قول الزوج لامرأته

(۱۰۶) اگر بیوی سے کہا میرے اوپر طلاق ہی تیری طرف سے

انا منك طالق وان نوى به الطلاق۔

تو ہمارے نزدیک یہ اوسکا قول لغو ہے اگرچہ عورت کی طلاق کی نیت کرے۔

(۱۰۷) وقال الشافعی لا یلغی بل یقع به لان الطلاق شرع لازالة النکاح وهو قائم بهما فیصح اضافة الطلاق الیه کما صحت الیها۔

(۱۰۷) امام شافعی رح فرماتے ہین لغو نہین ہی بلکہ طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ طلاق ازالہ نکاح کے لیے مقرر ہوئی ہی اور نکاح دونون کے ساتھ قائم ہی لہذا خاوند کی طرف بھی طلاق کی نسبت ہو سکتی ہی جسطرح بیوی کی طرف ہوا کرتی ہی۔

(۱۰۸) ولنا ان الطلاق ازالة قید الملك الثابت بالنکاح ولا ملك لها فیه والا لبطل نکاح المسلم الکتابیة اذ لا سبیل للکافر علی المسلم فیلغو کلامه۔

(۱۰۸) ہماری دلیل یہ ہی کہ طلاق اُس قید کے زائل کر دینے کا نام ہی جو ملک نکاح سے ثابت ہوا کرتی ہی اور ملک عورت کو ثابت نہین ہوتی ورنہ مسلمان مرد اور کتابیہ عورت مین نکاح درست نہوا سلیے کہ کافر کو مسلمان پر حکومت نہین ہو سکتی لہذا خاوند کا یہ کلام لغو سمجھا جائیگا اور طلاق نہ واقع ہوگی

(۱۰۹) لا بائن او حرام یعنی لو قال لها انا منك بائن او حرام لا یلغو بل یقع اتفاقا لان الابانة ازالة وصلة النکاح والحرام لازالة الحل وهما مشترکان فیهما۔

(۱۰۹) اگر یہ کہا کہ مین تیری جانب سے جدا ہون یا حرام ہون تو ہمارے نزدیک بھی یہ کلام لغو نہوگا بلکہ بالاتفاق طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ جدا ہونا علاقہ نکاح کو زائل کرنا ہی اور حرام ہونا حلت کو زائل کرنا ہی اور وہ دونون مین مشترک ہے۔

(۱۱۰) فان قلت اذا قال لامرأته انت بائن یقع واذا قال انا بائن لا یقع ما لم یقل منك ولو کانت الوصلة مشترکة بینهما لاستوی القولان قلنا وصلتها مختصة بزوجها فتبین بقوله انت بائن ووصلته غیر مختصة بها لجواز ان یکون له وصلة اخری بامرأة

(۱۱۰) اگر یہ کہا جائے کہ عورت سے اگر خاوند کہے تو جدا ہی تو طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اگر یہ کہے کہ مین جدا ہون تو واقع نہین ہوتی جبتک اوسکے ساتھ یہ نہ کہے کہ تیری جانب سے اور بحکم علاقہ نکاح کے دونون مین مشترک ہونے کے ضروری تھا کہ دونون قول برابر ہوتے تو اُسکا یہ جواب ہی کہ عورت کا علاقہ تو صرف اس خاوند کے ساتھ مخصوص ہی اسلیے یہ کہنے سے کہ تو جدا ہے تعلق جاتا رہتا ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہی اور خاوند کا علاقہ اس عورت کے ساتھ مختص نہین ہی بلکہ ہو سکتا ہے

اخرى فلا يقع مالم يقل منك۔

(۱۱۱) ولو قال انت طالق واحدة او لا حكم بواحدة اى حكم محمد بطلقة واحدة والغياه اى قالا لا يقع به شئ۔

(۱۱۲) له انه ادخل الشك فى الواحدة فيسقط فيبقى قوله انت طالق فيقع ولهما ان الطلاق اذا قرن بالعدد يكون بمنزلة كلمة واحدة فلا حكم له قبل ذكره ولهذا لو قال لغير المدخول بها انت طالق ثلاثا انها بانت بقوله طالق فلا يقع الثلث فاذا ابطل الواحدة بالشك بطل الايقاع ايضا۔

(۱۱۳) ولو قال لزوجته الامة انت طالق ثنتين مع عتق مولاك اراد به الاعتاق لانه مسببه وذكر المسبب وارادة السبب شائع فاعتقها مولاها ملك الرجعة اى الزوج مراجعتها لانه علق الطلقتين بالاعتاق والمعلق يوجد بعد الشرط فتطلق وهى حرة فلا يحرم عليه حرمة مغلظة بالثنتين

(۱۱۴) لا يقال كلمة مع ينافيه

کہ دوسری عورت سے بھی اوسکو علاقہ نکاح ہو لہذا جب تک

(۱۱۱) اگر خاوند نے کہا تجہپر ایک طلاق ہی یا نہین تو امام محمد رح فرماتے ہین ایک طلاق واقع ہو جائیگی اور ابو یوسف و ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک یہ کہنا لغو ہو گا اور کچہ نہ واقع ہو گا۔

(۱۱۲) امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ اوسنے ایک مین شک ثابت کر دیا اسلیے ایک کا لفظ ساقط ہو جائیگا اور یہ قول کہ تجہپر طلاق ہی بدستور باقی رہیگا اور اوس سے ایک طلاق واقع ہو جائیگی امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہی کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کا ذکر کیا گیا تو وہ سب بمنزلہ ایک کلمہ کے ہو گا اور بدون اوس عدد کے ذکر کیے طلاق کا حکم ثابت نہو گا اسلیے اگر غیر مدخولہ کو کہا تو طلاق پانے والی ہی تین طلاق تو یہ نہین کہ سکتے کہ صرف اتنے کہنے سے کہ تو طلاق پانے والی ہی وہ جدا ہو جائیگی اور تین طلاقین نہ واقع ہونگی پھر جب صورت مذکورہ مین ایک کے اندر شک ہو گیا تو ایقاع طلاق

(۱۱۳) اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوکری تھی یہ کہا کہ تیرے مالک کے آزاد کرتے ہی ساتھ تجہپر دو طلاقین ہین اور اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا تو اوس پر دو طلاقین واقع ہو جائینگی مگر خاوند اوسکی طرف رجوع کر سکے گا آزاد ہونے سے متن مین آزاد کرنا مراد ہی اسلیے کہ آزاد کرنا اوسکا سبب ہی اور مسبب بولکے اکثر سبب مراد لیا کرتے ہین) اور خاوند اسلیے اس صورتمین رجوع کر سکتا ہی کہ اوسنے طلاق مین مالک کے آزاد کرنے کی شرط لگائی ہی اور مشروط شرط کے بعد پایا جاتا ہے تو اسپر ایسی حالتمین دو طلاقین واقع ہونگی جب کہ وہ حرہ ہو گئی ہے

(۱۱۴) یہ نہین کہہ سکتے کہ معا کا لفظ بعد کو پائے جانے کی

لانها قد تجی بمعنی بعد کقوله تعالی اِنَّ مع العسر یسرًا۔

منافی ہی اسلیے کہ کبھی مع کا لفظ بعد کے معنے مین بھی آتا ہی جسطرح اللہ پاک کے کلام مین واقع ہی اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا یعنی تحقیق دشواری کے

(۱۱۵) فان قیل ذکر فی الجامع من قال لاجنبیة انت طالق مع نکاحك فهو لغو فلم لم یجعل هنا مع بمعنی بعد لیصح کلامه قلنا لان الطلاق مع النکاح متنافیان فلا یعلق به الا بصریح الشرط فابقینا مع علی حقیقته فلغا بخلاف الطلاق والعتق فانهما لا یتنافیان فجعل مع بمعنی بعد تصحیحا لکلامه ونظیره ما لو قال لامرأته الامة انت طالق فی دخولك الدار یتعلق بالدخول ولو قال لاجنبیة انت طالق فی نکاحك یلغو۔

(۱۱۵) اگر کہا جائے کہ جامع مین مذکور ہی اگر ایک شخص نے اجنبیہ عورت سے کہا تیرا نکاح ہوتے ہی معًا تجھپر طلاق ہی تو یہ کلام لغو ٹھہرا ہی پھر کیا وجہ کہ یہان مع کو بعد کے معنی مین نہین لیا جاتا تاکہ اسکا کلام لغو نہو تو اسکا یہ جواب ہی کہ طلاق کو نکاح کے ساتھ منافات ہی لہذا جبتک صریح شرط کا لفظ نہ کہا جائے طلاق اسکے ساتھ مشروط نہین ہوسکتی اسلیے وہان مع کو اوسکے حقیقی معنے پر چھوڑا جائیگا پس اوسکا کلام لغو ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ انمین منافات نہین ہے لہذا اوسکے کلام کے صحیح کرنے کے لیے مع کو بعد کے معنے مین لے لیا جائیگا اور اسکی نظیر یہ ہی کہ اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوکری ہی کہا ہو گھر کے اندر داخل ہونے مین تجھپر طلاق ہی تو طلاق دخول کے ساتھ معلق ہوگی اور اگر اجنبی عورت سے کہا تیرے ساتھ نکاح کرنے مین تجھپر طلاق تو لغو ہوگا۔

✤ ✤ ✤ ✤

(۱۱۶) ولو علقهما بمجئ الغد ای قال لامرأته الامة انت طالق ثنتین اذا جاء غد والمولی عتقها به ای قال لها مولاها اذا جاء غد فانت حرة ملکه ایاها ای جعل محمد زوجها مالکا للرجعة وقالا لیس له الرجعة۔

(۱۱۶) اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوکری ہی یہ کہا کہ کل کی آتی ہی تجھپر دو طلاقین ہین اور اوسکے مالک نے بھی یون کہا کہ کل کے آتی ہی تو آزاد ہی تو کل ہوتے ہی اوسپر دو طلاقین واقع ہوجائینگی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک وہ بیوی کیطرف رجوع بھی کرسکے گا مگر امام صاحب اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک رجوع نہ کرسکے گا

✤ ✤ ✤ ✤

(۱۱۷) له ان المعلق کالمرسل

(۱۱۷) امام محمد رحمہ کی دلیل یہ ہی کہ معلق کا حال شرط کے

عند الشرط فصار كان الاعتاق والتطليق وجدا في ذلك الوقت فيقع العتق اولا لان الاعتاق مندوب والتطليق محظور فيتاخر حكم المحظور كما ان حكم البيع الفاسد وهو الملك تاخر الى وجود القبض لكونه محظورا ولهما ان الاعتاق علة للعتق ولكن التطليق علة للطلاق فكما اقترن العلتان في الزمان اقترن معلولهما فكل من العتق والطلاق يتصادفها وهي امة۔

پائے جانے کے ساتھ ایسا ہے جیسے غیر معلق کا حال ہے تو ایسا سمجھنا چاہیے کہ طلاق اور عتاق دونون کل کے روز پائے گئے پس اولاً عتق پایا جائیگا اسلیے کہ آزاد کرنا مستحب چیز ہے اور طلاق ایک بری چیز ہے پس اسکا حکم عتق کے حکم سے ثبوت مین موخر ہوگا جسطرح بیع فاسد کا حکم یعنے ملکیت وقت قبض تک بسبب ممنوع ہونے کے متاخر ہوتا ہے اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ آزاد کرنا آزاد ہونے کی علت ہی اور طلاق دینا طلاق پڑنے کی علت ہی پس جسطرح دونون علتین ایک زمانہ مین ساتھ ساتھ پائی جائینگی اسی طرح اون دونون کی معلول ایک ہی زمانہ مین ساتھ ساتھ پائی جائینگی پس طلاق اور عتق اوس بیوی کے ساتھ دونون ایسی حالتمین متعلق ہوئی ہین کہ جسوقت وہ چھوکری ہی

(۱۱۸) لكن عدتها مقدرة بثلث حيض اتفاقا لانها حتياط في اثباتها صيانة عن الاشتباه بخلاف المسئلة الاولى لان العتق ثمه شرط فيقع الطلاق بعده۔

(۱۱۸) مگر یہ بات ہی کہ بالاتفاق عدت اسکی تین ہی حیض معین کیجائیگی جسطرح حرہ کی ہوتی ہی اسلیے کہ عدت کے ثابت کرنے مین اشتباہ حریت سے بچنے کے لیے احتیاط کیجائیگی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہان عتق ہونے کو طلاق کی شرط گردانا ہے اور طلاق اوسکے بعد واقع ہوگی اور لامحالہ اوسکی عدت تین حیض ہی

(۱۱۹) او بموت مولاها وهو اخوه اي اذا قال لامرأة وهي امة اخيه اذا مات مولاك فانت طالق ثنتين فمات المولى فورثها اي الزوج يرفعهما اي ابو يوسف الطلقتين ويحرم عليه حرمة مغلظة۔

(۱۱۹) ایک شخص نے اپنی بیوی سے جو اوسکے بھائی کی باندی تھی کہا اگر تیرا مولی مر جائے تو تجہپر دو طلاقین ہین اور مولی مر گیا اور اوس شخص کو اپنے بھائی کے ورثہ مین یہ باندی ملی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکے اوپر دو طلاقین واقع ہو جائینگی اور حرمت مغلظہ اوس کو ثابت ہو جائیگی۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

(۱۲۰) وخالفه اي قال محمد

(۱۲۰) امام محمد رح فرماتے ہین کچھ نہ واقع ہوگا اسلیے

لایقع شئ لان الزوج ملکھا عقیب موت اخیہ وزال بہ النکاح والطلاق ایضا یوجد عقیبہ لانہ معلق بہ فیصادفہا الطلاق حال زوال النکاح فلایقع۔

کہ اپنے بھائی کے مرنے کے بعد خاوند اوس چھوکری کا مالک ہوگیا اور مالک ہونے کی وجہ سے نکاح جاتا رہا اور طلاق بھی مرنے کے بعد ہی پائی جائیگی اسلیے کہ وہ مشروط بالموت تھی پس ایسے وقت مین اوسکے ساتھ طلاق متعلق ہوگی جسوقت مین اوسکا نکاح زائل ہوچکا ہے لہذا واقع نہوگی۔

(۱۲۱) ولہ ان ملک الوارث لایتعقب الموت بل یتحقق اذا استغنی المیت عن مالہ بتجہیزہ واداء دینہ لان کل جزء یجوز ان یکون محتاجا الیہ بتقدیر ھلاک الباقی فیصادفہا الطلقتان وھی امۃ منکوحۃ۔

(۱۲۱) امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک وقوع طلاق کی وجہ یہ ہے کہ وارث کی مالکیت مورث کے مرجانے کے بعد ہی نہیں ہوجاتی بلکہ اوسوقت مالکیت ہوتی ہی جب میت کی حاجت مثل تجہیز تکفین اور ادائے دین وغیرہ کے مال بچ رہے اسلیے کہ ہر جز مین باقی اجزاء کے ہلاک ہوجانے کی تقدیر پر اسبات کا احتمال ہی کہ میت کی حاجت سے زیادہ نہین ہی پس ثابت ہوا کہ دو طلاقین اوس چھوکری کے ساتھ ایسے وقت مین متعلق ہونگے جبکہ وہ منکوحہ ہو

(۱۲۲) وثمرۃ الخلاف تظہر فی ثبوت النسب بعد ستۃ اشھر الی سنتین ھل یثبت ام لا فعند ابی یوسف یثبت لان الامۃ حرمت علیہ حرمۃ غلیظۃ بطلقتین ولم یحل لہ بملک الیمین وطئہا حتی تنکح زوجا غیرہ وحمل علوقہا من النکاح الی سنتین حملا للصلاح وعند محمد لایثبت الا ان تاتی باقل من ستۃ اشھر کذا فی الجامع الصغیر۔

(۱۲۲) اس اختلاف کا نتیجہ ثبوت نسب مین ظاہر ہوگا کہ اوس چھوکری کے چھہ مہینہ کے بعد دو برس تک اگر کچھ اولاد پیدا ہوئی تو وہ ثابت النسب ہوگی یا نہیں امام ابو یوسف کے نزدیک تو اوسکا نسب ثابت ہوگا اسلیے کہ دو طلاقون کے واقع ہونے سے وہ چھوکری اوسکے اوپر حرام ہوگئی بحرمت غلیظہ اور اب اوسکے ذات کے مالک ہوجانے سے اوس سے صحبت درست نہوگی جبتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے اور دو سال تک جو کچھ اوسکے پیدا ہوگا بہتری کا لحاظ کرکے یہی سمجھا جائیگا کہ حالت نکاح کے حمل سے پیدا ہوا ہی اور امام محمد کے نزدیک نسب ثابت نہوگا مگر اوسوقت کہ چھہ مہینہ سے کم مین پیدا ہو۔ کذا فی الجامع الصغیر

(۱۲۳) ولو وصفہ بضرب من

(۱۲۳) اگر طلاق کو کسی قسم کی زیادتی یا شدت کے ساتھ

الزیادۃ والشدۃ نوقعہ بائنا۔
(۱۲۴) لارجعیا ای قال الشافعی یقع رجعیا فی المدخول بھا۔
(۱۲۵) قید بہ لانہ فی غیرھا لایکون رجعیا اتفاقا۔
(۱۲۶) کطلاق بائن ای کقولہ انت طالق طلاقا بائنا وھذا توصیف بالشدۃ معنی لان البائن اشد من الرجعی او اشدہ ای اشد الطلاق او افحشہ او اخبثہ او اسوأہ وتوصیف الطلاق بھذہ الاوصاف انما یکون باعتبار اثرہ وھو البینونۃ فی الحال فان قیل لو قال شدیدا کان بائنا وفی اشدہ کان ینبغی ان یکون ثلثا قلنا افعل التفضیل یجیئ لمطلق الاثبات کقولہ تعالے وبعولتھن احق بردھن او طلاق الشیطان ای کقولہ انت طالق طلاق الشیطان او البدعۃ وکل من ھذین الوصفین ینبیٔ عن البینونۃ لان السنی ھو الرجعی فیکون البدعی فی غیر حالۃ الحیض بائنا او کالجبل ای طلاقا کالجبل او ملاء البیت وکل من ھذین الوصفین ینبئ عن الزیادۃ۔

صفت کرکے بیان کیا تو ہمارے نزدیک بائن واقع ہوگی نہ رجعی
(۱۲۴) امام شافعی رح فرماتے ہین اگر مدخولہ عورت ہے تو اوسوقت مین رجعی واقع ہوگی۔
(۱۲۵) مدخولہ کی قید اسلیے لگائی ہے کہ غیر مدخولہ مین بالاتفاق بائن واقع ہوگی۔
(۱۲۶) زیادتی اور شدۃ کے ساتھ صفت کرنے کی یہ شالین ہین جیسے (تجھپر طلاق ہے طلاق بائن) اس صفت کے اندر شدت معنے کے اعتبار سے پائی جاتی ہے اسلیے کہ بائن رجعی سے شدید ہوتی ہے یا یہ کہا (تجھپر اشد طلاق یا افحش طلاق یا اخبث طلاق یا بدترین طلاق ہے) ان اوصاف کے ساتھ طلاق کا صفت کرنا باعتبار اثر طلاق کے ہے اور اُسکا اثر یہ ہے کہ اوسیوقت بینونت ثابت ہوجائے اگر کہا جائے طلاق شدید کہنے سے ایک طلاق بائن پڑتی ہے پس مناسب ہے کہ اشد کہنے سے تین طلاقین واقع ہوجائین تو اُسکا یہ جواب ہے کہ کبھی اسم تفضیل مطلق اثبات فعل کے لیے آتا ہے کقولہ تعالی وبعولتھن احق بردھن یعنے اونکے خاوند اونکے لوٹانے کے مستحق ہین۔ یا یہ کہا (تجھپر شیطان کی طلاق یا بدعت کی طلاق) یہ دونون صفتین بینونت کو چاہتے ہین اسلیے کہ طلاق سنی طلاق رجعی ہے پس طلاق بدعی سوائے حیض کی حالت کے بائن ہی ہوگی (یا پہاڑ کے برابر یا گھر بھر کے) یہ دونون وصف بھی زیادتی کو چاہتے ہین۔

(۱۲۷) وفی المحیط الاصل فی هذا ان الطلاق متی شبه بشیٔ یقع بائنا عند ابی حنیفة سواء کان المشبه به صغیرا او کبیرا او ذکر مع المشبه به العظم او لا وعندهما ان ذکر معه العظم کان بائنا کقوله انت طالق کعظم السمسم۔

(۱۲۷) محیط مین مذکور ہی اس بارہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر طلاق کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دیکر دیجائے تو امام صاحب رح کے نزدیک وہ طلاق بائن ہوتی ہی خواہ مشبہ بہ کوئی بڑی چیز ہو یا حقیر چیز ہو یا مشبہ بہ کے ساتھ اوسکا بڑا ہونا بھی ذکر کیا جائے یا نہ ذکر کیا جائے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر مشبہ بہ کا بڑا ہونا ذکر کیا جائے تو بائن ہوگی جیسے تجھپر اتنی بڑی طلاق ہی جتنا بڑا تل ہوتا ہے۔

(۱۲۸) وعند زفر ان وصف المشبه به بالشدة او بالعظم کان بائنا والا فهو رجعی۔

(۱۲۸) امام زفر رح کے نزدیک اگر مشبہ بہ کے ساتھ اوسکی شدت اور بڑے ہونے کا ذکر کیا تب تو طلاق بائن ہوگی ورنہ رجعی ہوگی۔

(۱۲۹) قید بقوله بضرب من الزیادة لانه لو وصفه بما لا ینبئ عن زیادة کقوله احسن الطلاق او اسنه او اعدله یقع رجعیا اتفاقا ولو وصفه بما لا یوصف به الطلاق کقوله انت طالق طلاقا لا یقع علیك او انا مخیر فیه یکون رجعیا اتفاقا لان هذا الوصف مناف لمقتضی الطلاق فیلغو۔

(۱۲۹) یہ قید کہ طلاق کو ایک قسم کی زیادتی اور شدت کے ساتھ وصف کرے اسلیے زیادہ کی ہی کہ اگر ایسی چیز کے ساتھ وصف کیا جس سے زیادتی سمجھ مین نہین آتی جیسے تجھپر بہترین طلاق یا زیادہ تر مسنون طلاق یا اعدل طلاق تو بالاتفاق رجعی واقع ہوگی اور اگر ایسی چیز کے ساتھ وصف کیا جسکے ساتھ طلاق موصوف نہین ہوا کرتی جیسے یہ کہا کہ تجھپر ایسی طلاق جو تیرے اوپر نہ واقع ہو یا ایسی طلاق جسمین مجھکو اختیار ہی تو بھی بالاتفاق رجعی ہوگی کیونکہ اس قسم کا وصف مقتضائے طلاق کے منافی ہی بس لغو سمجھا جائیگا۔

(۱۳۰) له ان وصف الطلاق بالبینونة وبما یدل علیها مخالف لموجبه وهو الرجعة فیلغو کما لو قال انت طالق علی ان لا رجعة لی علیك ولنا ان الطلاق یحتمل البینونة کما فی الطلاق قبل الدخول بل لا اصل فیه البینونة لانه

(۱۳۰) امام شافعی رح کے اثبات مین کہ طلاق کو اگر شدت یا زیادتی کے ساتھ صفت کیا جائے تو اوس سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہی نہ بائن۔ یہ دلیل ہی کہ طلاق کا بینونت یا اور کسی ایسی صفت سے موصوف کرنا جو بینونت پر دلالت کرے موجب طلاق یعنے رجعت کے مخالف ہی بس لغو ہوجائیگا جیسے کہے تجھپر طلاق ہی اسطرح پر کہ مجھکو تیرے اوپر رجوع کا

رفع لقید النکاح الا ان الرجعة یثبت فی الصریح الغیر الموصوف بالبینونة بالنص فبقی فیما وراءہ علی الاصل۔

استحقاق نہو گا۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق بینونت کی محتمل ہے جیسے طلاق قبل الدخول میں بلکہ اصل طلاق کے اندر بینونت ہی ہے اسلیے کہ وہ رفع قید نکاح کا نام ہے مگر اس طلاق صریح کے اندر جو موصوف بالبینونت نہو نص سے رجوع کیا جا

(۱۳۱) وان نوی بتوصیفہ ثلثا یقعن لان البینونة متنوعة خفیفة وغلیظة فایہما نوی صحت نیتہ۔

(۱۳۱) اگر طلاق کو شدت یا زیادت کے ساتھ موصوف کیا اور اس سے تین طلاق کا ارادہ کیا تو تین طلاق واقع ہو جائینگی اسلیے کہ بینونت کی دو قسمیں ہیں خفیفہ اور غلیظہ دونوں میں سے جسکا ارادہ کریگا اوسکی نیت صحیح ہو جائیگی۔

(۱۳۲) او بالطول او العرض ای لو قال انت طالق طلاقا طویلا او عریضا جعلناہ بائنا۔

(۱۳۲) اگر طلاق کو طول یا عرض کے ساتھ موصوف کیا جیسے تجھے لمبی سے طلاق یا چوڑی سے طلاق تو ہمارے نزدیک وہ طلاق بائن ہوگی۔

(۱۳۳) وقال زفر یکون رجعیا لان ہذین الوصفین من صفات الاجسام فیلغوا۔

(۱۳۳) امام زفر رح فرماتے ہیں یہ طلاق رجعی ہوگی اسواسطے کہ طول اور عرض اجسام کے صفات ہیں طلاق کے اندر یہ صفات لگانا لغو ہوگا۔

(۱۳۴) ولنا ان الامر قد یوصف بالطول والعرض ویکنی بہ عن شدة حکمہ فیفید فی الطلاق البینونة

(۱۳۴) ہماری دلیل یہ ہے کہ کبھی ایک چیز کو طول یا عرض کے ساتھ موصوف کیا جاتا ہے اور مراد اس سے اوسکے حکم کی شدت مراد ہوتی ہے پس اسیطرح طلاق کو اسکے ساتھ موصوف کرنا بینونت کا مفید ہوگا۔

(۱۳۵) ویقع لاضافتہ الی الجملة ای اضافة الزوج الطلاق الی جملة اجزاء المرأة او ما ینوب منابہا کانت ای کانت طالق فالخطاب لجملتہا او وجہک یعنی وجہک طالق او روحک او جسدک او فرجک او عنقک او رأسک وہذہ الفاظ یعبر بہا عن الجملة قال اللہ تعالی ویبقی وجہ ربک

(۱۳۵) طلاق بہو حال واقع ہو جاتی ہے خواہ خاوند طلاق کی نسبت عورت کی تمام اجزا کی طرف کرے یا کسی ایسے جزو کے طرف کرے جو کل کا قائم مقام ہو جاتا ہے جیسے کہے تجھے طلاق ہے کہ یہاں پوری عورت سے خطاب ہے یا کہے تیرے مونہہ پر طلاق ہے یا تیری جان پر یا تیرے بدن پر یا تیرے فرج پر یا تیرے گردن یا سر پر کہ ان الفاظ سے پوری ذات کو تعبیر کر سکتے ہیں قال اللہ تعالی ویبقی وجہ ربک اور تیرے رب کا موتھ یعنے اوسکی ذات باقی رہیگی اور کہا کرتے ہیں فلان شخص کی جان جاتی رہے یا بدن ہلاک ہو گیا یعنے ذات ہلاک ہو گئی۔

[margin note:] [illegible] اسکے سوا [illegible] مقتضا اصل کے موافق بینونت کا حکم باقی رہیگا۔ صحیح ہو جائیگی

ای ذاته ویقال هلك روح فلان اوجسده ای نفسه وقال ع م لعن الله الفروج علی السروج اراد بها النساء وقال الله تعالی فظلت اعناقهم لها خاضعین ای ذواتهم ویقال امری حسن مادام راسك ای مادمت باقیا۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اون فرجون یعنے عورتون پر جو زینون پر سوار ہون خدا کی لعنت ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے فظلت اعناقهم لها خاضعین اور گردنون سے ذاتین مراد ہین اور کہا کرتے ہین جب تک تیرا سر قایم ہے اسوقت تک میرا کام درست ہے یعنے جب تک تو باقی ہے

۱۳۶، وفی المحیط لو قال رأسك طالق وعنی به اقتصار الطلاق علی الرأس لا یبعد ان تقول لا تطلق۔

۱۳۶، محیط مین مذکور ہے اگر کہا تیرے سر پر طلاق ہے اور راس سے فقط سر پر ہی طلاق دینا مراد لیا تو یہ بات کچھ دور نہین ہے جو ہم کہدین طلاق نہ واقع ہوگی۔

۱۳۷، او الی جزء شائع کنصفك او ثلثك یعنی اذا قال نصفك طالق یقع لان الجزء الشائع محل للتصرفات کالبیع ونحوه فیکون محلا للطلاق الا ان وقوعه غیر متجز فیقع کاملا۔

۱۳۷، اگر طلاق کے ایسے جزو کی طرف نسبت کی جو تمام بدن مین مشترک ہے جیسے مثلاً تیرے نصف پر طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ اس قسم کا جزء محل تصرفات ہوسکتا ہے مثل بیع وغیرہ کے پس محل طلاق بھی ہوسکیگا مگر طلاق ایسی چیز ہے کہ اسکا وقوع ایک حصہ بدن پر نہین ہوسکتا لہذا لامحالہ پوری ذات پر واقع ہوگی۔

۱۳۸، والغیناه ای الطلاق فیما لا ینوب ای فی الالفاظ التی لا یعبر بها عن جملة البدن کیدك بالرفع علی الحکایة ای کقوله یداك طالق اورجلك وغیرهما مما لا یعبر به عن الجملة وقال زفر یقع۔

۱۳۸، اگر ایسی جزو کی طرف طلاق کی نسبت کرے جو بولنے مین تمام بدنکا قایم مقام نہین ہوسکتا جیسے تیرے ہاتھ پر طلاق ہے یا پیر پر یا اور کسی ایسے عضو کی طرف جو کل کا قائم مقام نہین ہوسکتا طلاق کی نسبت کی تو ہمارے نزدیک لغو ہے اور طلاق نہ واقع ہوگی بخلاف امام زفر رح کے کہ یدك بالرفع ہے اور اعراب حکائی ہے جیسے یدك طالق پس جسطرح اصل کلام مین واقع ہے اوسیطرح اوسکا اعراب بدستور ہے۔

۱۳۹، قيد بالطلاق لانه لو اضاف النكاح اليه لايجوز اتفاقا لان الحرمة فى غيره يغلب الحل فيه۔

۱۳۹، طلاق کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر نکاح کو اوسکی طرف نسبت کیا تو بالاتفاق جائز نہوگا اسلیے کہ اس جزء کی حلت پر اور اجزاء کی حرمت غالب آجائیگی۔

۱۴۰، له انه جزء مستمتع فيه بعقد النكاح فيكون محلا للطلاق فيسرى منه الى الكل ولنا ان الطلاق رفع القيد فيختص بمحل يضاف اليه النكاح واليد وامثالها لايجوز اضافة النكاح اليها فلايكون محلا للطلاق والاستمتاع باليد انما حل تبعا للحل فى جميعها۔

۱۴۰، امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ اس قسم کا جزء بھی ایسا ہے کہ عقد نکاح کے سبب سے اوس سے نفع اوٹھایا جاتا ہے پس طلاق کا بھی محل ہوگا اور جب اوسپر طلاق واقع ہوگی تو باقی اجزاء مین بھی اوسکا حکم سرایت کرجائیگا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق رفع قید نکاح کا نام ہے لہذا ایسے ہی جزء کی طرف طلاق کی نسبت ہوسکے گی جسکی طرف نکاح کی نسبت ہوسکتی ہے اور ہاتھ اور اوسکے مثل ایسے اجزاء ہین کہ نکاح کی نسبت اونکی طرف درست نہین ہے اسواسطے محل طلاق بھی نہوسکینگے

۱۴۱، فان قيل اليد يعبر بها عن الجميع كما قال الله تعالى تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ اراد به ذاته قال عم على اليد ما اخذت قلنا استعاله غير متعارف وانما جاء على وجه الندرة حتى اذا كان عند قوم يعبرون به عن الجملة وقع الطلاق باى عضو كان۔

۱۴۱، اور اگر کہو ہاتھ سے بھی کبھی پوری ذات کو تعبیر کیا کرتے ہین کقوله تعالے تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ کہ اوسکی ذات کا ہلاک ہو نامراد ہے یا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے على اليد ما اخذت یعنے جو ہاتھ نے لیا ہے اوسی پر اسکا وبال ہے یعنے اوسی شخص پر تو اسکا یہ جواب ہے کہ اسطرح پر اسکا استعمال بہت کم آیا ہے اور متعارف نہین ہے حتے کہ اگر کسی گروہ مین اس قسم کا استعمال شائع ہو اور ان اجزاء کو بول کر وہ کل مراد لیا کرتے ہون تو خواہ وہ کوئی عضو ہو طلاق واقع ہوجائیگی۔

۱۴۲، ولو قال نصف تطليقة او ثلثها وقعت كاملة لان الطلاق لا يتجزى فذكر بعضه كذكر كله۔

۱۴۲، اگر کہا تیرے اوپر آدہی یا تہائی طلاق تو پوری ہی طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ طلاق کے ٹکڑے نہین ہوسکتے اور ایک ٹکڑے کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے کل کا ذکر کرنا۔

۱۴۳، وفى المحيط وكذا لو قال و ثلثها و سدسها لانه لم يتجاوز

۱۴۳، محیط مین مذکور ہے اسیطرح اگر یہ کہا کہ تیرے اوپر نصف طلاق اور اوسکا ثلث اور اوسکا چھٹا حصہ تو ایک ہی

عن مجموع اجزاء تطليقة وان جاوز كما اذا قال نصف تطليقة وثلثها وربعها فالمختار انه يقع ثنتان لانه زاد على اجزاء تطليقة واحدة فلابد ان يكون الزيادة من تطليقة اخرى فيتكامل الزيادة۔

واقع ہوگی اسلیے کہ یہ سب ملکر ایک طلاق کی مجموعہ اجزا سے زیادہ نہین ہوئی اور اگر زیادہ ہو جائین جس طرح آدہی طلاق اور اوسکا تہائی اور اوسکا چوتھائی تو پسندیدہ قول اسوقت مین یہ ہے کہ دو طلاقین واقع ہونگی اسلیے کہ یہ ملکر ایک طلاق کے اجزا سے زیادہ ہوگئی پس لامحالہ وہ زیادتی دوسری طلاق سے ہوگی اور وہ خواہ مخواہ بسبب عدم تجزی کے پوری کرنی پڑیگی۔

(۱۴۴) واما لو لم يضف الاجزاء الى تطليقة واحدة وقال انت طالق نصف تطليقة وثلث تطليقة وسدس تطليقة يقع ثلث لانه اضاف كل جزء الى تطليقة منكرة فاقتضى كل جزء تطليقة على حدة۔

(۱۴۴) اور اگر سب اجزاء کے نسبت ایک طلاق کیطرف نہین کی بلکہ یون کہا تیرے اوپر نصف طلاق اور ثلث طلاق اور سدس طلاق تو تین طلاقین واقع ہونگی اسلیے کہ ہر ایک جزء و ایک غیر معین طلاق کی طرف نسبت کیا ہے پس ہر ہر جزء ایک ایک طلاق کے وقوع کا مقتضی ہوگا۔

+ + + +

(۱۴۵) او واحدة ونصفا اى لو قال انت طالق واحدة ونصفا قبل الدخول بتلك المرأة اوقعنا ثنتين لا واحدة اى قال زفر يقع واحدة۔

(۱۴۵) اگر کہا تجہیر طلاق ہے ایک اور آدہی اور اوس عورت کے ساتھ دخول نہین کیا تھا تو ہمارے نزدیک دو طلاقین واقع ہون گی نہ ایک جیسا کہ امام زفرؒ فرماتے ہین۔

+ + + +

(۱۴۶) قيد بقوله قبل الدخول لانه لو قال كذا بعده يقع ثنتان اتفاقا

(۱۴۶) قبل الدخول کی قید اسلیے زیادہ کی ہے کہ اگر بعد از دخول کہا ہو تو بالاتفاق دو واقع ہونگی۔

(۱۴۷) له ان نصف تطليقة تطليقة على حدة فلما بانت بقوله واحدة صادفتها الثانية وهى مبانة فلا يقع كما لو قال لها انت طالق

(۱۴۷) امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ نصف طلاق فی الحقیقت دوسری طلاق ہے اور جب وہ صرف ایک ہی کے کہنے سے جدا ہوگئی تو اب دوسری طلاق اوسکے ساتھ ایسے وقت مین متعلق ہوئی جسوقت مین وہ جدا ہو چکی ہے پس واقع

واحدة وواحدة ولنا ان هذا الكلام واحد معنى لانه لا يمكن ان يعبر عن واحدة ونصف باوجز من هذا ولا يفصل بعضه عن بعض فيكون ايقاعا لهذا العدد جملة بخلاف قوله واحدة وواحدة لان التعبير عنه باوجز عنه ممكن بان يقال ثنتين۔

ہو گی جیسے اوس سے کہے تجھپر طلاق ہو ایک اور ایک اور ہماری یہ دلیل ہو کہ فی الحقیقت یہ ایک کلام ہو اسلیے کہ ڈیڑھ طلاق کو اس سے زیادہ اور مختصر لفظون مین نہین بیان کرسکتا اور ایک دوسرے سے جدا نہین ہو پس اس کلام مین دفعۃً دو طلاقین واقع ہوجائینگی بخلاف اوس صورت کے کہ کہے تجھپر طلاق ہو ایک اور ایک اسواسطے کہ اس سے زیادہ مختصر عبارت مین یعنے دو کا لفظ کہکر تعبیر کرسکتا ہے۔

(۴۸) او من واحدة اى لو قال انت طالق من واحدة الى ثلث قالوا تقع ثنتان عند ابى حنيفة وكذا فى الاقرار يعنى لو قال لك عندى من درهم الى عشرة فعليه تسعة عنده۔

(۴۸) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہو ایک سے تین تک تو امام صاحب رح کے نزدیک دو طلاق واقع ہو جائینگی اسیطرح اقرار مین بھی ہے کہ مثلاً اگر ایک شخص کہے میرے پاس تیرے ایک سے دس درم تک ہین تو امام صاحب رحمۃ اللہ کے نزدیک نو درم لازم ہونگے۔

(۴۹) وقالا ثلث اى يقع ثلث فى الطلاق وعليه العشرة فى الاقرار لان مثل هذا الكلام يراد به الكل فى العرف كما لو قال خذ من مالى من درهم الى عشرة فان له اخذ العشرة وانما لم يدخل الطرفان فى المغيا فيما اذا قال بعت من هذا الحائط الى هذا الحائط لانهما لم يباشرا لما بينهما من الارض۔

(۴۹) صاحبین رح فرماتے ہین طلاق کے اندر اگر ایسا کہا ہو تو تین طلاقین اور اقرار کرنے سے صورت مذکور مین دس درم لازم ہونگے اسلیے کہ عرف مین ایسے کلام سے کل مراد ہوا کرتا ہے جسطرح کوئی کسی سے کہے تو میرے مال مین سے ایک درم سے دس تک لیلے تو وہ شخص اسکے مال مین سے دس درم لے سکتا ہو۔ اور اگر کوئی کہے مین نے اس دیوار سے اوس دیوار تک زمین فروخت کی تو دونون طرفین اوس شی مین جسکی وہ غایت ہین یعنے زمین اسلیے نہین داخل ہوتین کہ وہ اوسکے جنس سے نہین ہین۔

(۵۰) وله ان الاحتجاج بالعرف

(۵۰) امام صاحب رح کی یہ دلیل ہو کہ ہماری دلیل بھی

ایضاً لانه یراد من مثل هذا الکلام الاقل من الاکثر والاکثر من الاقل کما یقال سنی من ستین الی سبعین ویراد به ما بینهما فکذا ههنا یقع اکثر من واحدة واقل من ثلث بخلاف ما استشهدا به لان اظهار الجود والکرم دلیل علی ارادة الکل۔

عرف ہی ہو اسلیے کہ عرف کے اندر ایسے کلام سے اکثر سے اقل اور اقل سے اکثر مراد ہوا کرتا ہے جیسے کہا کرتے ہین میری عمر ساٹھ سے ستر تک ہے اور اس کلام سے ساٹھ سے زیادہ اور ستر سے کم مراد ہوتی ہے ایسے ہی یہان بھی ایک طلاق سے زیادہ اور تین طلاق سے کم یعنے دو طلاقین واقع ہونگی بخلاف اوس صورت کے جس سے صاحبین رح نے استشہاد کیا ہے اسلیے کہ اظہار سخاوت وکرم اسبات پر دلیل ہے کہ کل ہی مراد ہو۔

(۱۵۱) وما اکتفینا بواحدة ای قال زفر یقع واحدة لان الغایة الاولی والثانیة لا یدخلان فی المغیا فبقی المتوسط کقوله بعت من هذا الحائط الی هذا الحائط فان المبیع ما بینهما۔

(۱۵۱) ہمارے نزدیک یہ نہین ہے کہ صورت مذکورہ مین ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے جیسا کہ امام زفر رح فرماتے ہین اسواسطے کہ پہلی اور دوسری غایت مغیا مین داخل نہین ہوا کرتین لہذا صرف مغیا یعنے بیچ کی ایک طلاق باقی رہگئی جسطرح یہ کہے مین نے اس دیوار سے اس دیوار تک زمین کو فروخت کیا کہ مبیع صرف زمین ہوتی ہے۔

(۱۵۲) روی ان اباحنیفة قال لزفر کم سنك قال سنی ما بین ستین الی سبعین فقال له انت اذا ابن تسع فتحیر زفر۔

(۱۵۲) روایت ہے کہ امام زفر رح سے ایک مرتبہ امام صاحب نے دریافت فرمایا آپ کی عمر کیا ہے انھون نے فرمایا ساٹھ ستر کے درمیان ہے تو امام صاحب فرمانے لگے آپ کی عمر اس حساب سے نو سال کی ہے تو امام زفر رح صاحب متحیر ہوگئے۔

(۱۵۳) او واحدة ای لو قال انت واحدة فی ثنتین اوقعنا واحدة لا ثنتین ای قال زفر یقع ثنتان۔

(۱۵۳) اگر کہا تجھپر دو طلاقون مین ایک طلاق تو ہمارے نزدیک ایک واقع ہوگی نہ دو جیسے امام زفر رح فرماتے ہین۔

* * * *

(۱۵۴) او ثنتین فی مثلهما ای لو قال انت طالق ثنتین فی ثنتین فثنتین ای اوقعنا ثنتین لا ثلثا ای قال

(۱۵۴) اگر کہا تجھپر دو طلاقون مین دو طلاق تو دو ہی طلاق واقع ہونگی تین نہ واقع ہونگی جیسے امام زفر رحمہ اللہ تعالے

زفر يقع ثلث۔

(۱۵۵) الخلاف فيما نوى ضرب الحساب وان نوى الظرف يقع في المسئلة الاولى واحدة وفي الثانية ثنتان اتفاقا لان الطلاق لا يصلح ظرفا للطلاق فيلغو الثاني وان نوى الجمع يقع الثلث اتفاقا لان كلمة في يجيء بمعنى مع۔

(۱۵۶) له ان الضرب في عرف الحساب تضعيف احد العددين بالعدد الاخر فضرب الواحد في العدد لا يؤثر تضعيفا فبقي على حاله وضرب الاثنين في الاثنين اربعة فيقع ثلث اذ لا مزيد عليه ولنا ان الضرب يعمل في تكثير اجزاء الطلاق لا العدد وتكثير اجزاء الطلاق لا يوجب تعدده فان ايقاع طلاق له الف جزء كايقاع طلاق له جزءان فلا يقع اكثر من واحد۔

(۱۵۷) او بمكة اي لو قال انت طالق بمكة او فيها اي لو قال في مكة طلقت في الحال في كل البلاد لان ذكر المكان لغو لعدم اختصاص الطلاق به۔

فرماتے ہین۔

(۱۵۵) یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ اوسنے ایک اور دو کو دو کے اندر ضرب کرنے کی نیت کی ہو اور اگر ظرنیت کا ارادہ کیا ہے تو مسئلہ اولی مین ایک اور مسئلہ ثانیہ مین دو بالاتفاق واقع ہونگی اسلیے کہ طلاق طلاق کے لیے ظرف نہین ہوسکتی لہذا دوسری لغو جائیگی اور اگر جمع کرنے کا ارادہ کیا ہی تو بالاتفاق تین واقع ہونگی اسلیے کہ فی کا کلمہ مع کے معنے مین آجایا کرتا ہے۔

(۱۵۶) امام زفر رح کی دلیل یہ ہی کہ عرف حساب مین ضرب ایک عدد کو دوسرے عدد سے تضعیف کرنے کا نام ہے اور ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اُسکو کسی عدد مین ضرب دیا جائے تو وہ مفید تضعیف نہین ہوتا اسلیے ایک بدستور رہیگا اور دو کو دو کے اندر ضرب دینے سے چار ہوتے ہین مگر تین واقع ہونگی اسلیے کہ تین سے زیادہ طلاق نہین ہوتی اور ہماری دلیل ہی کہ ضرب دینے سے اجزاء طلاق کے بڑہ جائینگے اور اوسکی تعداد زیادہ نہوگی اور اجزاء کے بڑہنے سے طلاق کے عدد کا بڑہنا لازم نہین آتا اسلیے کہ اوس طلاق کا واقع کرنا جسکے مثلا ہزار جزء ہون اور اوس طلاق کا واقع کرنا جسکے صرف دو جزء ہون برابر ہے پس ایک سے زیادہ نہ واقع ہوگی۔

(۱۵۷) اگر عورت سے کہا تجہپر طلاق ہی مکہ مین تو اسیوقت تمام دنیا مین اوسکے اوپر طلاق کا حکم ہو جائیگا اسواسطے کہ خاص ایک شہر کا ذکر کرنا طلاق کے اندر لغو ہے کیونکہ طلاق اوس شہر کے ساتھ خاص نہین ہے

(۱۵۸) واذا دخلتها ای لو قال انت طالق اذا دخلت مكة او فی دخولك مكة تعلق وقوع الطلاق بدخول مكة اما مع ذكر اذ فظاهر واما مع ذكر فی فلانه للظرف والفعل لا يصلح ان يكون ظرفا شاغلا له فحمل على الشرط مجازا بمناسبة ان كلا من الظرف والشرط يكون سابقا على المظروف والمشروط

* * *
* * *

(۱۵۸) خاوندنے کہا اگر تو مکہ مین داخل ہو تو تجھپر طلاق ہے یا مکہ مین داخل ہونے مین تیرے اوپر طلاق ہے مکہ کے اندر داخل ہونے سے طلاق واقع ہوگی جسوقت مین اگر کا لفظ کہا ہو تب تو ظاہر ہی ہے کہ وہ شرط کے لیے ہوتا ہے اور اگر داخل ہونے مین کا لفظ کہا ہو تو اسلیے کہ وہ ظرفیت کے لیے ہے اور فعل ایسی چیز نہین ہے کہ وہ حقیقت مین طلاق کے لیے ظرف ہوسکے اور طلاق اوسمین سماجائے اسواسطے مجازًا شرط کے اوپر محمول کیا جائیگا اس مناسبت سے کہ ظرف اور شرط دونون ہ

مظروف اور شرط مشروط پر مقدم ہوا کرتے ہیں

(۱۵۹) او غدا ای لو قال انت طالق غدا وقع بطلوع الفجر لان كونها مطلقة فی جميع الغد يستلزم وقوع الطلاق فی اول اجزاءه

(۱۵۹) اگر کہا کل کو تیرے اوپر طلاق ہے تو فجر کے طلوع ہوتے ہی اُسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ تمام کل کے دن مین اُسکا مطلقہ ہونا اوس دن کے پہلے جزو مین بھی مطلقہ ہونے کو مستلزم ہے۔

(۱۶۰) او فی غد ای لو قال انت طالق فی غد ونوی اٰخره ای اٰخر النهار فهو مصدق قضاء عند ابی ح

(۱۶۰) اور اگر کہا کل کے دن مین تجھپر طلاق ہے اور آخر دن کی نیت کی تو امام صاحب رح کے نزدیک عند القاضی تصدیق کیا جائیگا۔

(۱۶۱) وقالا يصدق ديانة لا قضاء لانه وصفها بالطلاق فی جميع الغد فاذا ادعى تخصيصه بجزء منه لا يصدق قضاء كما فی غدا ای كما لا يصدق اذا قال انت طالق غدا لو قال نويت فيه اٰخر النهار .

(۱۶۱) صاحبین رح فرماتے ہین عند اللہ اوسکی تصدیق کیجائیگی عند القاضی نہ کیجائیگی جیسے اگر کہے کل کو تجھپر طلاق ہے اور کہے کہ مین نے آخر دن مراد لیا تھا تو اوسکی نیت عند القاضی معتبر نہین ہوتی اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ جب اوسنے کہا کل کے دن مین تجھپر طلاق ہے تو تمام کل کے دن مین اوسکو طلاق کے ساتھ موصوف کیا ہے اور جب ایک جزو کے ساتھ تخصیص کا دعوی کیا تو عند القاضی معتبر نہوگا۔

(۱۶۲) وله ان فی للظرفية والظرف

(۱۶۲) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ یہان ظرفیت مراد ہے

يكون مستوعبا مظروفه وقد لايكون
فاذا نوى اخر جزء من الغد فقد
نوى محتمل لفظه فيصدق بخلاف
قوله غداً لان الفعل اتصل به
بغير واسطة فاقتضى استيعابه
بان تكون موصوفة بالطالقية
في جميع الغد وذا انما يكون بوقوع
الطلاق في اول النهار كما لو اذا
نذر ان يصوم في رجب يكفيه
صوم يوم فيه ولو نذر ان يصوم
رجب وجب صوم كله۔

اور ظرف کبھی تو بجمیع اجزائہ مظروف سے بھر جاتا ہی اور کبھی
خالی رہا کرتا ہی پس جس صورت مین دن کا اخیر حصہ مراد لیا
تو ایسے چیز کا ارادہ کیا جسکا لفظ محتمل تھا اسواسطے اوسکی
تصدیق کیجائیگی بخلاف اوس صورت کے کہ کہے کل کو
تجھپر طلاق ہے اسلیے کہ یہان بلا واسطہ فعل طلاق اوسکے
ساتھ متصل ہوا اور یہ اسبات کا مقتضی ہی کہ بالاستیعاب
فعل طلاق اوسمین پایا جائے اور دن بھر وہ عورت
مطلقہ ہونے کے ساتھ موصوف رہے اور یہ شروع دن مین طلاق
واقع ہونے سے ہی ہوسکتا ہی جیسے کوئی شخص رجب کے مہینہ مین روزہ رکھنے
کی نذر کرے تو ایک روزہ رجب مین رکھنا کافی ہوگا اور اگر رجب کے
روزہ رکھنے کی نذر کرے تو تمام مہینہ روزے رکھنے پڑینگے۔

(۱۶۳) او اليوم اى لو قال انت
طالق اليوم وغدا وقعت واحدة
اتفاقا لان المتصفة بالطلاق
في اليوم تصير متصفة به في الغد
ايضا فلا حاجة الى ايقاع طلقة
اخرى۔

(۱۶۳) اگر کہا آج اور کل تیرے اوپر طلاق ہی تو بالاتفاق
ایک طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ جب آج کے دن
متصف بالطلاق ہوگی تو کل کے دن بھی متصف بالطلاق
ہوگی اور دوسری طلاق کے واقع کرنے کی
حاجت نہوگی۔

* * * *

(۱۶۴) او غدا واليوم اى لو قدم
الغد على اليوم وقعتا ثنتين۔

(۱۶۴) اگر یہ کہا کہ کل اور آج تجھپر طلاق ہی تو ہمارے
نزدیک دو طلاقین واقع ہونگی۔

(۱۶۵) وقال زفر يقع واحدة لان
الايقاع واحد والظرف الثانى
محمول على الاول لانه للجمع لا للترتيب
كما في المسئلة الاولى۔

(۱۶۵) امام زفر رح فرماتے ہین ایک طلاق واقع ہوگی
اسلیے کہ ایقاع ایک ہی ہی اور دوسرا ظرف پہلے پر محمول ہی
اسواسطے کہ وہ جمع کے لیے ہے نہ ترتیب کے لیے جیسے
پہلی صورت مین ہی۔

(۱۶۶) ولنا انها اذا طلقت في غد لا
يصير طالقا في اليوم فينبغى

(۱۶۶) ہماری دلیل یہ ہی کہ جب اوسپر کل کے دن طلاق
واقع ہوگی تو آج وہ مطلقہ نہین ہوسکتی جتبک کہ دوسری

یقع طلقة اخری فی الیوم تحقیقا لمعنی العطف بخلاف ماسبق لانها اذا طلقت فی الیوم یکون طالقا فی الغد بھذا الطلاق فلاحاجة الی طلقة اخری

طلاق نہ واقع ہو اسلیے عطف کے معنے کا اعتبار کر کے دوسری بھی طلاق واقع ہوگی بخلاف صورت اولی کے اسواسطے کہ جب آج اوسپر طلاق واقع ہوگئی تو کل کے دن مین بھی اسی طلاق سے اوسکو صفت طلاق ثابت ہوگی اور دوسری طلاق کی حاجت نہین ہے۔

(۱۶۷) اعلم ان الخلاف فیما اذا وجد العطف واما اذا لم یوجد یقع واحدة اتفاقا لانه اذا قال انت طالق غدا الیوم یکون الیوم صفة لغد وھو لا یصلح ان یکون صفة له فیلغو لو قال انت طالق الیوم اذا جاء غد لا یقع قبل غد لانه تعلیق وذکر الیوم یکون لبیان وقت التعلیق۔

(۱۶۷) جاننا چاہیے کہ اختلاف اوس صورت مین ہے کہ جب عطف پایا جائے اور اگر عطف نہین پایا جاتا تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ اگر یون کہا تجھپر طلاق ہے کل جو آج کا روز ہے تو آج کا روز کل کی صفت ہوگا اور وہ چونکہ اوسکی صفت نہین ہوسکتا اسلیے لغو ہوگا اور اگر کہا تجھپر طلاق ہے آج کے دن جب کل کا دن آوے تو کل کے دن سے پہلے نہ واقع ہوگی اسلیے کہ یہ تعلیق ہے اور آج کا دن تعلیق کا وقت بیان کرنے کے لیے ہے۔

(۱۶۸) او کل یوم ای لو قال انت طالق کل یوم ولانیة له بالثلث او قعنا واحدة لا ثلثا فی ثلاثة ایام۔

(۱۶۸) اگر کہا ہر روز تجھپر طلاق ہے اور تین کی نیت نہین کی تو ہمارے نزدیک تین طلاق نہ واقع ہونگی بلکہ ایک واقع ہوگی۔

* * * * *

(۱۶۹) ای قال زفر یقع ثلث فی ثلثة ایام قید بقوله ولانیة لانه لو نوی الثلث صحت ویقع کل یوم واحدة اتفاقا۔

(۱۶۹) امام زفر رح فرماتے ہین تین روز مین تین طلاقین واقع ہونگی اور تین کی نیت نہونے کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر تین کی نیت کی ہو تو بالاتفاق نیت صحیح ہوگی اور تین دن مین تین طلاق واقع ہونگی۔

(۱۷۰) له ان کلمة کل للعموم والتکرار فیتکرر الطلاق بتکرر الیوم کما لو قال انت طالق فی کل یوم ولنا

(۱۷۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ ہر دن کا لفظ عموم اور تکرار کے لیے ہے پس دن کے مکرر ہونے سے طلاق بھی مکرر ہوگی جیسے کہے ہر دن مین تجھپر طلاق ہے اور ہماری

انه جعل الايام كلها ظرفا
واحدا فلم يقتض الا مظروفا
واحدا ولهذا قالوا لو حلف لا يكلم
كل يوم من رجب زيدا وكلمه
يوما منه حنث ولو قال في كل
يوم لا يحنث حتى يكلمه في كل يوم
منه بخلاف قوله طالق في كل يوم
لان في حرف جر موضوع لاتصال
معنى الفعل الى ما بعده فيكون
ظرفا للايقاع او الوقوع فيتكرر
بتكرر اليوم لان الفعل في اليوم
الاول ليس نفس الفعل في
الثاني -

یہ دلیل ہی کہ اوس نے تمام دنونکو ایک ظرف قرار دیا ہی
پس اوسکے لیے مظروف بھی ایک ہی ہونا چاہیے و لہذا
اگر کوئی شخص حلف کرے رجب کے ہر دن مین زید سے
کلام نہ کرونگا اور ایک دن رجب مین اوس سے کلام
کرے تو حانث ہوجائیگا اور اگر یہ حلف کرے کہ رجب کے
ہر روز مین زید سے مین کلام نہ کرونگا تو جبتک ہر روز
اوس سے کلام نہ کیا کرے حانث نہوگا بخلاف اس
صورت کے کہ ہر دن مین تجہپر طلاق ہے اسلیے کہ یہاں
جو لفظ ظرفیت پر دلالت کرتا ہی وہ فعل کے معنی کو
مظروف کے ساتھہ متصل کردیتا ہی پس اسوقت مین وہ ظرف
ہوگا وقوع کی یے یا ایقاع کے لیے اور دن کے مکرر ہونیسے وہ
وقوع یا ایقاع بھی مکرر ہوگا کیونکہ اول دن مین جو فعل واقع ہی
وہ بعینہ وہ فعل نہین ہی جو دوسرے دن مین واقع ہی -

۱۷۱، او امس اى لو قال انت
طالق امس وقد تزوج اليوم
لم تطلق لانه اضاف الطلاق
الى وقت لم يكن مالكا فيه فلغا
كما اذا قال انت طالق قبل ان
اخلق بخلاف ما لو قال لعبده
انت حر امس وقد اشتراه اليوم
حيث يعتق عليه لاقراره له
بالحرية قبل ملكه وهي ينافي
ان يملكه وكونها مطلقة امس لا ينافي
ملكها اليوم بالنكاح وايضا لم يجعل
قوله انت طالق انشاء في الحال

۱۷۱، اگر ایک عورت سے آج نکاح کیا اور اوس سے کہا
کل یعنے کل گذشتہ مین تجہپر طلاق ہی تو طلاق نہ واقع
ہوگی اسلیے کہ ایسے وقت کی طرف طلاق کی نسبت کی ہی
کہ جسوقت مین وہ اوسکا مالک نہین ہی پس لغو ہوگا
جیسے اگر کوئی کہے میرے پیدا ہونیسے پہلے تجہپر طلاق
ہی بخلاف اوس صورت کے کہ ایک غلام کو آج خریدا
اور اوس سے کہے تو کل سے آزاد ہی اسواسطے کہ
یہان آزاد ہوجائیگا اسلیے کہ قبل مالک ہونیکے
اوسکے آزاد ہونیکا اقرار کرتا ہی اور وہ مالک ہونیکے منافی
ہی۔ اور عورت کا کل کے دن مطلقہ ہونا آج کے دن مین
منکوحہ ہونیکے منافی نہین ہی اور یہان پر انتِ طالق کو
فی الحال ایقاع طلاق کیلیے انشا نہ کردانا جائیگا

لانه انما یجعل انشاء اذا تعذر جعله خبرا للمامر تقریره۔

اسلئے کہ جہان اوسکا خبر گردانا نا ممکن ہوتا ہے وہان انشا گردانا جاتا ہے چنانچہ اوسکی تقریر گذر چکی۔

(۱۷۲) ولو کان تزوجها من قبل ای قبل الامس طلقت الآن ای فی الحال لانه لما قصد الایقاع فی الماضی وهو لیس فی وسعه ثبت به ما فی وسعه وهو الایقاع فی الحال

(۱۷۲) اور اگر کل سے پہلے اوس سے نکاح کیا تھا تو فی الحال اوسپر طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ جب اوس نے زمانہ ماضی مین طلاق واقع کرنیکا قصد کیا اور وہ اوسکی قدرت مین نہین ہے توجو اوسکی وسع مین ہو وہی ثابت ہوگا یعنے اوسوقت طلاق واقع ہوگی۔

(۱۷۳) او الی شهر ای لو قال انت طالق الی شهر یوقعه ای ابو یوسف الطلاق فی الحال وقالا تطلق عند انتهاء الشهر۔

(۱۷۳) اگر کہا انت طالق الی شہر یعنے ایک مہینہ تک تجھپر طلاق ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک فے الحال طلاق واقع ہو جائیگی اور امام صاحب اور محمد رح کے نزدیک مہینہ کے تمام ہونیسے طلاق واقع ہوگی۔

(۱۷۴) هذا اذا لم یکن له نیة فان نوی التنجیز یقع فی الحال اتفاقا

(۱۷۴) یہ اختلاف جب ہے کہ اُسنے اُسوقت واقع کرنیکی نیت نہکی ہو اور اگر اوسیوقت طلاق واقع کرنے کی نیت کی ہو تو بالاتفاق فی الحال

(۱۷۵) لان کلمة الی للتاجیل والطلاق لا یحتمله فیبطل التاجیل فتطلق فی الحال ولهما ان الایقاع یحتمل التاجیل وان کان الواقع لا یحتمله فیجعل تاجیلا للایقاع کالتعلیق

(۱۷۵) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ الی شہر مین الی کا لفظ تاجیل کے لیے ہے اور طلاق مین احتمال تاجیل کا نہین ہے پس تاجیل باطل ہوگی اور فی الحال اوسپر طلاق ہو جائیگی امام صاحب اور امام محمد رح صاحب کی یہ دلیل ہے کہ ایقاع طلاق محتمل تاجیل ہے اگرچہ طلاق تاجیل کی محتمل نہین ہے۔

(۱۷۶) ولو قال ان لم اطلقك فانت طالق طلقت فی آخر اجزاء حیوته لان الشرط وهو عدم التطلیق انما یتحقق بالیاس عن الحیوة فان لم یدخل بها فلا میراث

(۱۷۶) اگر اپنی بیوی سے کہا مین تجھکو طلاق ندون تو تجھپر طلاق ہے تو خاوند کے زندگی کے اخیر جز مین اوسپر طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ شرط طلاق یعنے طلاق کا نہ دینا جب ہی متحقق ہوگا کہ جب زندگی سے نا امیدی ہو چکے پس اگر دخول نہ کیا ہے تو اوس کو ورثہ نہ ملے گا

لانه فار وامرأة الفار انما ترث منه اذا كانت فى العدة وغير المدخول بها لاعدة لها وكذا لو ماتت طلقت قبل موتها لانها اذا بقيت من حيوتها ما لا يسع فيه صيغة التطليق تحقق عدم التطليق مع بقاء المحل۔

کیونکہ وہ فار ہے اور فار کی بیوی کو جب ہی ورثہ پہونچتا ہے جبکہ عدت مین ہو اور غیر مدخولہ کے لیے عدت نہین ہے اسیطرح اگر بیوی مرگئی تو مرنے سے پہلے اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ جب اوسکی زندگی کا ایک ایسا جزو باقی رہگیا جس مین صیغہ طلاق کو نہین بول سکتے تو طلاق کا نہ دینا باوجود بقاء محل طلاق کے پایا گیا۔

* * * * *

(۱۷۷) او متى لم اطلقك اى اذا قال انت طالق متى لم اطلقك طلقت حين سكت لانه اضاف الطلاق الى وقت خال عن التطليق لان متى من ظروف الزمان فاذا سكت وجد الشرط۔

(۱۷۷) اگر خاوند نے کہا انت طالق متى لم اطلقك یعنی جسوقت مین تجھے طلاق نہ دون اوسیوقت تجھپر طلاق ہی تو خاوند سے سکوت کرتے ہی طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ اوس نے ایسی وقت کی طرف طلاق کی نسبت کی تہی جو طلاق سے خالی ہو اسواسطے کہ متى کا لفظ ظروف زمان سے ہی اور اوسکے سکوت کرنیسے شرط یعنے ایسا وقت جس مین طلاق نہ پائی جائے پا گیا۔

(۱۷۸) واذا مثل ان فى الحكم عند ابى حنيفة حتى لو قال انت طالق اذا لم اطلقك تطلق فى اخر جزء حيوته۔

(۱۷۸) امام صاحب رح کے نزدیک حکم کے اندر (اذا) کا حال وہی ہی جو (ان) کا حال ہی پس اگر کہا اَنْتِ طَالِق اِذَا لَمْ اطلقك تو زندگی کے اخیر وقت مین طلاق واقع ہوگی جسطرح اِنْ لَمْ اطلِقک کی صورت مین۔

(۱۷۹) وقالا مثل متى فتطلق حين سكت هذا اذا لم يكن له نية وان نوى منه معنى الشرط يكون كان وان نوى معنى الوقت يكون كمتى اتفاقا۔

(۱۷۹) صاحبین رح فرماتے ہین اذا کا حال (متى) کا سا حال ہی اور سکوت کرنیسے طلاق واقع ہو جائیگی اور یہ اختلاف (اذا) کے اندر اوسوقت ہی کہ اوسنے نیت نکی ہو اور اگر شرط کے معنی کی نیت کی ہی تو بالاتفاق اوسکا حال (اِنْ) کا سا ہی اور اگر وقت کے معنی کی نیت کی ہی تو بالاتفاق اوسکا حال (متى) کا سا ہی۔

(۱۸۰) لهما ان اذا للوقت فى الاصل كما قال الله تعالى والليل اذا يغشى ولهذا لو قال انت طالق اذا شئت

(۱۸۰) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ اصل معنی کے اعتبار سے اذا وقت کے لیے آتا ہی کقوله تعالے وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى یعنی قسم ہی رات کی جسوقت ڈہانک لیوے اسیواسطے اگر کہا اَنْتِ طَالِقٌ اِذَا شِئْتِ یعنے جسوقت

لایخرج الامر من یدھا اذا قامت من مجلسہا کقولہ متی شئت ولہ ان اذا یستعمل للشرط ایضا فان اذا ارید بہ الوقت یقع الطلاق وان ارید بہ الشرط لایقع فلایقع بالشك وفی مسئلة المشیة لما صار الامر بیدھا لم تخرج بالشك۔

تو چاہیے اسیوقت تجہپر طلاق ہی تو اوس مجلس سے اگر عورت کہڑی ہو جائی تب بہی اوسکو اختیار بدستور رہیگا جس طرح (متی شئت) مین رہتا ہی اور امام صاحب رح کی یہ دلیل ہی کہ اذا شرط کے لیے بہی آتا ہی پس اگر اوس سے وقت مراد لیا جائی تو طلاق سکوت کرنیسے واقع ہو جائیگی اور شرط مراد لی جائی تو نہ واقع ہو لہذا طلاق مین شک واقع ہو گیا اسلیے سکوت کرنیسے طلاق بوجہ شک کے نہ واقع ہوگی بخلاف مسئلہ مشیت کے کہ وہان چونکہ عورت کو اختیار حاصل ہو گیا ہے تو اب م

(۱۸۱) فان قلت اذا تردد الامر کان الاحتیاط فی الوقوع تغلیبا لجانب الحرمة قلنا یرجح جانب الحل بالاصالة لانہا کانت فی عصمتہ بیقین فلا تطلق بالاحتمال۔

(۱۸۱) اگر کہو کہ جب طلاق کے وقوع اور عدم وقوع مین شک ہی تو طلاق کے واقع کرنیمین احتیاط زیادہ ہی اسلیے کہ جانب حرمت کو غلبہ ہوتا ہی تو اوسکا یہ جواب ہی کہ یہان جانب حلت کو بوجہ اوسکی اصل ہونیکی ترجیح ہو گی اسلیے کہ خاوند کی حفاظت مین تو اوسکا ہونا یقیناً ہی پس صرف احتمال وقوع طلاق سے اوسپر طلاق نہ واقع ہو گی۔

(۱۸۲) او متی لم اطلقك ای لو قال لامرأتہ متی لم اطلقك واحدة فانت طالق ثلثا ووصل بیمینہ انت طالق او تعناھذہ ای الطلقة الواحدة لا الثلث ای قال زفر یقع الثلث لانہ وجد زمان خال عن التطلیق وھو زمان قولہ انت طالق قبل ان یتکلم بالقاف۔

(۱۸۲) اگر یہ کہا متی لم اطلقک واحدة فانت طالق ثلثا یعنی جسوقت مین تجہکو ایک طلاق نہ دون اسیوقت تجہپر تین طلاق اور پہر ساتہہ ہی اوسکے یہ کہہ دیا انت طالق یعنی تجہپر طلاق ہی تو اب اسمین ایمہ رح کا اختلاف ہے ہمارے نزدیک تو ایک طلاق واقع ہوگی اور امام زفر رح فرماتے ہین تین واقع ہونگی اسلیے کہ ایک زمانہ جو طلاق دینے سے خالی ہی یہان نکل آیا یعنے جسوقت اوس نے انت طال کہا ہے اور ابہی قاف کے ساتہہ تلفظ نہین کیا۔

(۱۸۳) ولنا وھو الاستحسان ان زمان البر مستثنی عن الیمین بدلالة حال الحالف لان البر انما یتصور اذا وجد زمان یمکن ایقاع الطلاق فیہ فصار کما لو صرح

(۱۸۳) ہماری دلیل یہ ہے اور وہی استحسان ہے کہ طلاق دینے کا زمانہ تعلیق کے زمانہ سے مستثنی ہے اور حالف کا حال اوسپر قرینہ ہے اسلیے کہ طلاق جب ہی دیسکتا ہے جب اتنا زمانہ جس مین کہ طلاق دیسکے پا یا جائی تو ایسا ہوا کہ گویا اوسکی تصریح کر دی اسلیے کہ جو ثابت

بذلك لان الثابت بالدلالة كالثابت بالتصريح۔

بالدلالۃ سے ایساہی ہے جیسے ثابت بالتصریح۔

* * * * * * * *

۱۸۴، اوقبل قدوم فلان ای لوقال انت طالق قبل قدوم فلان بشھر فقدم بعد شھر اوقعناہ ای الطلاق مقتصرا علی حال القدوم مقارنا له لا مستندا۔

۱۸۴، اگر یہ کہا فلان شخص کے آنیسے ایک ماہ پہلے تجھپر طلاق ہے اور وہ شخص ایک مہینہ کے بعد آیا تو ہمارے نزدیک اوسکے آنیکے وقت طلاق واقع ہوگی۔

* * * * * *

* * * * * *

۱۸۵، ای قال زفر یقع مستندًا الی اول الشھر لان القدوم معرّف للوقت المضاف الیه الطلاق لانه اوقع الطلاق فی شھر قبل القدوم فوجب ان یقع من اول الشھر کما اذا قال انت طالق قبل رمضان بشھر فانه یقع عن اول شعبان اتفاقا۔

۱۸۵، امام زفر رح فرماتے ہین اوس کے آنیسے ایک مہینہ پہلے طلاق کا حکم ثابت ہوگا اسلیے کہ آنیسے وہ وقت جس کی طرف طلاق کی نسبت ہے متعین ہوگیا کیونکہ اوس نے آنیسے ایک مہینہ پہلے طلاق کو واقع کیا ہے پس ابتداء اوس مہینہ سے طلاق واقع ہوگی جیسے کہے تجھپر رمضان سے ایک ماہ پہلے طلاق ہے تو شروع شعبان سے اوسپر بالاتفاق طلاق واقع ہوتی ہے۔

* * * * * * * *

۱۸۶، ولنا ان القدوم بمعنی الشرط لکونه علی خطر الوجود فالحق به فلا یتقدمه الجزاء بخلاف رمضان لانه کائن لا محالة فیکون معرفا لا شرطا فیقع مستندا۔

۱۸۶، ہماری دلیل یہ ہے کہ آنا ایک محتمل چیز ہے اسلیے وہ شرط کے معنی میں ہے تو اوسکو شرط کے ساتھ ملحق سمجھا جائیگا اور جزا شرط پر مقدم نہین ہوا کرتے اسپر بھی مقدم نہو گی بخلاف رمضان کے کہ وہ بخواہ نخواہ آنیوالا ہے پس وہ شرط نہوگا بلکہ اوس وقت کا متعین کرنیوالا ہوگا جسکی طرف طلاق کی نسبت کی ہے پس وہین طلاق اوسیوقت کے اندر جسکی طرف

ہو وقوع طلاق اوس زمانہ کی نسبت کی ہے واقع ہوگی۔

۱۸۷، اوقبل ای لوقال انت طالق قبل موت فلان بشھر فمات فلان لتمامه ای وقت تمام شھر فھو مستند ای الطلاق واقع عند ابی حنیفة من اول الشھر وقالا

۱۸۷، اگر کہا فلان شخص کے مرنیسے ایک مہینہ پہلے تجھپر طلاق ہے اور وہ شخص ایک مہینہ پورا ہونیکے بعد مرگیا تو امام صاحب رح کے نزدیک طلاق اوس مہینہ کی شروع کی طرف مستند ہوجائیگی اور اوسیوقت سے طلاق کا حکم ثابت ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک

مقتصر ای واقع حال الموت

اوسکے مرتے ہی واقع ہوگی

۱۸۸، قید بقوله لتمامه لان فلانا لومات قبل تمام الشهر لا تطلق اتفاقا لعدم شهر قبل الموت۔

۱۸۸، یہ قید کہ ایک مہینہ پورا ہوجانیکی بعد وہ شخص مرجائے اسلیے لگائی ہے کہ اگر ایک مہینہ سے قبل مرگیا تو بالاتفاق ایک مہینہ پہلے سے طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ مرنیسے پہلے ایک مہینہ پایا ہی نہین گیا۔

۱۸۹، لهما ان الشرط شهر قبل الموت ومتصل به وقبليته لا يثبت الا بالموت فصار كالقدوم وله ان الجزاء لا يقتصر على المعرف ويقتصر على الشرط والموت هنا ليس بشرط لان الشرط ما يكون وجوده محتملا والموت كائن لامحالة فيكون الموت معرفا للوقت المضاف اليه الطلاق فيقع فى اول الوقت المضاف اليه كما فى قوله انت طالق قبل رمضان بشهر۔

۱۸۹، صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ وقوع طلاق کی شرط موت سے پہلے کا ایک مہینہ ہی جو موت کے ساتھہ متصل ہی اور اوسکی قبلیت موت سے ہی معلوم ہوسکتی ہی پس اوسکا حال آنیکا سا ہی۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ جزاء شرط پر تو مقصور ہوتے ہی مگر معرف پر مقصور نہین ہوتی اور موت یہان پر شرط نہین ہی اسلیے کہ شرط کا وجود محتمل ہوا کرتا ہی اور موت ایسی چیز ہی کہ خواہ مخواہ ہونے والی ہی پس موت شرط نہوگی بلکہ معرف ہوگی جسکے سبب سے وہ وقت جو طلاق کا مضاف الیہ ہی متعین ہوجائیگا اور اوس وقت کے شروع مین طلاق واقع ہوجائیگی جیسے اس قول مین کہ رمضان سے ایک مہینہ پہلے تجہپر طلاق ہی۔

۱۹۰، وفائدة الطلاق فى الاقتصار والاستناد تظهر فى مسائل منها ان العدة يعتبر عنده من اول الشهر وعندهما من الحال۔

۱۹۰، استناد طلاق اور اقتصار طلاق کا فائدہ کئی صورتون مین ظاہر ہوگا از انجملہ یہ ہے کہ امام صاحب رح کے نزدیک اوس مہینہ کی شروع سے عدت معتبر ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اسیوقت سے۔

۱۹۱، وفى الجامع الكبير لقاضى خان الاصح ان العدة من حال الموت اتفاقا وعليه الفتوى۔

۱۹۱، قاضی خان نے جامع کبیر مین بیان کیا ہے اصح قول یہ ہی کہ مرنیکے وقت سے بالاتفاق عدت معتبر ہوگی اور اسی پر فتوی ہی۔

۱۹۲، ومنها انه لو وطئها فى الشهر يصير مراجعا عنده خلافا لهما۔

۱۹۲، ازانجملہ یہ ہی کہ اگر اوس مہینے مین صحبت کی تو امام صاحب رح کے نزدیک رجوع سمجہا جائے گا بخلاف صاحبین رح کے

(۱۹۳) ومنها ان الطلاق اذا كان ثلثا وقد وطئها في الشهر غرم العقر عنده خلافا لهما۔

(۱۹۳) ازانجملہ یہ ہے کہ اگر تین طلاقین دی ہین اور اوس مہینہ مین اوس سے صحبت کرلی ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک عقر یعنی صحبت کی اجرت دینی پڑیگی بخلاف صاحبین رح کے۔

(۱۹۴) او قبل موتي اي لو قال انت طالق قبل موتي بشهر او موتك اي لو قال قبل موتك فمات لتمام الشهر فهو مستند عند ابي حنيفة ولا ارث۔

(۱۹۴) اگر کہا میرے مرنیسے ایک مہینہ پہلے تجھپر طلاق ہے یا تیرے مرنیسے ایک مہینہ پہلے تو امام صاحب رح کے نزدیک شروع مہینہ کی طرف وہ طلاق مستند ہوگی اور اوسکو ورثہ نہین ملیگا۔

* *

(۱۹۵) والغيا لا اي قالا لا يقع الطلاق فلها الارث۔

(۱۹۵) صاحبین رح کے نزدیک اوسکا قول لغو ہوگا اور طلاق واقع نہوگی اور اوسکو ورثہ ملیگا۔

(۱۹۶) اقول قوله ولا ارث لا يصح معطوفا على قوله مستند اذ لا معنى لقوله فهو لا ارث لها بل هو معطوف على الجملة الاسمية تقديره فلا ارث لها۔

(۱۹۶) مین کہتا ہون مصنف رح کا یہ قول (وَلَا اَرْث) قول (مُسْتَنَد) پر معطوف نہین ہے اسلیے کہ اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ طلاق کے لیے ورثہ نہین ہے اور نہ یہ معنی بات ہے بلکہ پورے جملہ اسمیہ پر اوسکا عطف ہے اور اصل اوسکی یہ ہے (فَلَا اَرْث لَہَا)۔

(۱۹۷) وههنا مسئلتان احدهما قوله فهو مستند اردف قولهما لكونه غير معروف منه والاخرى لا ارث لها ولم يردف قولهما لكونه في طرف الاثبات منه انظر كيف اورد الجملة الثانية دالة على قول ابي حنيفة وقد جعلها في الديباجة من اوضاع الوفاق

(۱۹۷) یہان پر دو مسئلہ ہین ایک تو یہ کہ طلاق مستند ہوگی اوسکے بعد تو صاحبین رح کا قول ذکر کردیا اسواسطے کہ امام صاحب رح کے قول سے وہ سمجھ مین نہین آسکتا تھا اور دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ عورت کو ورثہ نہ ملیگا اوسکے بعد صاحبین رح کا قول کہ اوسکو ورثہ ملیگا نہین ذکر کیا اسلیے کہ بسبب طرف نفی مین واقع ہونیکی اونکے مذہب کے ذکر کرنیسے وہ سمجھ مین آجاتا ہے مگر دیکھو کہ یہان پر مصنف علیہ الرحمہ نے جملہ نافیہ کو امام صاحب رح کے مذہب کے بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہے حالانکہ دیباچہ مین بیان کرچکا ہے کہ جملہ نافیہ ایمہ کا اتفاق بیان کرنیکے لیے ہے۔

* * * * * *

(۱۹۸) انا قيدنا موته بتمام الشهر

(۱۹۸) یہ قید کہ ایک مہینہ پورا کرنیکے بعد وہ مرے ہم نے

لانه لومات قبل تمامه لا يقع الطلاق ولها الميراث اتفاقا كذا في المصفى۔

اسلیے کہ اگر اوس سے قبل مرگیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اور بالاتفاق اوسکو ورثہ ملیگا۔ کذا فی المصفیٰ۔

* * * * * * * *

١٩٩، وهذا الخلاف مبنى على ما سبق من ان الموت معرف للزمان عنده فيقع الطلاق قبله فعليها العدة بالحيض فلا ترث منه ان كان صحيحا في ذلك الوقت وعندهما كالشرط فيبطل تعليق الطلاق به كما لو قال ان مت فانت طالق وعليها عدة الوفاة۔

١٩٩، اصل اختلاف مذکور بالا کا منشا وہی ہے جو ہم بیان کر چکے کہ امام صاحب رح کے نزدیک موت زمانۂ وقوع طلاق کی معرف ہے اور اوسکے پہلے طلاق واقع ہو جائیگی اور عدت طلاق حیض کے اعتبار سے واجب ہوگی اور اگر خاوند اوسوقت میں صحیح تھا تو اوسکا ورثہ عورت کو نہ ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک موت شرط کی مانند ہے اور طلاق کا معلق کرنا اوسکے اوپر باطل ہوگا جیسے کوئی کہے اگر میں مرجاؤں تو تجھپر طلاق ہے۔ پس اوسپر عدت وفات واجب ہوگی اور طلاق نہ واقع ہوگی۔

٢٠٠، او اخر ما املكه او اتزوجها حر وطالق فيه لف ونشر يعني اخر عبد املكه حر واخر امرأة اتزوجها طالق فملك عبدا ثم عبدا او تزوج امرأة ثم امرأة ثم مات فالجزاء واقع على اخرهما مستندا الى وقت الملك والتزوج عند ابي حنيفة وقالا يقع مقتصرا على الموت

٢٠٠، اگر یہ کہا جس غلام کا میں اخیر میں مالک ہوں وہ آزاد ہے یا جس عورت سے میں اخیر میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے اور اول ایک غلام کا مالک ہوا اور پھر اور ایک غلام کا مالک ہوا یا اول ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری عورت سے نکاح کیا بعد ازاں مرگیا پس طلاق عتاق ان دونوں سے اخیر کی اوپر واقع ہوگا امام صاحب رح کے نزدیک تو اوسیوقت کی طرف دونوں کا استناد ہوگا جس وقت وہ مالک ہوا ہے یا نکاح کیا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک طلاق اور عتاق وقت موت کے مقتصر ہونگی۔

٢٠١، وفي النهاية لو قال اخر امرأة اتزوجها فهي طالق فتزوج امرأة ثم اخرى ثم طلق الاولى وتزوجها ثم مات لم تطلق وطلقت التي تزوجها مرة لان التي اعاد عليها التزوج اتصفت بكونها اولا

٢٠١، نہایہ میں مذکور ہے اگر یہ کہا کہ جس عورت سے اخیر میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے اور ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری عورت سے نکاح کیا اور پہلی کو طلاق دیدی اور پھر اوس سے نکاح کر لیا اور مرگیا تو اس عورت کو طلاق نہو گی بلکہ اوسکو طلاق ہوگی جس سے ایک مرتبہ نکاح کیا ہے اسلیے کہ جس سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ اول ہونیکساتھ متصف ہے

ولا تتصف بکونہا اخرا۔

(۲۰۲) وفائدۃ الخلاف تظہر فی مسائل منہا ان العتق عندہ یعتبر من جمیع المال ان کان صحیحا عند الشراء ومن الثلث ان کان مریضا وعندہما من الثلث مطلقا ومنہا ان العبد یرث من قریبہ الذی مات بعد الملک عندہ ولا یرث عندہما ومنہا ان الاخیرۃ طلقت من حین تزوجہا فلا عدۃ علیہا وان دخل بہا ولا میراث لہا وعندہما علیہا العدۃ وان لم یدخل بہا وترث المرأۃ لکونہ فارا لان تحقق الشرط فی المرض بمنزلۃ الایقاع فیہ۔

(۲۰۳) لہما ان الموت کالشرط لان اخریۃ العبد او المرأۃ انما یتحقق بالموت اذ قبلہ کان یمکن ان یملک عبدا اخر او یتزوج امرأۃ اخری فیقع الطلاق مقتصرا علی الموت کما لو قال ان لم اشتر علیک عبدا فانت حر ثم مات فانہ یعتق مقتصرا۔ ولہ انہ علق العتق او الطلاق بفعل موصوف وھو تملک اخر عبد او تزوج اخر امرأۃ وقد تحقق ھذا الفعل من وقت الملک والتزوج

اب آخر ہونیکے ساتھ متصف نہوگی۔

(۲۰۲) اس اختلاف کا اثر کئی مسئلوں مین ظاہر ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک اگر غلام کے خریدنے کے وقت وہ صحیح سالم تہا تو کل مال سے اوسکے آزاد ہونیکا اعتبار کیا جائیگا اور اگر مریض تہا تو ثلث مال سے اور صاحبین رح کے نزدیک بہر صورت ثلث مال سے آزاد ہوگا از انجملہ یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک اوس غلام کے مملوک ہوجانیکی بعد اگر کوئی اوسکا قریب مرگیا ہی تو وہ غلام اوسکا وارث ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک وارث نہوگا اور از انجملہ یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک اخیرہ سے نکاح کرتے ہی اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اور عدت واجب نہوگی اگرچہ اوس سے دخول کر لیا اور ورثہ بہی اوسکو نہ ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اوسپر عدت واجب ہوگی اگرچہ اوس سے دخول نکیا ہو اور وہ وارث ہوجائیگی اسلیے کہ وہ فار سمجہا جائیگا کیونکہ مرض کے اندر شرط طلاق یا عتاق کا پایا جانا

(۲۰۳) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ یہان پر موت شرط کے مانند ہی اسواسطے کہ غلام یا بیوی کا آخر ہونا موت سے ہی متحقق ہوگا اسواسطے کہ قبل مرنیکے ہر وقت ممکن ہی کہ وہ اور غلام کو خرید لے یا اور عورت سے نکاح کرلے پس طلاق اور عتاق موت پر مقصور ہونگی جسطرح اگر یہ کہی کہ مین تیرے اوپر کوئی غلام نہ خریدون تو تو آزاد ہی اور پہر وہ مرجائے تو اوسکا عتق موت پر مقصور ہوتا ہی۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی اوسنے طلاق اور عتق کو ایک فعل موصوف کے ساتھ معلق کیا ہے یعنے اخیر غلام کا مالک ہونا اور اخیر عورت سے نکاح کرنا اور یہ فعل اخیر مالک ہونے اور اخیر نکاح کرنیکے وقت سے پایا جاتا ہی اور موت سے صرف اوسکا تعین ہوجاتا ہے

[illegible]

اخر والموت معرف له لا شرطه فیقع من ذلک الوقت۔

کچھہ موت شرط نہیں ہی پس اوسیوقت سے طلاق اور عتاق ثابت ہونگی۔

(۲۰۴) او اطولکما ای لو قال لامرأتیه اطولکما عمرا طالق الآن ای فی هذه الساعة اوقعناه علی الباقیة حال موت الاخری لا مستندًا یعنی احدٰهما انما تطلق اذا ماتت الاخری اتفاقا لان المراد منه طول الحیٰوة فی المستقبل لا فی الماضی حتی اذا کانت احدٰهما بنت خمس وخمسین والاخری بنت خمس وستین لا یطلق العجوز لکن طلاقها یقع مقتصرا علی موت صاحبتها عندنا و مستندا عند زفر۔

(۲۰۴) اگر اپنی دو بیویون سے کہا تم دونون مین سے جس کی زیادہ عمر ہوگی اوسپر اسیوقت طلاق ہی ہمارے نزدیک ایک بیوی کے مرنے سے دوسری بیوی کو طلاق ہو جائیگی یعنے یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے کہ ایک کے مرنیسے دوسری کو طلاق ہوگی اسلیے کہ زمانہ آیندہ مین زیادہ زندہ رہنا مراد ہے نہ زمانہ ماضی مین حتے کہ اگر ایک کی عمر پچپن سال اور ایک کی پینسٹھہ سال کی ہے تو بڑھیا پر یہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہو جائیگی مگر یہ اختلاف ہے کہ ہمارے نزدیک اوسکی طلاق وقت موت پر ہی مقصور رہیگی اور امام زفر رح کے نزدیک جس وقت خاوند نے یہ بات کہی ہے اوسیوقت کی طرف مستند ہوگی۔

(۲۰۵) له ان الباقیة عرف انها اطول عمرا وقت الکلام فیقع الطلاق من ذلک الوقت ولنا ان الموت فی معنی الشرط فمعناه ان مات احدٰکما فالاخری طالق فیقتصر علیه۔

(۲۰۵) امام زفر رح کی یہ دلیل ہی کہ جو باقی رہی ہے دوسری کے مرنیسے کلام کے وقت اوسکا عمر مین دراز ہونا معلوم ہو گیا پس اوسیوقت سے طلاق واقع ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہی کہ موت شرط کے معنی مین ہی اور فی الحقیقت اوسکے کلام کے یہ معنی ہین کہ اگر تم مین سے ایک مر جائے تو دوسری پر طلاق پس موت پر طلاق مقصور ہوگی۔

(۲۰۶) ولو شهد واحد بواحدة واخر بثنتین یعنی اذا ادعت علی زوجها انه طلقها فاقامت شاهدین فشهد احدهما بطلقة والاخر بطلقتین فالقاضی لا یحکم

(۲۰۶) اگر عورت نے خاوند پر دعوی کیا کہ اسنے مجھو طلاق دی ہے اور دو گواہ اسبات پر قائم کیے مگر ایک گواہ کہتا ہے ایک طلاق دی ہے اور دوسرا دو طلاق دینے کی گواہی دیتا ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اس صورت مین قاضی کچھہ حکم دیگا۔

لبشئ عند ابي حنيفة۔

٢٠٧، وقالا بواحدة اي يقضي بطلقة

٢٠٧، صاحبین رح فرماتے ہین صورت مذکورہ مین قاضی ایک طلاق کا حکم دیدیگا۔

٢٠٨، قيد بلفظ الثنتين لانه لو شهد احدهما انه طلقها واحدة والاخر شهد انه طلقها واحدة يقبل في الواحدة اتفاقا من الحقائق

٢٠٨، دو طلاق کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر بالفرض ایک گواہ کہتے کہ ایک طلاق دی ہے اور دوسرا اسکے ایک اور ایک دی ہی تو بالاتفاق ایک طلاق مین انکی گواہی مقبول سمجھی جائیگی۔

٢٠٩، لهما انهما اتفقا على وقوع طلقة فيقبل شهادتهما فيه كما اذا شهد احدهما بطلقة والاخر بطلقة ونصف وله ان موافقة الشاهدين فيما تشهد ابه لفظا ومعنى شرط جواز القضاء حتى اذا شهد احدهما بانه قال لها انت برية وشهد الاخر انه قال انت خلية لا يقضى بشئ والطلقتان غير طلقة لفظا ومعنى بخلاف ما استشهد ابه لانهما اتفقا على لفظ طلقة وذكر نصف طلقة كذكر كله فيكون للتاكيد فيتفقان لفظا ومعنى۔

٢٠٩، صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ ایک طلاق کے واقع ہونے پر دونون گواہ متفق ہین پس ایک کے واقع ہونے مین دونون کی گواہی مقبول ہو جائیگی جیسے ایک گواہ ایک طلاق کی اور دوسرا گواہ ایک طلاق اور نصف طلاق کی گواہی دے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کی گواہی ہو اوس مین گواہون کا لفظاً اور معنیً متفق ہونا حکم دینے کے لیے ضرور ہے حتے کہ اگر ایک کہے خاوند نے (انت بریۃ) کہا اور دوسرا کہے کہ (انت خلیۃ) کہا ہے تو کچھ حکم نہ دیا جائیگا اور دو طلاقین تو ایک طلاق کے لفظاً اور معنیً دونون طرح سے غیر ہین بخلاف اوس صورت کے جس سے استشہاد کیا ہے اسلیے کہ ایک طلاق کی لفظ پر تو دونون متفق ہین اور نصف طلاق کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے کل کا ذکر کرنا پس وہ تاکید کے لیے ہوگا اور وہ دونون لفظاً اور معنیً باہم متفق ہین

٢١٠، وكذا الخلاف في طلقي اي فيما اذا قال لامرأته طلقي نفسك واحدة فطلقت ثلثا فعند ابي حنيفة لا يقع شئ وعندهما يقع واحدة

٢١٠، اگر اپنی بیوی سے کہا اپنی آپ کو تو ایک طلاق دیدے اور اوس نے تین طلاقین دے لین تو امام صاحب رح کے نزدیک کچھ واقع نہو گا اور صاحبین رح کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی۔

٢١١، لهما انها اتت بما ملكته وهي

٢١١، صاحبین رح کی دلیل تو یہ ہے کہ عورت نے اسوقت مین

واحدة وبزیادة فیقع ما ملکته ویلغو الزیادة کما لو طلقها الزوج الفا یقع ماملك وهو الثلث ویلغو الزیادة وله انها لم تأت بما ملکته لان الزوج ملکها الواحدة وهی اتت بالثلث فکانت مخالفة مبتدیة والثلث اذا لم یثبت لا یثبت ما فی ضمنه بخلاف الزوج لانه تصرف بالملك لا بالامر والتفویض۔

(۲۱۲) وردّدنا شهادتهما بطلاق احدٰیهن عینا مع نسیانهما یعنی اذا شهد رجلان علی رجل انه طلق احدی نسائه بعینها لکنّا نسینا لایقبل عندنا ویقبل عند زفر بحال بینه وبینهن حتی یعین المطلقة منهن۔

(۲۱۳) له ان جهالة المطلقة لا یمنع قبول الشهادة کما لو شهدا انه طلق احدٰهن بغیر عینها ولنا انهما اعترفا علی نفسهما بالغفلة فلا یقبل شهادتهما بخلاف المسئلة المقیسة علیها لانهما لم یقرا علی انفسهما بالغفلة۔

(۲۱۴) وفی المحیط لو طلق احدی زوجتیه فعلیه البیان ویجب العدة من وقت البیان لان له حکم الانشاء

ایک طلاق تو وہ دی ہے جسکا خاوند نے اوسکو مالک بنایا تھا اور باقی دو طلاقین اوس سے زیادہ ہین پس وہ ایک واقع ہوجائیگی اور جو زیادہ ہین وہ لغو ہونگی جیسے اگر خاوند اوسکو ہزار طلاقین دیدے تو اوسیقدر واقع ہونگی جسقدر کا خاوند مالک ہے یعنے تین طلاقین اور باقی لغو جائینگی اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ جو اوس سے وقوع مین آیا ہے وہ اوسکی مالک نہ تھی اسلیے کہ خاوند نے اوسکو ایک طلاق کا مالک کیا تھا اور اوسنے تین طلاقین واقع کرلین پس یہ عورت کی جانب سے مخالفت پائی گئی لہذا تین طلاقین دینا باطل ہوگا اور جب تین ثابت نہوئین تو جو اوسکی ضمن مین ہے یعنے ایک

(۲۱۲) اگر دو شخصون نے ایک شخص پر اسبات کی گواہی دی کہ اس نے اپنی بیویون سے خاص ایک بیوی کو طلاق دی ہے مگر ہمین یہ یاد نہین کہ وہ کونسی ہے تو ہمارے نزدیک اونکی گواہی مقبول نہوگی اور امام زفر رح کے نزدیک مقبول ہوجائیگی اور اوس شخص کو سب بیویون کے پاس جانے سے روکدیا جائیگا تاوقتیکہ وہ مطلقہ کی تعیین نہ کردے۔

(۲۱۳) امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ خاص مطلقہ کا معلوم نہونا قبول شہادت کا مانع نہین ہے جسطرح اگر وہ یہ گواہی دین کہ اسنے اپنی بیویون مین سے بلا تعیین ایک کو طلاق دیدی ہے تو گواہی قبول ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ وہ دونون جب اپنی غفلت کا اقرار کرتے ہین پس اونکی گواہی کیونکر مقبول ہوسکتی ہے بخلاف مسئلہ مقیس علیہا کے کہ وہ غفلت کے مقر نہین ہین۔

(۲۱۴) محیط مین مذکور ہے اگر دو بیویون مین سے ایک کو طلاق دے تو خاوند پر اوسکا بیان کرنا کہ کس کو دی ہے ضروری ہوگا اور بیان کے وقت سے عدت شمار کیجائیگی اسلیے کہ بیان بمنزلہ انشاء طلاق کے ہے

ولو نسى لا يقربهما احتياطا لان العمل بالتحرى فى الفروج غير صحيح ولو قرب تعينت الاخرى حملا لفعله على ما يحل شرعا ولو ماتت احدلهما تعينت الاخرى للطلاق ولو قال عنيت الميتة صدق فى حق الميراث فلا يرث عنها ولا يصرف الطلاق على الباقية لانها تعينت له ظاهرا

اور اگر بھول گیا تو احتیاطاً کسی کے پاس نہ جائے اسلیئے کہ فروج کی حلت اور حرمت میں اٹکل صحیح نہیں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کے ساتھ صحبت کرلے تو دوسری طلاق کے لیئے متعین ہو جائیگی اور اُسکے فعل کو حلت شرعی پر محمول کرینگے اور اگر ایک دونوں میں سے مرگئی تو جو زندہ ہے وہی طلاق کے لیئے متعین ہوگی اور اگر خاوند نے مرنیوالی کو کہا میں نے اوسیکو طلاق دی تھی تو حق میراث میں اسکا یہ قول مقبول ہوگا اور اوسکا ورثہ خاوند کو نہ ملیگا اور جو زندہ ہے اوسپر طلاق واقع نہ کیجائیگی اسلیئے کہ ظاہر کا لحاظ کرکے طلاق کیلیے اوسکو متعین کیا تھا اور یہاں خاوند کا بیان پایا جاتا ہے۔

۲۱۵، ولومات الزوج قبل البيان ورثتا ميراث امرأة بينهما

۲۱۵، اگر بیان کرنیسے پہلے خاوند کا انتقال ہوگیا تو اون دونوں کو ایک بیوی کے برابر ورثہ ملیگا اور برابر اونمیں تقسیم ہوجائیگا۔

فصل فى طلاق غير المدخول بها وفى ايمان الطلاق

فصل غیر مدخولہ کے طلاق اور یمین بالطلاق کے بیان میں

۲۱۶، واذا طلق قبل الدخول ثلثا وقعن لان الطلاق المقرون بالعدد لا يقع قبل ذكره فيقعن جملة۔

۲۱۶، اگر قبل از دخول عورت کو تین طلاقیں دیں تو واقع ہوجائیں گے اسلیئے کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کو ذکر کرتے ہیں تو قبل اوسکے ذکر کے طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا تینوں طلاقیں دفعۃً واقع ہونگی

۲۱۷، وفى المشكلات من طلق امرأته الغير المدخول بها ثلثا فله ان يتزوجها بلا تحليل واما قوله تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ففى حق المدخول بها۔

۲۱۷، مشکلات میں مذکور ہے اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دیں تو بدون اسبات کے کہ دوسرے خاوند سے وہ نکاح کرے اس خاوند کو اوس سے نکاح درست ہے اور اللہ پاک کا یہ قول فان طلقها فلا تحل آہ یعنی پھر اگر خاوند اوسکو طلاق دی تو وہ عورت اوس کے بعد خاوند کی لیے حلال نہیں ہوتی جبتک کہ وہ اوسکی سوا دوسرے خاوند سے نکاح کرے [illegible]

۲۱۸، فان فرق اى قال انت طالق طالق طالق بانت بالاولى لان وقوعها غير متوقف على ما بعدها ولغى الباقى لفوات المحل لانها غير

۲۱۸، اگر مدخولہ کو تین طلاقیں اسطرح پر دیں کہ تجھپر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو پہلے طلاق سے ہی وہ خاوند سے جدا ہو جائیگی اسلیئے کہ پہلے کا وقوع مابعد پر موقوف نہیں ہے اور باقی لغو ہوجائینگے بواسطے کہ محل طلاق ہے

معتدة۔

(۲۱۹) او قال انت طالق واحدة وواحدة او قال انت طالق واحدة قبل واحدة او بعدها واحدة بانت بواحدة والاصل فیه ان الظروف وهو قبل وبعد ان لم یذکر بالضمیر یکون صفة لما قبله وان ذکر به یکون صفة لما بعده اذ التحقق هذا فقوله قبل واحدة صفة لما قبله فبقی الواحدة الاولی فی الوقوع فبانت لا الی عدة وفی قوله بعدها واحدة البعدیة صفة للواحدة الثانیة فیقع الاولی فلم یبق ایضا محلا للاخری اوقبلها ای لو قال انت طالق واحدة قبلها واحدة او قال واحدة بعد واحدة او مع واحدة او معها ای معها واحدة وقعتا لان القبلیة فی قوله قبلها صفة للثانیة فاقتضی ان یکون الثانیة اولا ولا یمکن ایقاع الثانیة متقدمة علی الاولی فوقعتا معا واما قوله بعد واحدة فالبعدیة صفة للاولی فیقتضی تاخیر الاولی وهو غیر ممکن بعد ما اوجبها فیثبت ما هو ممکن وهو ان یجمع الثانیة

جاتا رہا اس باعث سے کہ غیر مدخولہ پر عدت واجب نہین ہوتی۔

(۲۱۹) اگر یہ کہا تجھپر طلاق ہے ایک اور ایک یا کہا تجھپر ایک طلاق ہی ایک طلاق سے قبل یا تجھپر ایسی ایک طلاق ہی جس کے بعد ایک اور ہے تو وہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جائیگی اور اصل قاعدہ اس مین یہ ہی کہ یہ ظروف یعنی قبل اور بعد اگر انکے ساتھہ ضمیر ذکر نہ کیجائے تب تو ماقبل کے صفت ہوا کرتے ہین اور اگر ضمیر ذکر کیجائے تو مابعد کے صفت ہوا کرتے ہین جب یہہ بات ثابت ہوگئی تو (قبل واحدہ) کا لفظ ماقبل کی صفت ہی پس پہلی جو ایک ہی وہی پہلے واقع ہوگی جب وہ واقع ہوگئی تو وہ عورت جدا ہو جائیگی اور عدت واجب ہوگی اور یہ لفظ کہ (اوسکی پہلے ایک ہی) دوسرے ایک طلاق کی صفت ہی اسلیے یہان بہی پہلی واقع ہوگی اور پہر دوسرے کے محل باقی نہ رہیگی اگر یہ کہا انت طالق واحدة قبلها واحدة یعنی تجھپر ایسی ایک طلاق ہے جس سے پہلے ایک اور ہے یا بعد واحدة کہا یعنی ایسی ایک جو ایک کے بعد ہی یا مع واحدة یعنی ایک کے ساتھہ یا معها واحدة یعنی اوسکے ساتھہ ایک ہی تو ان چارون صورتون مین دو دو طلاقین واقع ہونگی اسواسطے کہ قبلیت قبلها واحدة کی اندر دوسری طلاق کے صفت ہی اور یہ صفت اسبات کو چاہتی ہے کہ دوسری طلاق پہلے واقع ہو مگر کسی طرح پر پہلی سے پیشتر اوسکا واقع ہونا ممکن نہین ہے اسلیے دونون دفعةً واقع ہونگی اور بعد واحدة مین بعدیت پہلے طلاق کی صفت ہے اور وہ اسبات کو چاہتی ہی کہ پہلی بعد کو واقع ہووے مگر یہ بہی اوسکے واقع کر دینے کے

بها فیقعان واما کلمة مع فللقران قرنت بالضمیر او لا فا تقتضی وقوعهما معا۔

بعد نا ممکن ہے پس جو ممکن ہے وہی ثابت ہوگا اور یہ دونون دفعةً واقع ہونگی اور مع کا کلمہ تو دونون کے معیت کو چاہتا ہی ہی خواہ ضمیر ہو یا نہو اسلیے وہان بھی ساتھ ہی دونون واقع ہونگی

(۲۲۰) او ان دخلت الدار ای لو قال لامرأته ولم یدخل بها ان دخلت الدار فطالق وطالق وطالق او ان تزوجتك ای لو قال لاجنبیة ان تزوجتك فطالق وطالق وطالق فدخلت الدار فی المسئلة الاولیٰ وتزوجها فی الثانیة فالاولی ای الطلقة الاولی واقعة عند ابی حنیفة

(۲۲۰) اگر غیر مدخولہ سے کہا تو گھر مین داخل ہو تو تیرے اوپر طلاق ہی اور طلاق ہے اور طلاق ہی یا ایک اجنبیہ عورت سے کہا اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تیرے اوپر طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے اور وہ غیر مدخولہ گھر مین داخل ہوئی اور اجنبیہ سے نکاح کر لیا تو امام صاحب کے نزدیک پہلی طلاق واقع ہوگی۔

* * * * * * * * *

(۲۲۱) وقالا کلها واقعة لانه جمع بین الثلث بحرف الجمع واوقعها حال وجود الشرط فیقع کلها کما اذ اخر الشرط وکما لو جمعها بلفظ الجمع۔

(۲۲۱) صاحبین رح فرماتے ہین صورت مذکورہ مین سب واقع ہو جائینگی اسلیے کہ اوس نے تینون طلاق کو حرف جمع سے عطف کرکے ذکر کیا ہی اور شرط پائے جانیکے وقت اونکو واقع کیا ہی اسلیے سب واقع ہو جائینگی جیسے شرط کو موخر کرنیکے صورتین اور جمع کے لفظ سے بیان کرنیکی صورتمین سب واقع

(۲۲۲) وله ان المعلق کالمذکور عند الشرط ولو قال لها منجزا انت طالق وطالق یقع واحدة فکذا هذا بخلاف ما اذا اخر الشرط لان صدر الکلام توقف علی اخره لوجود المغیر ولا کذالك اذا تقدم الشرط وبه تبین ان الجمع بحرف الجمع کالجمع بلفظه فی حق اصل التعلیق لا فی حق کیفیته۔

(۲۲۲) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ شرط کے پائے جانیکے بعد معلق کا حال ایسا ہی جیسے اوسیوقت طلاق واقع کرتا اور ویسےوقت طلاق واقع کرے اور یہ کہے تجھپر طلاق ہی اور طلاق ہی اور طلاق ہی تو ایک واقع ہوتی ہی اسیطرح اس مین بھی ایک ہی واقع ہوگی بخلاف شرط کے موخر کرنیکی صورتکے اسلیے کہ شروع کلام تو اخیر کلام پر جسوقت مین کہ وہ اوسکی معنی مین تغیر پیدا کرتا ہو موقوف ہوا کرتا ہی اور شرط کے مقدم کرنیکی حالتمین یہ بات نہین ہوتی اور اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حرف جمع سے جمع کرنا لفظ جمع کیساتھ جمع کرنیکی مانند ہی مگر صرف حکم کے معلق ہونیمین نہ اوسکی

(۲۲۳) او بثم ای لو عطف بثم فان قدم الشرط ای لو قال لغیر المدخول بها ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق فالاولی معلقة والثانیة منجزة والثالثة لغو عند ابی حنیفة او اخر ای لو قال لها انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار فالاولی منجزة والباقی لغو عند ابی حنیفة۔

(۲۲۳) اگر غیر مدخولہ سے اب کہا اور حرف ثم سے عطف کیا اور شرط کو مقدم کیا بایں طور کہ ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق تو اول طلاق امام صاحب رح کے نزدیک دخول دار پر موقوف ہوگی اور دوسرے فی الفور واقع ہو جائیگی اور تیسرے لغو ہوگی۔ اور اگر شرط کو موخر کیا اور کہا انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار تو پہلی فی الفور واقع ہو جائیگی اور باقی لغو ہو جائینگی۔

* * * * * * * * * *

(۲۲۴) وان قدم الشرط فی المدخول بها فالاولی معلقة والباقی منجز او اخر الشرط فالثالثة معلقة والباقی منجزة۔

(۲۲۴) اگر مدخولہ بیوی سے یہ کہا اور شرط کو مقدم کیا تو امام صاحب رح کے نزدیک طلاق اول تحقق شرط پر موقوف ہوگی اور باقی دو فی الفور واقع ہو جائینگی اور شرط کو اگر موخر کیا ہے تو تیسری وجود شرط پر موقوف ہوگی اور دو باقی فی الحال واقع ہو جائینگی

(۲۲۵) وقالا یتعلق الکل ای الثلث مطلقا سواء کانت مدخولا بها اولا وقدم الشرط او اخر لان ثم عطف علی سبیل التراخی فباعتبار العطف یتعلق الکل بالشرط وباعتبار التراخی یکون الثانی مرتبا علی الاول فاذا کانت مدخولا بها یقع الکل علی الترتیب لقیام المحل وان لم یکن مدخولا بها بانت بالاولی ولغا الباقی۔

(۲۲۵) صاحبین رح کے نزدیک بہرصورت تینوں طلاقین تحقق شرط پر موقوف ہونگی خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور شرط کو مقدم کرے یا موخر کرے اسلیے کہ ثم کا لفظ عطف کے لیے آتا ہے اور تراخی پر دلالت کرتا ہے عطف کے اعتبار سے تو سب طلاقیں معلق بالشرط ہو جائینگی اور تراخی کے اعتبار سے ایک طلاق پر دوسرے طلاق مرتب ہوگی اب اگر وہ مدخولہ ہے تو تینوں طلاقین بسبب بقاء محلیت طلاق کی ترتیب واقع ہو جائینگی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائیگی اور بسبب عدم بقاء محلیت طلاق کی باقی لغو ہو جائینگی۔

(۲۲۶) وله ان المعطوف بثم فی حکم المنقطع عما قبله کانه سکت عن

(۲۲۶) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ معطوف بثم حقیقت میں اپنی ماقبل سے منقطع ہوا کرتا ہے اور ایسا

الاولى واستانف الثاني قولا بكلام التراخي ولو فصل بينهما بالسكوت بان قال انت طالق وسكت ثم قال وطالق ان دخلت الدار كان يمنع التعليق فكذا العطف عنه فاذا قدم الشرط في غير المدخول بها تعلقت الاولى ثم يجعل مستانفا للطلاق فيتنجز الثانية فتبين ويلغو الثالثة لفوات المحل واذا اخر الشرط وقعت الاولى والباقيان لغو لانه تعليق في غير الملك واذا قدم الشرط في المدخول بها يكون الاولى معلقة والثانية منجزة لعدم تعلقها بالاولى والثانية ايضا لقيام العدة واذا اخر الشرط وقعت الاولى والثانية منجزتين لعدم تعلقهما بالشرط والعدة قائمة وتعلقت الثالثة لقيام المحل۔

ہو جیسے اول کلام کہکر سکوت کیا اور پھر دیر کے بعد دوسرے کلام کے ساتھ تکلم کیا اور دونوں کلاموں کے بیچ مین اگر سکوت پایا جائے مثلاً انت طالق کہکر چپ رہے اور پھر کہے وطالق ان دخلت الدار تو وہ سکوت تعلیق بالشرط کا مانع ہوتا ہی پس اسیطرح یہ عطف بھی مانع تعلیق ہوگا اس بنا پر اگر عورت غیر مدخولہ ہی اور شرط کو مقدم کیا ہی تو طلاق اول شرط پر معلق ہوگی اور طلاق دوم کو از سر نو طلاق سمجھینگے اور وہ فی الحال واقع ہو جائیگی اور وہ جدا ہو جائیگی اور تیسری طلاق لغو ہوگی اسلیے کہ محل طلاق باقی نہین ہی اور اگر شرط کو موخر کیا تو پہلی واقع ہوگی اور دوسری لغو ہونگی اسلیے کہ اونمین تعلیق فی غیر الملک ہے۔ اور اگر مدخولہ ہے اور شرط کو مقدم کیا تو پہلی معلق ہوگی اور دوسری فی الفور واقع ہوگی اسواسطے کہ پہلی کے ساتھ اوسکو تعلق نہین ہے اسیطرح تیسری بھی بسبب قیام عدت کے فی الفور واقع ہوجائیگی اور اگر شرط کو موخر کیا تو پہلی اور دوسری تو اوسیوقت واقع ہوجائینگی اسلیے کہ اونکو شرط کے ساتھ تعلق نہین ہے اور عدت موجود ہی ہے اور تیسری معلق ہوجائیگی کیونکہ محل طلاق ہنوز باقی ہے۔

(٢٢٧) ونجيز الاجنبية تعليقه بالنكاح كقوله لاجنبية ان تزوجتك فانت طالق۔

(٢٢٧) اگر ایک شخص اجنبیہ عورت سے کہے اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تیرے اوپر طلاق ہے تو ہمارے نزدیک یہ تعلیق صحیح ہے۔

(٢٢٨) وقال الشافعي لا يجوز لان التعليق تاخيرا للتنجيز وهو لا يملك تطليق اجنبية تنجيزا فكذلك لا يملك تعليقا۔

(٢٢٨) امام شافعی رح کے نزدیک یہ تعلیق صحیح نہین ہے اسواسطے کہ طلاق کا معلق کرنا فی الحقیقت ایقاع طلاق مین تاخیر کرنا ہوتا ہے اور اجنبی شخص اجنبیہ عورت پر فی الحال ایقاع طلاق کا مالک نہین ہی پس تعلیق طلاق کا بھی اوسکو اختیار نہوگا۔

(۲۲۹) ولنا ان المعلق كالملفوظ عند الشرط فيكون كانه قال بعد التزوج انت طالق فيقع۔

(۲۲۹) ہماری یہ دلیل ہو کہ طلاق کا ایک شرط کے ساتھ مشروط کرنا ایسا ہی ہے جیسے بعد وجود شرط کی طلاق کا دینا پس ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا نکاح کے بعد اوس نے انت طالق کہا۔

(۲۳۰) فان قيل لو علق الطلاق ثم جن عند الشرط تطلق ولو كان كالملفوظ عنده لما وقع لانعدام الاهليه قلنا هو ايقاع حكما والمجنون اهل له بدليل ان اخاه عتق عليه اذا اشتراه وليه وقوله التعليق تاخير التنجيز ممنوع بدليل انه لو قال لامة اذا ولدت ولدا فهو حر صح مع انه لم يملك تنجيز العتق في الولد المعدوم كذا ذكره صاحب الكافي والحاصل ان الايقاع المعلق سبب في الحال عند الشافعي والشرط يمنع ترتب اثره عليه ولهذا اشترط الملك وقت التعليق وعندنا التعليق يمين في الحال فلا يشترط صحته على ملك المحل كاليمين بالله وانما يصير سببا للطلاق اذا وجد الشرط كالرمي فان عينه ليس بقتل واذا وصل الى المحل يصير قتلا۔

(۲۳۰) اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر کوئی شخص طلاق کو ایک شرط کے ساتھ مشروط کرے اور وقت تحقق شرط کے وہ مجنون ہو جائے تو تمہارے اس قاعدہ کے موافق کہ معلق بالشرط ملفوظ عند وجود الشرط کے حکم مین ہوا کرتی ہو طلاق نہ واقع ہونا چاہیے اسلیے کہ وقت تحقق شرط کے وہ طلاق دنیے کا اہل نہین ہے تو اوسکا جواب یہ ہو کہ طلاق کا معلق کرنا حقیقت مین تو ایقاع طلاق نہین ہو مگر حکماً ایقاع طلاق ہے اور مجنون حکما ایقاع طلاق کا اہل ہے اور اوسپر دلیل یہ ہے کہ اگر مجنون کا ولی اوسکی بھائی کو خرید لے تو وہ مجنون کی طرف سے آزاد ہو جاتا ہے حالانکہ وہ حقیقۃ اعتاق کا اہل نہین ہے باقی رہا امام شافعی رح کا یہ قول کہ تعلیق طلاق فی الحقیقت تاخیر ایقاع ہو اسکو ہم نہین مانتے اور اوسپر یہ دلیل ہو کہ اگر چھوکری سے کہے اگر تیرے بچہ پیدا ہووے تو وہ آزاد ہے تو یہ کہنا صحیح ہو باوجودیکہ ولد معدوم ہو وہ فی الحال آزاد نہین کرسکتا۔ کذا ذکرہ صاحب الکافی۔ حاصل یہ ہو کہ ایقاع معلق امام شافعی رح کے نزدیک فی الحال سبب طلاق ہو مگر شرط اوسکا اثر مرتب نہین ہونے دیتی اسلیے امام شافعی رح کے نزدیک تعلیق کے وقت ملکیت کا ہونا شرط ہے اور ہمارے نزدیک فی الحال وہ ایک یمین ہو پس اوسکی صحت ملکیت محل پر موقوف نہین ہے جس طرح خدا کے ساتھ قسم کھانیکی لیے یہ ضرور نہین ہو کہ وہ اوس

(۲۳۱) وفي المحيط هذا اذا صرح النكاح ولو قال كل امرأة اجتمع

(۲۳۱) محیط مین مذکور ہی یہ جب ہو کہ نکاح کی تصریح کردے اور اگر مثلاً یون کہا کہ جس عورت سے مین

معها في فراش فهي طالق فتزوج امرأة لا تطلق وكذا لو قال كل جارية توطئها فهي حرة واشترى جارية فوطئها لم تعتق لان العتق غير مضاف الى الملك -

ہم بستری کرون اوسپر طلاق ہے اور ایک عورت سے نکاح کیا تو اوسپر طلاق نہ واقع ہو گی اسیطرح اگر کہا جس چھوکری سے مین صحبت کرون وہ آزاد ہے اور ایک چھوکری خریدی اور اوس سے صحبت کی تو آزاد نہو گی اسلیے کہ غیر ملک کی طرف آزاد ہونیکی نسبت کی ہے -

(٢٣٢) واجازوه اي تعليق الطلاق بالنكاح مع التعميم كقوله كل امرأة اتزوجها فهي طالق وقال مالك لا يجوز -

(٢٣٢) اگر بلا تخصیص کسی عورت کے طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرے اور کہے جس عورت سے مین نکاح کرون اوسپر طلاق ہے تو یہ تعلیق صحیح ہے اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہین جائز نہین ہے

(٢٣٣) قيد بالتعميم لانه ان خص بلد او قبيلة او صفة كما اذا قال كل امرأة اتزوجها من كوفة او من الهند او ثيبا فهي طالق يجوز اتفاقا -

(٢٣٣) بلا تخصیص کے قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر کسی شہر یا قبیلہ یا اور کسی صفت کے ساتھ تخصیص کردے مثلا جس کوفہ والی یا ہند والی یا خاوند رسیدہ سے مین نکاح کرون اوسپر طلاق ہے تو بالاتفاق جائز ہے -

(٢٣٤) له انه اذا عم على نفسه طريق استباحة البضع يكون فيه تعريض نفسه للزنا فلا يجوز ولنا ان هذا يمين ولهذا لو حلف انه لا يحلف فعلق الطلاق بشرط يحنث واليمين معتبر اذا صدر من اهله ومالم يوجد الشرط فهو يمين لا طلاق -

(٢٣٤) امام مالک رح کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ اپنی جان پر جماع کی اباحت کے طریقہ کو حرام کرتا ہے تو گویا اپنی جان کو زنا مین ڈالتا ہے پس یہ جائز نہوگا - اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ یمین ہے اسیواسطے اگر ایک شخص نے حلف کیا کہ کبھی حلف نکرونگا اور اوس نے اپنی بیوی کے طلاق کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کیا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور یمین کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر ایسے شخص سے صادر ہو جاوے کہ اہلیت رکھتا ہے تو وہ خواہ مخواہ معتبر ہوتی ہے اور جبتک کہ شرط نہ پائی جائے اوسوقت تک وہ یمین ہی ہے طلاق نہین ہے

(٢٣٥) وفي الخانية لو قال كل امرأة اتزوجها فهي طالق ان كلمت فلانا فتكلم ثم تزوج لا تطلق ولو

(٢٣٥) خانیہ مین مذکور ہے اگر یہ کہا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون اوسپر طلاق ہے اگر مین فلاں شخص سے کلام کرون وہ اوس نے اوس شخص سے کلام کیا اوسکے بعد نکاح ہوا تو طلاق نہ واقع ہو گی اور اگر نکاح کیا اور پھر

تزوج ثم تکلم تطلق وکذا کلما۔

(۲۳۶) ولو قال ان تزوجتک فانت طالق قبله ثم نکحها یوقعه ای ابو یوسف الطلاق عقیب النکاح وقالا لایقع به شیء۔

(۲۳۷) له انه علق الطلاق بالنکاح وذکر معه وقتا لایقدر ایقاع الطلاق فیه فلغی ذکر الوقت وبقی التعلیق فیقع ولهما ان المعلق بالشرط کالملفوظ عنده ولو قال عند النکاح انت طالق قبل ان انکحک لاتطلق فکذا هذا۔

(۲۳۸) واذا علق الطلاق بشرط باحد الفاظه ای الفاظ الشرط

(۲۳۹) کان واذا واذا ما ومتی ومتما وکل وکلما کلمة کل لیس من الفاظ الشرط ولهذا یدخل الاسم انما عدمنها باعتبار ان الحکم یتعلق بالفعل الذی یلی مدخوله کتعلیقه بالشرط کما اذا قلت کل عبد اشتریه فهو حر لا یعتق غیر مشتراه فی ملکه ای فی امراءة مملوکة بالنکاح او مضاف الیه ای الی الملک اراد به التعلیق به کقوله ان ملکتک فانت طالق وکذا التعلیق بسببه وهو التزوج لانه سبب الملک ومضاف الیه۔

کلام کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی خواہ وہ یہ کہے کہ جب مین کسی عورت سے

(۲۳۶) ایک عورت سے کہا اگر مین تجھسے نکاح کرون تو قبل از نکاح تجھپر طلاق ہی بعد ازان اوس سے نکاح کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی مگر امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک کچھہ نہ واقع ہوگا۔

(۲۳۷) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ اوس نے طلاق کو نکاح کے ساتھہ مشروط کیا ہی مگر لو ننے اوس شرط کے ساتھہ وقت ایسا ذکر کیا ہی جسمین وہ طلاق نہین واقع کر سکتا اسواسطے وقت کا ذکر لغو ہوگا اور صرف تعلیق باقی رہجائیگی لہذا طلاق معلق رہیگی اور ان دونون کی دلیل یہ ہی کہ شرط کا حوال شرط کی پائی جانیکے بعد ایسا ہی جیسی کہ اب ذکر کیا جاتا مگر جس صورت مین نکاح کے بعد یکہو کہ نکاح کر نیسے قبل تجھپر طلاق ہی تو طلاق واقع نہین ہوتی لہذا

(۲۳۸) شرط کی الفاظ مین سے کسی لفظ کی ساتھہ طلاق کو جب کسی شرط سے معلق کیا جائے اور عورت منکوحہ ہو یا اوسکی مملوک ہونیکو طلاق کی شرط ٹھہرا

(۲۳۹) شرط کے الفاظ عربی مین یہ ہین اِن اِذا اِذا ما متی متیما کل کلما مگر کل کا حرف حقیقت مین شرط کے لیے نہین ہے اسلیے بخلاف اورون کے یہ اسم پر آتا ہے لیکن چونکہ اسکی مدخول کے ساتھہ جو فعل متصل ہوتا ہی اوسکے ساتھہ حکم اسیطرح معلق ہوا کرتا ہے جس طرح شرط کے ساتھہ اسواسطے کل کو الفاظ شرط مین شمار کرتے ہین۔ مثلاً اگر کوئی کہے کل عبد اشتریه فهو حر یعنے جس غلام کو مین خریدون وہ آزاد ہے تو بجز اوسکے خریدے ہوئے کے کوئی نہین آزاد ہو سکتا۔

مطلق نکاح کرون تو اوس پر طلاق ہے اگر مین فلان شخص سے بولون۔

(۲۴۰) صح هذا اذا کان التعلیق بصریح الشرط وان کان بمعنی الشرط کقوله المرأة التی اتزوجها طالق فانما یتعلق اذا کانت غیر معینة وان کانت معینة کقوله هذه المرأة التی اتزوجها لا یقع الطلاق لانه عرفها بالاشارة ولا یراعی فیها الصفة فبقی قوله هذه المرأة طالق۔

(۲۴۰) امور مذکورۂ بالا میں تعلیق جب صحیح ہوتی ہی جب صریح شرط کے ساتھہ ذکر کرے اور اگر شرط کے معنی وہاں سمجھہ میں آتے ہوں مثلاً وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے تو وہاں طلاق اوسیوقت معلق ہوگی کہ جب وہ عورت معین نہو اور اگر معین ہی مثلاً یہ عورت جس سے میں نکاح کرونگا اسپر طلاق ہی تو یہاں طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ جب اشارہ سے اوسکی تعیین ہوگئی تو اب صفت کا کچھہ اعتبار نہوگا اور ایسا ہوگا کہ اجنبیہ کو کہا اس عورت پر طلاق ہی۔

(۲۴۱) وانما قید بملك او مضاف الیه لان التعلیق یمین والغرض منه غالباً حمل النفس علی الفعل او منعها عنه ولو لم یملکه فی الحال حتی یحترز عن الشرط ولم یضفه ایضا الی الملك حتی یتحرز عن تحصیل الملك لم ینعقد الیمین لانعدام الغرض منه۔

(۲۴۱) طلاق کے اندر ملکیت یا ملکیت کے طرف مضاف ہونیکی اسلیے قید لگائی ہے کہ تعلیق طلاق حقیقت میں ایک طرح کی قسم ہی اور قسم سے اکثر نفس کا کسی کام کرنے یا اوس سے روکنے پر برانگیختہ کرنا منظور ہوا کرتا ہے اور جس وقت میں اوسپر ملکیت نہیں ہی تا کہ اوس شرط سے بچتا رہی یا ملک کے طرف اضافت نہیں کی ہے تا کہ ملک حاصل کرنیسے بچتا رہی تو قسم ہونیکی ہی نہیں اسواسطے کہ جو اوس سے غرض ہی وہ غرض ہی اسوقت میں متحقق نہوگی۔

(۲۴۲) فان قیل لو قال لامرأته اذا حضت فانت طالق فهو یمین ولیس فیه ذلك الغرض قلنا العبرة للغالب لا للشاذ۔

(۲۴۲) اگر کوئی اعتراض کرے کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی سے کہے تجھکو حیض آوے تو تیری اوپر طلاق ہی تو یہ بھی قسم ہی مگر جو غرض قسم سے تم نے بیان کی ہی وہ یہاں نہیں پائی جاتی تو اوسکا یہ جواب ہی کہ اعتبار اکثر کا ہی

ولا یبطل الیمین بزوال الملك حتی اذا قال ان دخلت الدار فانت طالق ثم ابانها بواحدة وانقضت عدتها ثم تزوجها فدخلت الدار طلقت لان الطلاق ما لم یبلغ ثلثا فمحل للیمین والیمین باق ببقاء محله۔

ملکیت نکاح کے جاتے رہنے سے یہ قسم باطل نہیں ہوتی بلکہ بدستور اوسکا حکم قائم رہتا ہی مثلاً اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو گھر میں جاوے تو تجھپر طلاق ہے اور پھر ایک طلاق بائن اوسکو دیدی اور اوسکی عدت گذر گئی اور اوس سے دوبارہ نکاح کر لیا اور پھر وہ گھر میں گئی تو اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ جبتک تین طلاقیں نہو جائیں اوسوقت تک وہ محل قسم ہے اور جبتک محل باقی رہیگی قسم بھی باقی رہیگی۔

(٢٤٣) فان وجد فیه ای الشرط فی ملك الحلت الیمین ووقع المعلق عقیبه ای وقع الجزاء عقیب وجود الشرط والا ای ان لم یوجد فیه بل وجد فی غیر ملك انحلت الیمین بوجود الشرط ولا یقع ای الطلاق لان المحل غیر قابل۔

(٢٤٣) جس شرط کے ساتھ طلاق کو مشروط کیا ہے اگر وہ شرط اوس شئے کی مملوک ہونے کی حالت میں پائی گئی تب تو قسم پوری ہو جائیگی اور اوسکے بعد طلاق بھی ثابت ہو جائیگی اور اگر وہ شرط عورت کے مملوک ہونیکی حالت میں نہیں پائی گئی بلکہ جسوقت وہ اس شخص کی مملوک نہیں ہے اوسوقت میں پائی گئی تو قسم پوری ہو جائیگی اور بسبب عدم محلیت طلاق کے طلاق نہ واقع ہوگی۔

(٢٤٤) ولا یتکرر ای الجزاء بتکرر الشرط الا فی کلما لا تقتضیها العموم المستلزم للتکرار حتی ینتهی الطلقات الثلث وغیرها لم یقتض العموم فالشرط یتم بوجوده مرة ولا بقاء للیمان بدون الشرط

(٢٤٤) شرط کے بار بار پائی جانیسے مشروط یعنی طلاق بار بار نہ ثابت ہوگی مگر جس جگہ کلما لگا کر کے لفظ سے شرط کو بیان کیا ہے اسواسطے کہ وہ عموم اوقات کو چاہتا ہی جس کے لیے تکرار لازم ہے پس تین طلاقوں تک برابر کلما کی اندر شرط کے مکرر ہونیسے طلاق بھی مکرر ہوگی۔ اور باقی حروف شرط عموم اوقات کو مقتضی نہیں ہیں اور صرف ایک ہی دفعہ شرط کی پائی جانیسے اوسکا حکم تمام ہو جائیگا اور جب

(٢٤٥) و انهینا التکرار بانتهاء الثلث یعنی فی صورة التعلیق بکلما اذا تزوجت بعد الثلث بزوج وعادت الیه فوجد الشرط فی الملك الثانی لم تطلق عندنا وقال زفر تطلق لان کلمة کلما للتکرار۔

(٢٤٥) ہمارے نزدیک جسوقت میں کلما کے ساتھ شرط لگائی جائے تو تین طلاق تک شرط کی پائے جانیسے طلاق پائی جاتی ہے بخلاف امام زفر رح کے کہ اونکے نزدیک تین طلاق کے بعد بھی اگر وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کرے اور وہی شرط پائی جائے تب بھی طلاق ثابت ہوگی کیونکہ کلما کا کلمہ تکرار کے لیے آتا ہے۔

(٢٤٦) ولنا انه انما علق بما یملك من الطلقات وقد انتهی ذلك فینتهی الیمین ضرورة۔

(٢٤٦) ہماری یہ دلیل ہے کہ خاوند نے اوسیقدر طلاقوں کو شرط کے ساتھ معلق کیا ہی جسقدر کا وہ مالک ہی اور تین طلاق کے واقع ہونیسے اوسکی ملکیت تمام ہوگئی لہذا قسم بھی لامحالہ ختم ہو جائیگی۔

(٢٤٧) اعلم ان هذا الخلاف فیما اذا لم یدخل کلما علی نفس التزوج وان دخل علیه لا ینتهی التکرار اتفاقا

(٢٤٧) جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اوس وقت میں ہے کہ کلما کا کلمہ نفس نکاح پر نہ داخل ہو یعنے نکاح کو شرط نہ گردانا ہو ورنہ بالاتفاق نکاح کے مکرر ہونیسے

بل یحنث بکل مرۃ وان کان بعد زوج آخر لان الیمین باعتبار ما یحدث من الملک وھو غیر متناہ۔

طلاق مکرر ہوگی اگرچہ زوج ثانی سے نکاح کے بعد پہر زوج اول سے نکاح کرے اسواسطے کہ قسم ملک جدید کے حاصل ہونیکی اعتبار سے ہے اور اوسکی کچھ انتہا نہین ہی۔

* * * * * *

(۲۴۸) فی روایۃ منتقی عن ابی یوسف ہذا اذا کانت المرأۃ معینۃ ولو ابھم وقال کلما تزوجت امرأۃ فھی طالق فتزوج امرأۃ طلقت فان تزوجہا ثانیا لم تطلق کما اذا قال کلما اشتریت ھذا الثوب فھو صدقۃ یلزمہ التصدق لکل مرۃ ولو قال کلما اشتریت ثوبا فھو صدقۃ لا یلزمہ ذلک الا مرۃ۔

(۲۴۸) امام ابو یوسف رح سے منتقی نے روایت کی ہے یہ جب ہی کہ عورت معین ہو اور اگر بلا تعین یہ کیا ہے کہ جب مین کسی عورت سی نکاح کرون تو اوسپر طلاق ہی اور ایک عورت سے نکاح کیا تو اوسپر طلاق ہو جائیگی مگر دوسری مرتبہ اگر اسی عورت سی نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کوئی شخص ایک کپڑے کی طرف اشارہ کرکے کہی کہ جب مین اس کپڑے کو خرید کرون یہ صدقہ ہی تو ہر مرتبہ خریدنیسے اوسکو اوسکا صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اگر کہے کہ جب مین کوئی کپڑا خریدون تو وہ صدقہ ہے تو صرف ایک مرتبہ ایک کپڑے خریدنیسے اوسکو صدقہ کرنا واجب ہوگا

(۲۴۹) ولو قال کل امرأۃ اتزوجہا فھی طالق ان کلمت فلانا فتزوج امرأۃ فکلم فلانا ثم تزوج المرأۃ اخری طلقت التی تزوجہا قبل الکلام ولا تطلق التی تزوجہا بعد الکلام وکذا لو قال ان فعلت فامرأتی طالق ولیس لہ امرأۃ فتزوج امرأۃ ثم فعل ذلک لا یحنث فی یمینہ من فتاوی قاضیخان

(۲۴۹) اگر یہ کہا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون تو اسپر طلاق ہے اگر مین فلان شخص سے بات کرون اور پہر ایک عورت سے نکاح کیا اور اوس شخص سے کلام کیا اور پہر ایک دوسری عورت سے نکاح کیا تو جس سے قبل از کلام نکاح کیا ہے اوسپر طلاق ہو جائیگی اور جس سے بعد از کلام نکاح کیا ہی اوسپر طلاق نہ ہوگی اسیطرح اگر یہ کہا کہ مین یہ کام کرون تو میری جورو پر طلاق ہی اور اوسکے یہ کہتے وقت جورو نہین ہی اور بعد کو ایک عورت سے نکاح کیا اور پہر وہ کام بہی کیا تو وہ اپنی قسم مین حانث نہوگا کذا فی قاضیخان۔

(۲۵۰) وابطلناہ تنجیزھا ای اذا قال ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا ثم نجزھا فقال انت طالق ثلثا فتزوجت

(۲۵۰) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو گہر مین جائے تو تیرے اوپر تین طلاقین ہین اور پہر اوس سے یہ کہا کہ تجہپر تین طلاقین ہین اور اوس نے بعد

بزوج آخر ثم عادت الیه فدخلت الدار لم تطلق عندنا وقال زفر تطلق۔

خاوند سے نکاح کرکے پہلے خاوند سے نکاح کیا اور گھر مین آئی تو ہمارے نزدیک اب طلاق نہ واقع ہوگی بخلاف امام زفر رح کے۔

(۲۵۱) قید بتنجیز الثلاث لانه لو طلقها ثنتین ثم عادت الیه فدخلت الدار تطلق ثلثا اتفاقا من الحقائق

(۲۵۱) فی الحال تین طلاقین دینے کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر دو طلاقین دین اور پہر عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کرکے پہلے سے نکاح کیا اور گھر مین داخل ہوئی تو بالاتفاق اوسپر تین طلاقین واقع ہو جاوینگی۔

(۲۵۲) له ان زوال الملك لا یبطل التعلیق كما اذا قال لعبده ان دخلت هذه الدار فانت حر ثم باعه وعاد الى ملكه فدخلها عتق ولنا ان التعلیق كان باعتبار ملكه الموجود وبوقوع الثلث علیها ارتفع الملك ومحلیة الطلاق بالكلیة فیبطل التعلیق بخلاف البیع لان ملك العبد له غیر محدود بصفة الرق فكان محلا۔

(۲۵۲) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ ملک کے جاتے رہنے سے تعلیق بالشرط نہین جاتی جس طرح کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا اگر تو اس گھر مین جاوے تو تو آزاد ہے اور پہر اوس غلام کو فروخت کردیا اور پہر کسی طرح سے وہ غلام اوسکے ملک مین آگیا اور اوس گھر مین گیا تو آزاد ہو جائیگا۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق مین شرط کا لگانا ملک موجودہ کے اعتبار سے ہوتا ہے اور تین طلاق کے واقع ہونیکے سبب سے ملکیت جاتی رہی اور محلیت طلاق بالکل مرتفع ہوگئی لہذا وہ تعلیق بالشرط باطل ہو جائیگی بخلاف بیع کے اسلیے کہ غلام جبتک غلام ہے ہر وقت اوسپر ملکیت حاصل ہوسکتی ہے اسلیے [illegible]

(۲۵۳) ولحاقه ای لحاق الزوج بدار الحرب حال كونه مرتدا بعد ما علق طلاق امرأته بشرط كالدخول ونحوه ثم دخلت الدار وهی فی العدة مبطل لتعلیقه عند ابی حنیفة یعنی لا تطلق وقالا تطلق قید باللحاق لانه لو لم یلحق لا یبطل تعلیقه اتفاقا

(۲۵۳) اگر ایک مسلمان شخص نے دارالاسلام مین اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ مثل گھر مین داخل ہونے وغیرہ کے معلق کیا اور پہر وہ مرتد ہوکر دارالحرب کو چلا گیا اور حالت عدت مین مثلا وہ عورت گھر مین داخل ہوئی تو امام صاحب رح کے نزدیک تعلیق بالشرط باطل ہے اور اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی۔ اور دارالحرب مین پہونچ جانیکی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر دارالحرب کو نہین گیا تو بالاتفاق تعلیق بالشرط باطل نہوگی اور اوسکا حکم قائم رہیگا۔

(۲۵۴) وفائدة الخلاف تظهر فیما اذا جاء تائبا مسلما الینا وتزوج

(۲۵۴) اس اختلاف مذکور کا نتیجہ اوس وقت معلوم ہوگا کہ جب وہ شخص توبہ کرکے اور مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آئے اور اوس

هذه المرأة لا ينتقص عدد
الطلاق عنده و ينتقص عندهما
(٢٥٥) لهما ان المعلق بالشرط ينزل
عند وجوده من غير قصد و ارادة
فصار كما لو جُنّ و له انه بالارتداد
لحق بالجماد و فات اهلية الملك
عنه و قيام الملك شرط لوقوع الطلاق
المعلق عند وجود الشرط بخلاف
الجنون لان الملك لم يزل به۔
(٢٥٦) و اوقعنا البائن المعلق بشرط
وجد في عدة بائن منجز يعني اذا
قال لامرأته ان دخلت الدار
فانت بائن ثم طلقها بائنا منجزا
فدخلت الدار في عدتها يقع المعلق
عندنا۔
(٢٥٧) و قال زفر لا يقع لان البائن
لا يلحق البائن لانه وضع لازالة
القيد و قد زال القيد و لنا ان
عدم لحوق البائن بكلام مستانف
كان لانه امكن جعله خبرا عن
الاول و هو صادق فيه فلم يحتج الى
جعله انشاء لانه اقتضاء ضروري
(٢٥٨) فان قيل هذا الاحتمال ثابت
في قوله انت طالق انت طالق
فينبغي ان لا يلحق الصريح بالصريح

عورت سے نکاح کرے تو ہمارے نزدیک تین طلاق کا مالک ہیگا اور
طلاق کی عدد مین کمی نہ واقع ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک عدد طلاق مین
(٢٥٥) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ جو طلاق مشروط بشرط ہی
شرط کے موجود ہوتے ہی بلا قصد اور بلا ارادہ واقع ہو جاتی ہی
پس وہ شخص ایسا سمجھا جائیگا جیسے مجنون ہو جاتا اور امام صاحب
رح کی دلیل یہ ہی کہ مرتد ہونیکے باعث سے وہ ملحق بالجمادات
ہوگیا اور مالک ہونیکی اہلیت اوس سے جاتی رہے اور طلاق معلق
مین شرط کی موجود ہونیکی حالت مین بھی وقوع کی لیے ملک کا پایا جانا
ضرور ہے اور یہان ملک نہین پائی جاتی بخلاف جنون کی کہ مجنون ہونیسے ملک نہین
(٢٥٦) اگر اپنی بیوی سے کہا تو اس گھر مین جاوے تو
مجھسے تجھسے کچھ واسطہ نہین اور پھر اسکے علاوہ ایک طلاق
بائن فی الحال اوسکو دیدی اور اوس طلاق بائن کی
عدت مین وہ اوس گھر مین گئی تو ہمارے نزدیک
وہ طلاق مشروط بھی واقع ہو جائیگی۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(٢٥٧) امام زفر رح فرماتے ہین صورت مذکورہ مین طلاق مشروط
نہ واقع ہوگی اسلیے کہ ایک طلاق بائن کے ساتھہ دوسرے طلاق بائن نہین
ملسکتی اسلیے کہ طلاق بائن قید نکاح کی دور کرنیکے لیے ہی اور وہ ایک سے زائل ہو چکی
اور ہماری دلیل یہ ہے کہ طلاق بائن کو جو دوسرے کلام سے پہلی بائن کے ساتھہ
ملحق نہ کرینگی وجہ یہ ہی کہ اس دوسرے کلام کو طلاق اول کا بیان کر سکتے
سکتے ہین اور وہ اوس بیان مین صادق ہی اور اوسکو انشاء طلاق گرداننے
کی ضرورت نہین اسلیے کہ اصل مین تو یہ کلام خبر ہوا کرتا ہی مگر اس
(٢٥٨) اگر کہو یہ احتمال تو انت طالق انت طالق مین بھی
پایا جاتا ہے تو چاہیے کہ طلاق صریح بھی صریح کے ساتھہ
نہ ملسکے تو اوسکا یہ جواب ہے کہ یہان یہ احتمال نہین ہوسکتا

قلت لاحتمال فیه لان قوله انت طالق متعین للانشاء شرعا فلو قال اردت به الاخبار لا تصدق قضاء وفی مسئلتنا لم یذکر انت بائن ثانیا حتی یجعل خبرا بل وجد اثر التعلیق السابق وهو نزول القید عند وجود الشرط وهی محل للطلاق فیقع وفی الحقائق قلت المراد من المنجز المنجز فی الحال ولا یشترط ان یکون منجزا فی الاصل فانه لو قال ان فعلت کذا فحلال الله علیّ حرام ثم هکذا قال لامر اخر ففعل احدهما حتی وقع طلاق بائن ثم فعل الفعل الاخر قال ظهیر الدین المرغینانی ینبغی ان یقع کما لو کان الثانی معلقا دون الاول وهذا مما یغتنم ویحفظ۔

کیونکہ انت طالق کا لفظ شرعاً طلاق دینے کے لیے موضوع ہے اگر اسمین یکہدے کہ مین نے تو دوسری انت طالق سے طلاق کی خبر دی ہی تو عند القاضی اوسکا قول مقبول نہوگا اور صورت مذکورہ مین انت بائن دوبارہ مذکور نہین کیا گیا ہی تاکہ اوسکو پہلی سے خبر کر سکین بلکہ تعلیق سابق کا اثر یعنی شرط پائیجانے سے نکاح کا جاتا رہنا ایسے وقت مین پا یا گیا کہ وہ حالت عدت میں ہے اور محل طلاق ہی اسلیے واقع ہو جائیگی حقائق مین مذکور ہے مین کہتا ہون مصنف کی مراد یہ ہی کہ اوسوقت ایک طلاق بائن کے عدت میں ایک طلاق بائن ہو یہ ضرور نہین ہے کہ یہ طلاق بائن اصل مین فی الفور دی ہو بلکہ چاہی یہ بھی کسی شرط کے ساتھہ معلق کرکے دی ہو اور اوس شرط کے پائے جانیسے وہ بالفعل ثابت ہوگئی ہو مثلاً کہے اگر مین اس کام کو کرون تو خدا کا حلال میرے اوپر حرام ہے اور پھر دوسرے کسی کام کو بھی اسیطرح کہی اور اون دونون کامونین سے ایک کام اوس سے صادر ہو جاوے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائیگی اور پھر دوسرا کام بھی وہ کرے تو ظہیر الدین مرغینانی کہتے ہین دوسرے طلاق کا بھی واقع ہونا چاہیے جس طرح پہلے فی الفور ہو اور دوسری معلق ہو تو واقع ہو جاتی ہی یہ مسئلہ مغتنمات مین سے ہے اور یاد رکہنے کے قابل ہی۔

(۲۵۹) ولو قال کلما تزوجها فطالق فتزوجها فی یوم ثلثا ای ثلث مرات ودخل بها فی کل مرة الزمه ای محمد الزوج باربعة مهور ونصف مهر وابانها ای قال محمد بانت منه بثلث طلقات۔

(۲۵۹) اگر کہا جب مین اوس عورت سے نکاح کرون اوسپر طلاق ہے اور ایک دن مین اوس عورت سے تین مرتبہ نکاح کیا اور ہر مرتبہ اوس سے صحبت کی تو امام محمد رح کے نزدیک ساڑھے چار مہر اوسپر لازم ہونگے اور تین طلاقین اوسپر پڑ جائینگی اور علاحدہ ہو جائیگی۔

(۲۶۰) وحکما بطلقتین ومهرین ونصف مهر۔

(۲۶۰) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسپر دو طلاقین واقع ہونگی اور اڑہائی مہر دینے پڑینگے۔

(۲۶۱) وهذا الخلاف مبني على ما تقدم في النكاح من ان المبانة اذا نكحها الزوج في عدتها وطلقها قبل الدخول بها فعليها اتمام العدة الاولى لان الدخول في النكاح الاول ليس بدخول في الثاني عنده فعليها عدة مستقلة عندهما لان الدخول في الاول دخول في الثاني فمحمد يقول بالتزوج الاول طلقت ولها نصف المهر وبالدخول بعده مهر آخر وبالتزوج الثاني طلقت ايضا ولها نصف مهر وبالدخول الثاني مهر ايضا وبالتزوج الثالث والدخول الثالث لها مهر ونصف مهر فصار اربعة مهور ونصف مهر وهما يقولان بالتزوج الاول والدخول بعده لها مهر ونصف مهر وبالتزوج الثاني مهر تام لان هذا الطلاق بعد الدخول لكون الدخول الاول دخولا في الثاني وبالدخول الثاني صار مراجعا ولا يجب شيء ولا اعتبار بالتزوج الثالث لان نكاح المنكوحة غير صحيح۔

(۲۶۱) اصل اس اختلاف کا منشا وہی ہے جو باب نکاح مین بیان ہو چکا کہ جس عورت کو طلاق بائن دیجائے اوپھر خاوند اوسکی عدت مین اوس سے نکاح کرے اور قبل از دخول اوسکو پھر طلاق دیدے تو اوسکو پہلی عدت کا پورا کرنا پڑتا ہی اسواسطے نکاح اول مین دخول کرنا امام محمد رح کے نزدیک نکاح ثانی مین دخول نہ سمجھا جائیگا اور اون دونون کے نزدیک ایک جدا عدت اوسپر لازم ہوگی کیونکہ نکاح اول مین دخول کرنا نکاح ثانی مین دخول نہ سمجھا جائیگا۔ اس بنا کے موافق امام محمد رح صورت مذکورہ مین فرماتے ہین کہ پہلی مرتبہ نکاح کرتے ہی اوسپر طلاق ہوگئی اور نصف مہر اوسکے لیے لازم ہوگیا اور پھر اوسکے بعد دخول کرنیسے ایک مہر اور لازم ہوا اور دوسری مرتبہ بھی نکاح کرنے ہی اوسپر طلاق ہوگئی اور نصف مہر واجب ہوگیا اور اسکے بعد بھی دخول کرنیسے ایک مہر اور واجب ہوا اسیطرح تیسری مرتبہ نکاح کرنے اور دخول کرنیسے ڈیڑھ مہر واجب ہوا غرض ہر دفعہ نکاح اور دخول سے ڈیڑھ مہر واجب ہوگا اور سب ساڑھے چار مہر واجب ہونگے۔ اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب فرماتے ہین اول مرتبہ نکاح کرنے اور دخول کرنیسے ڈیڑھ مہر واجب ہوا اور دوسری مرتبہ نکاح کرنیسے ایک پورا مہر واجب ہوگا اسلیے کہ یہ طلاق بعد الدخول ہے کیونکہ اول نکاح مین دخول کرنا دوسرے نکاح مین دخول سمجھا جاتا ہی اور اب جو دوسرے نکاح مین دخول کیا ہے اوس کو رجعت ثابت ہوجائیگی اور کچھہ نہ واجب ہوگا اور تیسرے نکاح کا کچھہ اعتبار نہین اسلیے کہ پہلے ہی سی وہ نکاح مین ہے اب اوسکا نکاح صحیح نہین ہی۔

(۲۶۲) او بائنا يعني لو قال كلما

(۲۶۲) اگر کہا جب مین اوس سے نکاح کرون جب ہی وہ

تزوجتها فبانت فتزوجها فی یوم ثلث مرات فدخل بها فی کل مرة الزمه بتلک المهور ای قال محمد لها اربعة مهور و نصف اعتبارا بالمسئلة السابقة وهما لخمسة و نصف و بانت بثلاث اتفاقا هما قالا وجب لها بالنکاح الاول وبالدخول بعده مهر و نصف مهر وبالنکاح الثانی طلقت ثانیا ولها مهر کامل لانه طلاق بعد الدخول علی اصلهما ومهر اٰخر بالدخول بعده للشبهة ولم یصر به مراجعا لان الطلاق بائن وبالنکاح ثالثا طلقت ثالثا ولها مهر وبالدخول بعده مهر اٰخر فصار خمسة مهور و نصف مهر ثلثة مهور وجبت بثلثة دخول و نصف مهر بالنکاح الاول ومهران بالنکاحین الاٰخرین۔

مجبے علیحدہ ہو اور ایک دن مین اُس سے تین مرتبہ نکاح کیا اور ہر مرتبہ دخول کیا تو امام محمد رح کے نزدیک پہلے مسئلہ کے اوپر قیاس کرکے ساڑھے چار مہر لازم ہونگے اور امام صاحب رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک ساڑھے پانچ واجب ہونگے اور اسپر تو سب کا اتفاق ہی کہ تین طلاقین واقع ہو کر علیحدہ ہو جائیگی امام صاحب رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک پہلی مرتبہ نکاح کرنے اور اوسکی بعد دخول کرنیسے ڈیڑھ مہر واجب ہو گیا اور دوسری مرتبہ نکاح کرنیسے دوسری مرتبہ اوسکو طلاق ہوئی اور ایک پورا مہر واجب ہوا اسلیے کہ طلاق بعد الدخول ہے اونکے قاعدہ کے موافق اور اوسکے بعد دخول کرنیسے بسبب شبہ حلیت کے ایک مہر اور واجب ہوا اور یہ دخول یہان رجعت نہ سمجہا جائیگا کیونکہ طلاق بائن ہے اور تیسری مرتبہ نکاح کرنیسے تیسری طلاق واقع ہوگی اور ایک مہر واجب ہوگا اور پہر دخول کرنیسے ایک اور واجب ہوگا اس حساب سے ساڑھے پانچ مہر واجب ہونگے تین مہر تو تین مرتبہ دخول کرنیسے اور آدہا مہر نکاح اول سے اور دو مہر دوسرے دو نکاحون سے

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

۲۶۳؎ ولو اختلفا فی الشرط ای فی اصله او فی تحققه کان القول له لانه منکر والبینة لها لانها مدعیة

۲۶۳؎ خاوند بیوی مین اگر شرط کے اندر اختلاف ہوا خواہ شرط کے مقرر ہی ہونیمین خواہ اوسکے پائے جانے مین تو خاوند کا قول ہی معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ منکر ہے اور عورت سے بینہ لیجائیگی کیونکہ وہ مدعیہ ہے۔

۲۶۴؎ فان استفید منها ای ان کانت الشرط معروفا من جهتها

۲۶۴؎ اگر اس قسم کی شرط ہے جو عورت کی بیان سے معلوم ہو سکتی ہے تو اوسکے حق مین اوسیکا

اعتبر قولها فی حقها لانها امینة فی الشرع و لهذا قبل قولها فی العدة اذا اخبرت بانقضائها و یحرم وطیها اذا اخبرت برویة الدم و یحل اذا اخبرت بانقطاعه

قول معتبر ہوگا کیونکہ اوسبات مین وہ شرع کی طرف سے امانت دار ہے اسلیے عدت کے اندر اوسکا قول معتبر ہوتا ہے جب وہ عدت کے گذرنیکی خبر دے اور اوس سی صحبت حرام ہو جاتی ہی اگر وہ اپنے آپ کو حیض مین بیان کرے اور صحبت حلال ہو جاتی ہی جب وہ حیض کے منقطع ہونیکی خبر دے

(۲۶۵) کان حضت فانت طالق و فلانة ای اذا قال لامرأته ان حضت فانت طالق و فلانة فاخبرت بانها حاضت طلقت خاصة لان اخبارها فی المعنی شهادة بطلاق ضرتها فلا یسمع لانها متهمة فی حقها۔

(۲۶۵) اگر خاوند کہے تجھکو حیض آوے تو تیرے اوپر اور فلان عورت کے اوپر طلاق ہی اور اوس نے اپنا حائضہ ہونا بیان کیا تو خاص اوسیکو طلاق ہو گی کیونکہ اوسکا اپنے حیض کی خبر دینا فی الحقیقت اپنی سوکن کی طلاق کی گواہی دینا ہے پس اوسکا قول معتبر نہوگا کیونکہ سوکن کے حق مین اوسکے ساتھ گمان بد ہوتا ہی۔

* * * * * *

(۲۶۶) و فی التبیین انما تقبل قولها اذا اخبرت و الحیض قائم فان انقطع لاتقبل قولها لانها ضروری یشترط فیه قیام الشرط هذا اذا اکذبها الزوج فان صدقها تطلق ضرتها ایضا لثبوت الحیض فی حقها بتصدیقه۔

(۲۶۶) تبیین مین مذکور ہے اوسکا قول اوسوقت مقبول ہوگا کہ حالت حیض مین خبر دے اور اگر حیض منقطع ہو جانیکے بعد خبر دے تو اوسکا قول مقبول نہوگا اسلیے کہ وہ ضرورت کے سبب سے ثابت ہوتی لہذا شرط کا موجود ہونا اوسکے لیے ضرور ہے مگر سوکن کے اوپر اوسوقت طلاق واقع ہو گی کہ خاوند اوس عورت کی تکذیب کرے اور اگر خاوند نے اوسکی تصدیق کی تو سوکن کو بھی طلاق ہو جائیگی اسلیے خاوند کے تصدیق کرنیسے سوکن کے حق مین بھی حیض ثابت ہو جائیگا۔

(۲۶۷) و یشترط استمرار الدم ثلثا ای ثلث ایام یعنی لاتطلق بمجرد رویة الدم لاحتمال ان ینقطع فیما دون الثلث فاذا تمت ثلثة ایام کان دم حیض فیقع الطلاق من زمان الرویة حتی لو لم یکن

(۲۶۷) حیض کے اندر یہ شرط ہی کہ تین دن تک برابر خون دیکھے فقط خون کے دیکھنے سے طلاق واقع نہوگی اسلیے کہ یہ ہو سکتا ہے تین روز سے کم مین منقطع ہو جائے مگر جب تین دن تمام ہو جائینگے تو وہ حیض کا خون شمار کیا جائیگا اور جب سے دیکھا ہے اوسیوقت سے طلاق ثابت ہوگی حتے کہ اگر مدخولہ نہین ہے اور خون دیکھنے کے بعد

مدخولا بها فتزوجت بعد الرؤية بزوج اخر ثم تمادا الدم ثلثة صح نكاحها۔

اور صحیح کسی دوسرے سے نکاح کر لیا اور پھر تین روز تک خون آتا رہا تو نکاح صحیح ہوگا۔

* * * * * *

(۲۶۸) فان قال حيضة يعني لو كان قال ان حضت حيضة فانت طالق فطهارتها اى يشترط طهارتها ولا تطلق قبلها لان الحيضة اسم للكاملة وكمالها بانتهائها وذلك بالطهر منها وكذا لو قال نصف حيضة لانها لا يتنصف۔

(۲۶۸) اگر یہ کہا ہے کہ تجھکو ایک حیض آوے تو تجھپر طلاق ہی تو اوس وقت مین طلاق کے لیے حیض سے اوسکا پاک ہوجانا ضرور ہے اور پاک ہونیسے پہلے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک حیض جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب وہ تمام ہوجائے اور اوسکا تمام ہوجانا یہی ہی کہ اوس سے پاک ہوجائے اسیطرح اگر یہ کہا ہی تجھکو نصف حیض آوے تو تجھپر طلاق ہی تو پاک ہونا ضروری ہے اسلیے کہ حیض کی تنصیف نہین ہوسکتی۔

(۲۶۹) وكالتعليق بمحبتها وبغضها اى اذا قال ان كنت تحبيني وتبغضيني فانت طالق وفلانة فقالت في المجلس احبك او ابغضك طلقت لان المحبة امر باطن انما يعرف من جهتها ولا تطلق فلانة لما سبق۔

(۲۶۹) خاوند نے کہا اگر تجھکو میرے ساتھ محبت ہے یا کہا عداوت تو تجھپر طلاق ہی اور فلان عورت پر طلاق ہی اور اوسی جگہ عورت نے یہ کہدیا مجھے تیرے ساتھ محبت ہے یا عداوت ہے تو طلاق ہوجائیگی اسلیے کہ یہ باطنی امر ہین اوسکے کہنے سے ہی معلوم ہو سکتے ہین اور دوسرے عورت کو طلاق نہو گی اور اوسکی وجہ گذر چکی۔

(۲۷۰) قيدنا بقولنا في المجلس لانها لو قالت بعده لا تطلق لان التعليق بمحبتها يشبه بتخييرها من حيث ان فيه جعل الامر الى اختيارها۔

(۲۷۰) یہ قید کہ اوسی جگہ وہ محبت یا عداوت کو بیان کردے اسلیے لگائی ہی کہ اگر بعد کو کبھی کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ اوسکی محبت کو شرط کرنا ایسا ہے جیسا کہ اوسکو طلاق کا اختیار دیدینا کیونکہ اسمین بھی طلاق اوسکی اختیار مین ہوتی ہی۔

(۲۷۱) فان قال بقلبك اى ان قال ان كنت تحبيني بقلبك فانت طالق فقالت احبك وكذبها الزوج عكس

(۲۷۱) خاوند نے کہا اگر تو دل سے مجھکو چاہتی ہی تو تجھپر طلاق ہے اور اوس نے کہا مین تجھے دل سے چاہتی ہون اور خاوند نے کہا تو جھوٹ کہتی ہے تو

اى قال محمد لا تطلق و ادعاه اى قال لا تطلق۔

امام محمد رح کے نزدیک طلاق نہ واقع ہوگی مگر امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ مین طلاق واقع ہوجائیگی۔

(۲۷۲) قيد نا بتكذيب الزوج لانه لو صدقها يقع الطلاق عليها اجماعًا كذا فى المصفى۔

(۲۷۲) خاوند کے جھٹلانیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر خاوند نے اوسکی تصدیق کی تو باجماع ائمہ اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی۔ کذا فی المصفے۔

(۲۷۳) اقول قوله وادعاه فى طرف النفى من قوله عكس وكان عليه ان لا يردف قولهما وانما اردفه لكونه غير صريح فى النفى ولو قال مكان قوله عكس ما اوقع لكان قولهما معلوما منه صريحا وكان اخصر۔

(۲۷۳) مین کہتا ہون مصنف کا قول (وادعاہ) طرف نفی مین واقع ہوا ہے اس قول سے (وعکس) اسلئے اوسکے بعد اسکے ذکر کرنیکی ضرورت نہین تھی مگر چونکہ قول اول سے صراحۃً دوسرا قول سمجھ مین نہین آتا لہذا اوسکے ذکر کرنیکی ضرورت ہوئی اور اگر (عکس) کی جگہ (ما اوقع) کا لفظ کہتا تو اون دونون کا قول امام محمد رح کے اس قول کے بیان کرنیسے سمجھ مین آجاتا اور مختصر بھی بہت ہوتا۔

(۲۷۴) له انه لما قيد المحبة بالقلب ابطل كون اللسان خلفا عما فى القلب وحقيقة الحب فيه غير معلومة ولهما ان المحبة انما يكون بالقلب فتقييدها به واطلاقها سواء

(۲۷۴) امام محمد رح کی دلیل عدم وقوع طلاق مین یہ ہی کہ جب اوس نے صورت مذکورہ مین محبت کو قلب کے ساتھ مقید کیا ہی تو اوس نے دل کی بات پر زبانی بات کی قائمقام ہونیکو باطل کردیا اور دل کے اندر حقیقت محبت کا پایا جانا معلوم نہین ہوسکتا لہذا طلاق نہ واقع ہوگی اور اون دونونکی دلیل یہ ہی کہ محبت تو ہمیشہ دل سے ہوتی ہی تو اوس مین دلکی قید لگانا اور نہ لگانا دونو برابر ہین

(۲۷۵) وفى النهاية هذه المسئلة تفارق المسئلة الاولى بوجهين احدهما ان هذه يقتصر على المجلس لما فيه من معنى التخيير بجعله امر الطلاق الى اختيارها وفى مسئلة الحيض لا يقتصر كسائر التعليقات والثانى لو كانت كاذبة فى مسئلة

(۲۷۵) نہایہ مین مذکور ہی اس صورت اور پہلی صورت یعنی حیض کی صورت مین دو طرح سے فرق ہی اول تو یہ کہ یہ مجلس پر مقصور ہے اسواسطے کہ اسمین تخییر کے معنی پائے جاتے ہین اسلیے کہ طلاق کو خاوند نے اوسکے اختیار مین کردیا ہی۔ اور حیض کے ساتھ مشروط کرنیکی صورتمین مجلس پر منحصر نہین ہی جیسے اور شروط کا حال ہے دوسرا فرق یہ ہی کہ حیض کی صورتمین اگر عورت نے جھوٹ بولدیا تو عنداللہ طلاق نہ واقع ہوگی اور محبت کے ساتھ مشروط کرنیکی صورتمین

الحیض لا یقع فیما بینه و بین اللہ وفی مسئلة المحبة یقع لان حقیقة المحبة و البغض مما لا یوقف علیه لان القلب ینقلب لا یستقر علی شیٔ فصار الشرط هو الاخبار عن المحبة وقد وجد۔

عند اللہ بہی واقع ہو جائیگی اسلیے کہ حقیقت مین محبت اور عداوت ایسی چیز ہی کہ آدمی اوسپر پورے طور سے واقف نہین ہو سکتا اسواسطے کہ آدمی کا دل لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہی اور ایک ٹہکانے سے نہین رہتا پس محبت کا شرط کرنا فی الحقیقت بیان محبت کا شرط کرنا ہی اور بیان موجود ہی ہی۔

فصل فی الاختیار والمشیة

فصل اختیار دینے اور خواستگاری طلاق کے بیان مین

۲۷۶، و اذا قال اختاری ینوی الطلاق تقید بالمجلس لما روی عن عمر وعثمان رضی اللہ عنہما انہما قالا فی حق الزوجة المخیرة لها الخیار ما دامت فی مجلسها۔

۲۷۶، اگر خاوند نے بیوی سے کہا (اختاری) یعنے توخود مختار ہو جا اور اس سے اوسنے طلاق مراد لی ہے تو یہ اسی مجلس پر منحصر ہوگا اسواسطے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے مروی ہی کہ اونہون نے مخیرہ کے حق مین فرمایا ہی کہ جبتک وہ اپنی مجلس مین ہی اوس وقت تک اُسکو اختیار ہی۔

۲۷۷، قید بقوله ینوی لان لفظ اختاری من الکنایات یحتمل انه اراد تخییرها فی غیر امر الطلاق۔

۲۷۷، یہ قید کہ خاوند اوسسے طلاق کی نیت کرے اسواسطے زیادہ کی ہی کہ (اختاری) کا لفظ کنایات کے قبیلہ سے ہی اور اوس مین یہ بہی احتمال ہی کہ سوا ے طلاق کے اور کسی چیز مین اوس کو اختیار دینا مراد لیا ہو۔

۲۷۸، فان تبدل المجلس حقیقة بان ینتقل عنه الی مجلس اخر سواء انتقلت بنفسها او بغیرها او حکما بان تشتغل بعمل اخر لان مجلس الاکل غیر مجلس الکتابة بطل خیارها[*] لوجود دلیل الاعراض عما فوض

۲۷۸، اگر (اختاری) کے کہنے کے بعد مجلس حقیقة یا حکما بدلگئی تو عورت کا اختیار باطل ہو جائیگا حقیقة بدل جانیکی صورت یہ ہی کہ وہ اوس جگہ سے دوسری جگہ چلی جائے خواہ خود یا کسی اور طرح سے اور حکما کی یہ صورت ہی کہ ایک کام سے دوسرے کام مین مشغول ہو جاے اس لیے کہ کہانے کے مجلس اور ہی اور لکہنے کی دوسری ہی۔

۲۷۹، وکذا لو قامت من مجلسها وان تذهب او زادت فی النفل

۲۷۹، اگر عورت اوس جگہ سے کہڑی ہو جائے یا چلی جائے یا نماز نفل مین امرن دو رکعت سے علاوہ

[*] خیارہا، باطل ہو جانا ہے کہ مجلس کے بدلنے سے عورت کو جو اختیار دیا گیا تھا اوس سے اعراض ثابت ہوتا ہے۔

على ركعتين -

جس مین اوسکو اختیار دیا گیا ہی اور نماز شروع کر دی تو

(۲۸۰) واما لو كانت قائمة فجلست او متكئة فقعدت او طلبت اباها للمشورة او شهودا للشهادة او اكلت شيئا يسيرا او لبست ثوبا من غير ان تقوم لا يبطل -

(۲۸۰) اگر عورت کہڑی تہی اور یہ کہنے کے بعد بیٹھ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگائے بیٹھی تہی اور یہ سنکر سیدھے بیٹھ گئی یا مشورہ کے لیے اپنے باپکو بلایا یا گواہونکو گواہی کے لیے بلایا یا اوسکے بعد ذرسی سی چیز کہالی یا کپڑا پہن لیا اور جگہ سے کہڑے نہ ہوئی تو ان صورتون مین اختیار باطل نہو گا

(۲۸۱) وان اختارت نفسها اى قالت اخترت نفسى -

(۲۸۱) اگر عورت نے خاوند کے اس قول کے جواب مین اوسی مجلس کے اندر کہدیا کہ مین خود مختار ہو گئی تو یہ طلاق بائن ہو گی

(۲۸۲) كانت بائنة ولو قالت طلقت نفسى فى جواب قول الزوج اختاری فالمذكور فى الهداية انها رجعية وفى شرح الوافى الصواب انها بائنة لان العامل فى وصف الطلاق تخيير الزوج دون ايقاعها ولهذا لو امرها بايقاع البائن واوقعت رجعيا او بالعكس وقع ما امر به دون ما اوقعته -

(۲۸۲) اگر خاوند کے قول کے جواب مین یہ کہا کہ مین نے آپ کو طلاق دے لی تو ہدایہ مین مذکور ہی کہ یہ طلاق رجعی ہی اور شرح وافی مین مذکور ہی ٹہیک بات یہ ہی کہ یہ طلاق بائن ہی اس واسطے کہ طلاق کے بائن ہونے نہونے مین خاوند کے اختیار دینے کو دخل ہی عورت کے طلاق واقع کرنے کو اس مین کچھہ دخل نہین ولہذا اگر خاوند نے طلاق بائن واقع کرنے کا عورت کو حکم دیا اور اوس نے طلاق رجعی اپنے اوپر واقع کر لی یا اس کے عکس کیا تو جیسے طلاق کا خاوند نے حکم دیا ہی ویسی ہی طلاق واقع ہو گی جس طرح کی عورت نے واقع کر لی ہی وہ نہ واقع ہو گی

(۲۸۳) فان قيل المفوض اليها الاختيار وكان ينبغى ان لا يقع التطليق جوابا كما لو قالت اخترت نفسى فى جواب قوله طلقى نفسك قلنا التطليق دخل فى ضمن التخيير فقد اتت ببعض ما فوض اليها فصلح جوابا بخلاف الاختيار فانه ليس

(۲۸۳) اگر کوئی یہ بات کہے کہ خاوند تو اوسکو اختیار طلاق دیتا ہی لہذا عورت اگر اوسکی جواب مین کہے مینے اپنے آپ کو طلاق دے لی تو طلاق نہ واقع ہونی چاہیے جس طرح اگر خاوند یہ کہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے اور وہ جواب مین یہ کہے کہ مین نے اپنی جان کا اختیار لیلیا تو ہماری طرف سے یہ جواب ہی کہ اختیار طلاق مین طلاق دینا بہی شامل ہی جب اوس نے یہ کہا کہ مین نے

من الفاظ الطلاق الا فی جواب التخییر۔

اپنے آپ کو طلاق دے لی تو جو چیز اوسکے سپرد کی گئی تہی اوس مین ایک جزء کو اوسنے لے لیا۔

(۲۸۴) ولم یوقعوا ثلثا وان نواها ای الزوج خلافا لمالك مر بیان خلافه فی الکنایات۔

(۲۸۴) خاوند کے (اختاری) کہنے اور بیوی کے (اخترت نفسی) کہنے سے کسی کے نزدیک تین طلاقین نہین واقع ہوسکتین اگرچہ خاوند تین کی ہی نیت کرے سواے امام مالک کے اور کنایات کی بابت مین انکے خلاف کا بیان گذر چکا ہی

(۲۸۵) وانما لم یصح نیة الثلث فی الاختیار مع صحتها فی سائر الکنایات لان الاختیار لا یتنوع الی غلیظة وخفیفة کما یتنوع الابانة۔

(۲۸۵) سب الفاظ کنایات مین تو تین طلاق کی نیت صحیح ہو جاتی ہے مگر اختیار کے اندر تین کی نیت صحیح نہین ہوتی سواسطے کہ جس طرح بینونت غلیظہ اور خفیفہ ہوا کرتے ہے اختیار کی یہ قسمین نہین نکلتین —

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۲۸۶) ولا بد من ذکر النفس فی کلامه بان قال اختاری نفسك او کلامها بان تقول اخترت نفسی حتی لو خلا کلام کلیهما عن ذکر النفس لا یقع لان الاختیار اذا وقع مبهما فی کلامین لا یصح ان یکون احدهما مفسرا للاخر۔

(۲۸۶) دونون کے کلام مین سے ایک کے کلام مین طلاق کے واقع ہونے مین جان کا ذکر ضروری ہی خواہ خاوند یہ کہے کہ تو اپنی جان کے مختار ہو جا یا خاوند نہ کہے وہی کہدے کہ مین نے اپنی جان کا اختیار لے لیا پس اگر دونون مین سے کسی کی کلام مین جان کا ذکر نہ ہوا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ جب دونون کلامون مین اختیار مبہم واقع ہوا ہی تو ایک دوسرے کی تفسیر نہین ہوسکتا۔

(۲۸۷) وفی النهایة لو ذکر فی احد الکلامین ما یقوم مقام النفس کما لو قال اختاری اختیارة فقالت اخترت او قال اختاری فقالت اخترت اختیارة کان کذکر النفس لان الهاء دلیل الوحدة والمرة انما ینص علیها فیما یحتمل العدد والمحتمل له اختیارها

(۲۸۷) نہایہ مین مذکور ہی اگر دونون کلامون مین سے ایک کلام مین ایسی چیز ذکر کردی جو قائم مقام نفس کی ہی جیسے خاوند نے کہا ایک دفعہ تو اختیار لیلے اور بیوی نے کہا مین نے اختیار لے لیا یا خاوند نے کہا تو اختیار لیلے اور اوس نے کہا مین نے ایک دفعہ اختیار لے لیا تو ایسا ہی ہوگا جیسے نفس کا ذکر کردیا اس لیے کہ دفعات اوسی چیز مین نکل سکتی ہین جس مین تعدد کا احتمال ہی اور تعدد کا احتمال عورت کے اختیار مین

[illegible]

نفسها لا اختيار الزوج۔

ہو سکتا ہے نہ خاوند کے اختیار میں کیونکہ وہ تو ہر وقت مختار ہے۔

(٢٨٨) و في الفوائد التاجية هذا اذا لم يصدقها الزوج انها اختارت نفسها اما اذا صدقها يقع الطلاق بتصادقهما وان خلا كلامهما عن ذكر النفس ولو قال اختاري نفسك اليوم وبعد غد فردت اليوم اثبتناه اي الخيار بعد الغد۔

(٢٨٨) فوائد تاجیہ میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ خاوند اس بات میں بیوی کی تصدیق نہ کرے کہ اوس نے اپنی نفس کا اختیار لے لیا ہے اور اگر خاوند نے تصدیق کر دی تو خواہ مخواہ اون کی باہم تصدیق کرنے سے طلاق واقع ہو جائیگی اگرچہ دونوں کا کلام نفس کے ذکر سے خالی ہو اگر خاوند نے کہا آج اور کل کے بعد تو اپنی جان کا اختیار لیلے اور عورت نے آج اون اختیار لینے کو رد کر دیا تو کل کے بعد عورت کو اختیار طلاق ہوگا۔

(٢٨٩) وقال زفر لا يثبت لانه خيار واحد في وقتين وبالرد في احدهما يبطل كما لو قال اختاري نفسك اليوم وغدا۔

(٢٨٩) امام زفر فرماتے ہیں کل کے بعد بھی اختیار ثابت نہ ہوگا اسلیے کہ وہ ایک ہی اختیار ہے جو دو وقتوں میں دیا جاتا ہے اور ایک وقت میں رد کرنے سے دوسرے وقت میں بھی اختیار باطل ہو جائیگا جیسے یہ کہے کہ تو آج اور کل اپنے آپکا اختیار لیلے۔

(٢٩٠) ولنا انه ذكر الخيار وقتين وخلل بينهما وقتا لا يثبت فيه الخيار فلا بد للظرفين من المظروفين فالثابت لها يكون خيارين بخلاف قوله اليوم وغدا لاتصال الوقتين فكان ذكر الغد لامتداد الامر الاول فكان الخيار فيه واحدا۔

(٢٩٠) ہماری دلیل یہ ہے کہ اوسنے اختیار کے دو وقت بیان کیے اور ایک وقت اونکے بیچ میں داخل کر دیا کہ جس میں اوسکو اختیار ثابت نہیں ہے لہذا ان دو ظرفوں کے لیے مظروف بھی دو ہی چاہئیں پس اوسکو اس طرح سے دو اختیار ثابت ہونگے بخلاف اوس صورت کے کہ کہے آج اور کل تو اختیار لیلے کہ یہاں دونوں وقت متصل ہیں اور کل کا ذکر پہلے ہی دن کے اختیار کو بڑھانے کی غرض سے ہے پس یہ دونوں ان کا اختیار ایک ہی اختیار ہے۔

(٢٩١) ولو كرر اختاري ثلثا اي لو قال لامرأته اختاري اختاري اختاري فقالت اخترت الاولى او الوسطى او الاخيرة فهي ثلث اي الطلقات ثلث عند ابي حنيفة

(٢٩١) اگر تین مرتبہ کہا کہ اختیار لیلے اختیار لیلے اختیار لیلے اور اوس نے کہا میں نے پہلے کو اختیار کر لیا یا اخیر کو یا درمیان کی کو تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک تین طلاقیں ہو جائینگی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ایک ہی طلاق ہوگی۔

وقالا واحدة۔

(۲۹۲) ولا حاجة هنا الى نية الزوج ولا الى ذكر النفس اتفاقا بدلالة التكرار لان اختيار الطلاق هو الذي يتكرر واختيار الزوج لا يتكرر هذا هو المذكور في الهداية لكن المذكور في البدائع والمحيط والزيادات النية شرط فيها۔

(۲۹۲) یہان پر بالاتفاق خاوند کی نیت کرنے نفس کے ذکر کرنیکی ضرورت نہین ہے اسلیئے کہ تکرار کرنیسے طلاق اور نفس سمجھہ مین آسکتا ہے اسواسطے کہ عورت ہی کو طلاق کا اختیار مکرر ہوسکتا ہے اور خاوند کا اختیار مکرر نہین ہوتا ہدایہ مین اسیطرح مذکور ہے لیکن بدائع اور محیط اور زیادات مین مذکور ہے کہ اسمین بھی نیت طلاق شرط ہے۔

(۲۹۳) وفي التبيين ينبغي ان يكون حذف النية فيها لشهرتها لا لانها ليست بشرط۔

(۲۹۳) تبیین مین مذکور ہے بہتر یہ ہے کہ کہا جائے نیت چونکہ ایک لابدی اور مشہور چیز ہے اسلیئے اوسکو ذکر نہین کیا ہے یہ بات نہین ہے کہ نیت شرط ہی نہین۔

(۲۹۴) قيد بقوله اخترت الاولى لانه لو قالت اخترت التطليقة الاولى يقع واحدة اتفاقا ولو قالت اخترت او اخترت نفسي بمرة يقع ثلثا اتفاقا كذا في الكافي۔

(۲۹۴) یہ قید کہ عورت کہے پہلے کو مین نے اختیار کرلیا اسلیئے لگائی ہے کہ اگر اوس نے کہا مین نے پہلی طلاق کو اختیار کرلیا تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر صرف یہ کہا کہ مین نے اختیار کرلیا یا مین نے ایک مرتبہ اپنے نفس کے لیئے اختیار کرلیا تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی۔ کذا فی الکافی

(۲۹۵) لهما ان الزوج فوض اليها ثلث طلقات في ضمن ثلث اختيارات فاذا قالت اخترت الاولى يكون معناه اخترت موجبها وهي طلقة واحدة وله ان الكلام اذا لغى في حق الاصل لغى في التبع وكلامها هذا يفيد الترتيب اصالة

(۲۹۵) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ خاوند نے تین اختیارات کی ضمن مین تین طلاق تو نکو اوسکے سپرد کیا ہے پس جب اوس نے کہا مین نے پہلی کو اختیار کرلیا تو اوسکی یہ معنی ہونگی کہ پہلے کی موجب کو اختیار کرلیا اور اوسکا موجب ایک طلاق ہے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک کلام اصل مفہوم کی اعتبار سے لغو ہوگیا تو جو اوس سے بالتبع مفہوم ہوتا ہی

والافراد تبعا واذا بطل فی حق الترتیب اذ لاترتیب بین الطلقات بطل فی حق الافراد فبقی مجرد قولها اخترت فیقع الثلث کما لو اقتصر علیه ابتداءً۔

اوسکے اعتبار سے بھی لغو ہوجائیگا اور عورت کا یہ کلام اصل معنی کی اعتبار سے ترتیب کا مفید ہے اور بالتبع افراد طلاق کو چاہتا ہے اور جب ترتیب کی اعتبار سے وہ باطل ہے اسواسطے کہ طلاقون کی اندر ترتیب نہین ہے پس طلاق کا ایک ہونا بھی باطل ہوگا اب صرف (اخترت) کی معنی رہگئی لہذا تین طلاقین واقع ہونگی جسطرح پہلے

(۲۹۶) ومن ثلث ای اذا قال اختاری من ثلث طلقات ما شیت فلها اختیار واحدة ای لها ان تطلق نفسها واحدة او ثنتین لاغیر ای لیس لها ان تطلق الثلث عند ابی حنیفة رحمه الله وقالا لها ان تطلق ثلثا ان شاءت لان هذا الکلام یستعمل للاستیعاب والعموم کما یقال خذ من طعامی ما شئت وله ان من ان جعلت للتبیین تکون عامة فی کل الثلث وان جعلت للتبعیض تکون عامة فی بعضها فلا یقع الثالثة بالشك بخلاف الطعام لان دلالة الحال یقتضی الجود ووقوع الثلثة مما یحترز عنه۔

(۲۹۶) اگر بیوی سے کہا تین طلاقون مین سے جسقدر تو چاہے اختیار کرلے تو وہ اپنی آپ کو ایک یا دو طلاقین دیسکتی ہے اور امام صاحب رح کے نزدیک تین طلاقین نہین دیسکتی صاحبین رح فرماتے ہین اگر چاہے تو وہ تین طلاقین بھی دیسکتی ہے اسواسطے کہ یہ کلام استیعاب اور عموم کے لیئے بولاجاتا ہے جیسے کوئی کہے میرے مال مین سے تو جسقدر چاہے لیلے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ یہان دو احتمال ہوسکتے ہین یا تو تین طلاقین بیان واقع ہوی ہین تب تو تینون مین حکم عام ہوگا اور تینون واقع ہونی چاہیین اور ایک احتمال یہ ہے کہ مراد یہ ہو کہ تین طلاقون کے اندر سے یعنی اونکا ایک جزو تو اختیار کرلے تو اوسکے موافق تیسری طلاق نہین واقع ہوسکتی پس ان دو احتمالون کی وجہ سے تیسری کے وقوع مین شک ہوگیا اور شک سے طلاق نہین واقع ہوتی بخلاف کہانے کے کہ قرینہ حالیہ جود کا مقتضی ہے اور تین طلاقون کا واقع کرنا ایسی چیز ہے کہ اوس سے احتراز چاہیئے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(۲۹۷) ولو قال طلقی نفسك تقید بالمجلس لانه فی معنی تخییر زوجته فی امر الطلاق وخیار المخیرة

(۲۹۷) اگر خاوند نے کہا اپنی جان کو طلاق دے لے تو یہ اوسی جلسہ کے ساتھ خاص ہوگا اسلیئے کہ یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے طلاق کے امر مین عورت کو اختیار دینا اور مخیرہ کے

نفسها مقيد بالمجلس باثار الصحابة فكذا هذا الخلاف قوله طلقي ضرتك حيث لا يتقيد بالمجلس لانها ليس في معنى المخيرة -

اختیار مجلس ہی پر مقصور ہونا آثار صحابہ سے ثابت ہے ایسے ہی یہ بھی ہے بخلاف اسبات کے کہ اوس سے کہا اپنی سوکن کو طلاق دیدے کہ یہ اختیار اوس جلسہ کے ساتھ مخصوص نہوگا کیونکہ وہ مخیرہ کے معنی مین نہین ہے

(۲۹۸) وليس له الرجوع اي ليس للزوج ان يرجع عن كلامه لان فيه معنى اليمين اذ هو تعليق الطلاق بتطليقها واليمين تصرف لازم لا يصح الرجوع عنه لان الغرض منه الحمل على شيء او المنع منه فاذا صح الرجوع عنه لا يفيد فائدة فكذا ما في معناه -

(۲۹۸) خاوند یہ کہدینے کے بعد کہ اپنے آپ کو تو طلاق دیدے اپنے کلام سے رجوع نہین کرسکتا اسلئے کہ حقیقت مین یہ قسم ہے کیونکہ اوسنے طلاق کو اوسکی طلاق دینے پر معلق کیا ہے اور قسم ایک تصرف لازم ہے اور اوس سے رجوع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ قسم سے ایک کام کرنے یا اوس سے باز رہنے پر نفس کا برانگیختہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور جب اوس سے رجوع صحیح ہوجایا کرے تو اوسکا پھر کیا فائدہ جب قسم مین رجوع صحیح نہین ہے تو جو اوسکے معنی مین ہے اوسمین بھی صحیح نہوگا -

(۲۹۹) فان طلقت ولم يكن له نية او نوى واحدة كانت رجعية وان نوى ثلثا فاوقعتها اي طلقت نفسها ثلثا وقعت ولو نوى ثنتين لم يصح الا ان يكون امة سبق توجيهه في اول فصل الكناية -

(۲۹۹) اگر خاوند نے کہا کہ تو اپنی جان کو طلاق دیدے اور اوسکے طلاق کی نیت کی یا کچھ نیت نہین کی اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دیلی تو ایک رجعی طلاق واقع ہوجائیگی اور اگر تین کی نیت کی تھی اور عورت نے تین طلاقین دیلین تو تین ہی واقع ہوجائینگی اور اگر دو طلاق کی نیت کی تو نیت صحیح نہوگی مگر جس صورت مین بیوی چھوکری ہو اسکی وجہ فصل کنایہ کی شروع مین بیان ہوچکی

(۳۰۰) او متى شئت اي اذا قال لها طلقي نفسك متى شئت عم ولم يتقيد بالمجلس لان كلمة متى عامة في الاوقات وكذا اذا ما ومتما

(۳۰۰) اگر کہا جب تو چاہے آپ کو طلاق دے لے تو یہ اختیار ہمیشہ کے لئے ہوگا اور اوسی جلسہ پر مقصور نہوگا اسلئے کہ یہ کلمہ تمام اوقات کے لئے عام ہے اسیطرح اگر کہا جس وقت تو چاہے یا جس زمانہ مین تو چاہے -

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

(۳۰۱) او وكل به اي الزوج رجلا

(۳۰۱) اگر ایک شخص کو اپنی بیوی کی طلاق کے لئے وکیل کیا تو یہی

بطلاق امرأته عم وصح الرجوع ہر وقت کے لئے عام ہوگا کیونکہ توہین ایکطرح کی استعانت ہے اور وہ

لانه توكيل والتوكيل استعانة فلايلزم المجلس

(٣٠٢) او ان شئت اى لو قال طلق امرأتى ان شئت قيدناه بالمجلس ومنعنا عزله۔

(٣٠٣) وقال زفر لا يتقيد به ويملك عزله لانه توكيل وتقييده بالمشية لغو لانه انما يعمل بمشيته كما لو قال بع عبدى هذا ان شئت۔

(٣٠٤) ولنا انه تمليك لان تعليقه بالمشية يدل على اثبات المالكية له اذ المالك هو الذى يتصرف عن مشيئة نفسه بخلاف البيع لانه غير قابل للتعليق فبطل ذكر المشيئة ومعنى التمليك فيه۔

(٣٠٥) وفى المحيط لو قال طلق امرأتى ان شاءت لا يصير وكيلا ما لم تشاء ولها المشيئة فى مجلس علمها فاذا شاءت فصار وكيلا فطلاقه انما يقع فى مجلس مشيئتها ينبغى ان يحفظ هذا فان البلوى فيه عامة والوكلاء يوخرون الايقاع غافلين عن هذا۔

(٣٠٦) او انت طالق كيف شئت فهو اى الطلاق واقع رجعيا عند ابى حنيفة مطلقا اى شاءت فى

اور وہ مجلس کے ساتھ مخصوص نہین ہی مگر رجوع کر سکیگا۔

(٣٠٢) اگر ایک شخص سے کہا تو چاہی تو میری بیوی کو طلاق دیدے تو ہمارے نزدیک اوسی جلسہ کے ساتھ مخصوص ہی اور وکیل کو معزول نہین کر سکتا۔

(٣٠٣) امام زفر رح فرماتے ہین مجلس کے ساتھ مخصوص نہوگا اور وکیل کو معزول کر سکیگا اسلیئے کہ یہ توکیل ہے اور اوسکی مشیت کے ساتھ مقید کرنا فضول ہی کیونکہ وہ تو جو چاہیگا وہی کریگا جیسے کسی سے کہے اگر تو چاہے تو میرے غلام کو فروخت کر دے۔

(٣٠٤) ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ مالک کرنا ہے کیونکہ مشیت کی قید لگانا اوسکے لیئے مالکیت ثابت کرنیکی دلیل ہی اسواسطے کہ مالک وہی ہوتا ہی کہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے بخلاف بیع کے کہ اوسمین معلق ہونیکی صلاحیت نہین ہے پس وہان مشیت کا ذکر اور تملیک کے معنی باطل ہین۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(٣٠٥) محیط مین مذکور ہے اگر ایک شخص سے کہا اگر میری بیوی چاہے تو تو اوسکو طلاق دیدے تو جبتک وہ نہ چاہیگی یہ شخص وکیل نہو سکیگا اور جس جلسہ مین عورت کو اسبات کا علم ہوا اوسی جلسہ مین چاہ سکتی ہے جب اوس نے طلاق کو چاہا یہ شخص وکیل طلاق ہو جائیگا اور جس جلسہ مین عورت نے چاہا ہی اوسی جلسہ مین اوسکو طلاق دیسکیگا۔ یہ مسئلہ یاد رکھنے کے قابل ہی اسلیئے کہ اکثر اسکا دستور ہو گیا ہے اور وکیلون کو کچھ خبر نہین ہوتی اور بعد اوس جلسہ علم کے جب چاہتے ہین طلاق دیدیتے ہین۔

(٣٠٦) اگر کہا جیسے تو چاہے ایسی ہی تیرے اوپر طلاق ہی تو امام صاحب کے نزدیک خواہ اوس جلسہ مین وہ چاہے یا نچاہے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائیگی مگر اوسکا بائن ہونا

المجلس او لم تشاء والکیفیة ای کیفیة الطلاق الواقع من کونه بائنا او واحدا او ثلثا متعلقة عن ابیحنیفة بمشیتها فی المجلس ان نوی فان شاءت بائنا او ثلثا یقع ان وافق نیة الزوج حتی لو لم یوافقها لغا تصرفها فبقی ایقاع الزوج وهذا بناء علی مذهبه من ان الرجعی یجوز ان یجعل بائنا او ثلثا وعلی ان المرأة مدخول بها اذ لو لم یکن کذلك لا مشیة لها اصلا عنده وعندهما لها المشیة فی اصل الطلاق کما فی الوصف۔

یا ایک یا تین ہونا اوسی جلسہ مین اوسکے چاہنے پر موقوف ہوگا بشرطیکہ خاوندنے بھی اوسکی نیت کی ہو پس اگر عورت نے طلاق بائن چاہی یا تین طلاقین چاہین تو واقع ہوجائیگی بشرطیکہ خاوند کی نیت کے مطابق ہو اگر اوسکی مطابق نہو تو عورت کا تصرف لغو ہوجائیگا اور صرف خاوند کے طرف سے ایقاع طلاق باقی رہجائیگا اسکی بنا امام صاحب رح کی مذہب پر ہے کہ طلاق رجعی بائن یا تین طلاقین ہوسکتی ہے اور اس بات پر کہ عورت مدخولہ ہو اسواسطے کہ اگر غیر مدخولہ ہو تو امام صاحب رح کے نزدیک اوسکے چاہنے کو کچھہ دخل نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اصل طلاق کے اندر بھی اوسکے چاہنے کو دخل ہے جس طرح وصف طلاق کے ثابت ہونے مین دخل ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

(۳۷) وان لم یحضره النیة یعتبر مشیتها جریا علی موجب التخییر لانه اقامها مقام نفسه وهو یقدر ان یجعله بائنا او ثلثا بعد ما وقع رجعیا فکذا من قام مقامه واوقعاه علیها ای الطلاق علی مشیتها اصلا ای وقوعا ووصفا لان وصف الطلاق مفوض الیها فلو وقع فی الحال رجعیا یلزم وقوع الوصف بلا مشیتها وهو لا یجوز فیتعلق اصله کوصفه کما لو قال لها انت طالق کم شئت۔

(۳۷) اگر خاوند نے یہ کہتے وقت کچھہ نیت نہین کی تو عورت کے چاہنے کا تخییر کے معنی لحاظ کرکے اعتبار ہوگا اسواسطے کہ عورت کو اوس نے اپنا قائم مقام کردیا اور خود تو وہ اوسکو رجعی واقع ہونیکے بعد بائن یا تین طلاق کرسکتا ہے تو وہ بھی کرسکیگی۔ صاحبین رح کے نزدیک ہر طرح سے طلاق اوسکے چاہنے پر موقوف ہے واقع بھی اوسیوقت ہوگی جب وہ چاہیگی اور رجعی یا بائن یا تین طلاقین بھی جب ہی ہونگی جب وہ چاہیگی اسلئے کہ طلاق کی صفت کو خاوند نے اوسکے حوالہ کیا ہے پس اگر فی الحال رجعی واقع ہو تو بدون اوسکے چاہنے کے صفت طلاق کا واقع ہونا لازم آئیگا اور یہ نہین ہوسکتا جسطرح وصف کا واقع ہونا اوسکی چاہنے پر موقوف ہے اسیطرح اصل طلاق کا واقع ہونا جیسے یہ کہے کہ [illegible]

(۳۰۸) وله ان التفويض فى الوصف يستدعى وجود الاصل لان المعدوم لا يستوصف كما قال القائل يقول خليلى كيف صبرك بعدنا نقلت وهل صبر فتسأل عن كيف بخلاف كم شئت لان كلمة كم للعدد والطلاق المقارن بالعدد لا يقع بدونه -

(۳۰۸) امام صاحب رح کی صورت مذکورہ مین بدون چاہے عورت کے طلاق رجعی واقع ہوجانے پر یہ دلیل ہے کہ صفت طلاق کی سپرد کرنا اصل طلاق کی وجود کو مقتضی ہے کیونکہ معدوم کی صفت نہین ہوسکتی جیسے کسی شخص نے کہا ہے کہ میرا دوست کہتا ہی ہمارے بعد تجھے کیسی صبر ہوگا تو مین نے کہا صبر ہی کب ہوگا جو تو اوسکی کیفیت دریافت کرتا ہی بخلاف اوس صورت کی کہ خاوند کہے جسقدر تو چاہے اوسقدر تیرے اوپر طلاق ہی اسواسطے کہ یہان عدد طلاق مراد ہے

(۳۰۹) وان شئتما اى لو قال لامرأتيه ان شئتما فانتما طالقان شرطنا المشية به اى بالطلاق عليهما منهما اى على المرأتين من المرأتين يعنى انما تطلقان عندنا اذا شاءت كل واحدة منهما طلاقهما حتى لو شاءت احدٰهما دون الاخرى او ماتت او شائتا طلاق احدٰهما لا يقع عندنا -

(۳۰۹) اگر خاوند نے اپنی دو بیویون سے کہا اگر تم دونون چاہو تو تم دونون پر طلاق ہے تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہونے مین دونون کا دونون کی طلاق چاہنا شرط ہے یعنے ہر ایک اس بات کو چاہے کہ دونون پر طلاق واقع ہوجائے تب تو واقع ہوگی ورنہ نہین حتے کہ اگر ایک نے نہ چاہا یا ایک مرگئی یا دونون نے یہ چاہا کہ ہم مین سے ایک کو طلاق ہوجائے تو ہمارے نزدیک کسی پر طلاق نہ واقع ہوگی -

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۳۱۰) وقال زفر يقع على التى شاءت لانه اضاف المشيئة اليهما فيفرد كل منهما فيها كما لو قال ان ركبتما دابتكما -

(۳۱۰) امام زفر رح فرماتے ہین صورت مذکورہ مین جس نے طلاق چاہی ہے اوسپر واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ اوس نے دونون کیطرف چاہنے کی نسبت کی ہے پس ہر ایک اپنے چاہنے مین منفرد ہوگی جیسے کہے اگر تم دونون اپنی سواری پر سوار ہو

(۳۱۱) ولنا ان الشرط لا يتوزع على اجزاء المشروط والشرط مشيتهما طلاقهما فلا ينزل الجزاء الا عند كمال الشرط كما لو قال ان كلمتما

(۳۱۱) ہماری دلیل یہ ہی کہ شرط مشروط کی اجزا پر منقسم نہین ہوا کرتی اور یہان دونون کے دونون کی طلاق چاہنے کو شرط کیا ہے پس جزا یعنے مشروط اوسیوقت ثابت ہوگا جب یہ شرط پوری پوری پائی جائیگی جیسے کہے اگر تم دونون زید سے بات کرو

زیدًا فطالقان بخلاف ما ذکرہ لان القیاس متروک فیه للعرف۔

توتم دونوں پر طلاق ہے بخلاف اوس صورت کے جس پر امام زفر رح نے قیاس کیا ہے اسواسطے کہ عرف کی وجہ سے اوس میں قیاس نہیں چلا سکتے۔

(۳۱۲) اذا انت طالق غدا ان شئت اثبتنا الخیار فی الغد لا فی المجلس ای قال زفر لها الخیار فی المجلس

(۳۱۲) اگر کہا کل تیرے اوپر طلاق ہو اگر تو چاہے تو کل کے دن ہمارے نزدیک اوسکو اختیار ثابت ہوگا نہ اس جلسہ میں جیساکہ امام زفر رح فرماتے ہیں۔

(۳۱۳) قید بتاخیر الشرط اذ لو قدمه فقال ان شئت فانت طالق غدا ففی ظاهر المذهب ان لها الخیار فی المجلس اتفاقا وعن ابی حنیفه ان لها الخیار فی الغد ایضا اذا قدم الشرط لانه ملکها مشیة الطلاق وهو موقت بالغد فکذا مشیته۔

(۳۱۳) ہمنے شرط کو موخر کرکے اسلیئے بیان کیا ہے کہ اگر شرط کو مقدم کرکے کہا کہ تو چاہے تو کل تیرے اوپر طلاق ہے تو ظاہر مذہب کے اعتبار سے بالاتفاق اوسکو مجلس مین ہے اختیار طلاق ہوگا اور امام صاحب رح سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ کل کے دن مین بھی اوسکو اختیار ہوگا اگر شرط کو مقدم کیا ہے اسواسطے کہ خاوند نے طلاق کو چاہنے کا اوسکو مالک کیا ہے اور طلاق کل کے ساتھ موقت ہے پس اوسکا چاہنا بھی کل مین پایا جائیگا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(۳۱۴) لزفر ان الطلاق مضاف الی الغد والمشیة مطلقة فیقتصر علی المجلس ولنا فی الفرق ان الشرط اذا قدم یکون المشیة فی الحال ویقع غدا فقید الطلاق صورة مشیتها ان تقول شئت ان اکون طالقا غدا واذا اخر یکون المفوض الیها طلاقا مؤجلا فیقتصر علی المجلس کما لو ملکها طلاقا معجلا بقوله طلقی نفسک یقید بالمجلس فکذا المؤجل۔

(۳۱۴) امام زفر رح کی دلیل فقط اوسی جلسہ مین اختیار ثابت کرنے پر یہ ہے کہ طلاق کے نسبت تو کل کے طرف ہے اور مشیت کے نسبت کسی چیز کی طرف نہین ہے لہذا صرف مجلس کے ساتھ ہی مخصوص ہوگی ہمارے نزدیک دونوں صورتوں مین فرق کرنے کی یہ وجہ ہے کہ جب شرط مقدم کیجائے تو مشیت تو فی الحال ثابت ہوگی اور کل کا دن طلاق کیلئے قید ہوگا اور اوسکے چاہنے کی صورت یہ ہوگی کہ مین اسبات کو چاہتی ہون کہ کل کو مجھپر طلاق ہو جائے اور جب شرط موخر کیجائے تو گویا ایک طلاق موجل اوسکے اختیار مین دیدی پس یہ اختیار اوس جلسہ کے ساتھ مخصوص ہوگا جیسے طلاق معجل کا اختیار اوسی جلسہ تک ہوتا ہے مثلاً اگر بیوی سے کہے اپنی جان کو تو طلاق دیدے تو وہ

(٣١٥) او ثلثا اي لو قال انت طالق ثلثا
الا ان تشاء واحدة فشائتها اي
قالت شئت طلقة يحكم بها اي
ابو يوسف بوقوع طلقة لان المفهوم
من هذا الكلام انها اذا شاءت
واحدة يقع عليها ولا يقع الثلث

(٣١٥) اگر کہا تجھپر تین طلاقین ہین مگر جو تو ایک چاہے اور اوس نے
ایک طلاق چاہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک
ایک طلاق واقع ہو جائیگی، سواسطے کہ اوس
کے کلام سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے
کہ اگر ایک چاہے گی تو اوس صورت مین تیرے اوپر ایک
ایک ہو گی اور تین نہو نگی

(٣١٦) والغاها اي قال محمد لا تطلق
لان معنى هذا الكلام ان لم تشاء
واحدة فانت طالق ثلثا لان الا
ان اصله للغاية قال الله تعالى
الا ان تقطع قلوبهم فان دخل فيما
يتوقت جعل غاية فان دخل فيما
لا يتوقت حمل على الشرط مجازا
والطلاق مما لا يتوقت فاذا تشاءت
الواحدة لا يقع شيء كما لو قال انت
طالق ثلثا الا ان يقدم فلان فقدم
فلان لا يقع شيء۔

(٣١٦) امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے
نزدیک اوسکا کلام لغو ہو جائیگا کیونکہ اوسکے یہ معنی
ہین کہ اگر تو ایک نہ چاہے تو تیرے اوپر تین ہین اسواسطے
کہ عربی مین (الا ان) کا لفظ اصل معنی کے اعتبار سے
غایت کے لئے آتا ہے کقولہ تعالے (الا ان تقطع قلوبہم
پس اگر ایسی چیز پر داخل ہو جو موقت ہوا کرتی ہے
تب تو اوسکی غایت ہوتا ہے اور اگر ایک غیر موقت چیز پر
داخل ہو تو مجازاً شرط کی اوپر محمول ہوتا ہے اور طلاق
غیر موقت چیز ہے پس اگر اوس نے ایک طلاق چاہی
تو کچھہ نہ واقع ہوگا جیسے کہی تیرے اوپر تین طلاقین
مگر جو فلان شخص آگیا اور وہ شخص آگیا تو کچھہ واقع نہوگا۔

(٣١٧) او ان شاء الله اي لو قال انت
طالق ان شاء الله متصلا لم يوقعه
وقال مالك يقع لان شرطه تحقق
اذ لو لم يشاء الله لما اجرى على لسانه
التطليق ولنا ان مشية الله وقوعه
غير معارمة فلا يقع مشيئته كما لو
علق بمشية انسان غائب لا توقف
عليه والجاري على لسانه تعليق

(٣١٧) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہے اگر خدا چاہے تو کسی کے
نزدیک طلاق نہین واقع ہوتی مگر امام مالک رح فرماتے ہین واقع ہوجاتی ہے
امام مالک رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکی شرط یعنی مشیت الہی متحقق ہوگئی
اسواسطے کہ اگر خدا نہ چاہتا تو اوس کی زبان سے طلاق نہ
نکلواتا۔ ہماری یہ دلیل ہے کہ یہ تو معلوم نہین ہوا کہ خدا نے اوسکا
وقوع چاہا ہے پس مشیت الہی متحقق نہ سمجھی جائیگی جیسے
کسی غائب آدمی کی مشیت کو شرط کیا ہو جسپر آگاہی نہین ہو سکتی۔
اور رہا تی رہا اوسکی زبان سے طلاق کا نکلنا تو اوسکا یہ جواب ہے کہ اوس نے اپنی

وفی المحیط اذا او قع اکثر من ثلث
ثم استثنی منه الثلث کان الاستثناء
من جملة الکلام لا من الثلث۔

استثنا باطل ہے۔
محیط مین مذکور ہے اگر تین طلاق سے زیادہ دین اور تین کا
اوسمین سے استثنا رکیا تو وہ سب مین سے خارج کیجائینگی یہ
نہین کہ تینہی مین سے خارج کیجائین۔

فصل فی طلاق الفارّ

فصل طلاق فار کی بیان مین

(۳۲۷) ومن ابان امرأته فی مرضه
ای فی مرض موته بلا سوالها
ولا برضاء منها وهو ما یکون
الهلاك فیه غالبا حتی اذا طلق
راکب السفینة امرأته لا یکون
فارًّا ولو انکسرت السفینة ثم طلق
یکون فارًّا ثم مات فی العدة ورثها
ای نعطی لها میراثا منه۔

(۳۲۷) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت مین بلا اوسکی
سوال اور بلا اوسکی رضامندی کے طلاق بائن دیدی
اور اوسکی حالت عدت مین مرگیا تو ہمارے نزدیک
اوسکو ورثہ ملیگا۔ مرض الموت وہ مرض ہے جس سے مریض
اکثر جانبر نہو سکے حتے کہ اگر کشتی مین بیٹھا ہوا اپنی بیوی کو
طلاق دی تو وہ فار نہ شمار کیا جائیگا اور اگر کشتی
شکست ہوجانیکے بعد طلاق دی تو
فار ہوگا۔

(۳۲۸) وقال الشافعی لا یرث۔

(۳۲۸) امام شافعی رہ کے نزدیک اوس مطلقہ کو ورثہ نہین پہونچتا۔

(۳۲۹) قید بالابانة وارادبها
الثلث لان الرجعی لا یقطع الارث
سواء وقع فی المرض او فی الصحة
اتفاقا والابانة فی تحقیق الخلاف
متصورة فی الثلث لان الکنایات
کلها رواجع عنده

(۳۲۹) طلاق بائن کی اسلئے قید لگائی ہے کہ رجعی بالاتفاق مانع ارث
نہین ہوتی خواہ مرض کیحالت مین ہو یا صحت کے حالت مین
اور بائن سے بھی تین طلاقین یہان مراد ہین
اسواسطے کہ اختلاف مذکور اوسیوقت ثابت ہوگا
کہ جب تین طلاقین دے اسواسطے کہ امام شافعی رہ کے نزدیک
سب کنایات طلاق رجعی ہوتے ہین۔

(۳۳۰) وقید نا بمرض الموت لانه اذا طلقها بائنا
فی مرض ثم صح ثم مات لا ترث اتفاقا وقید نا بکون
الطلاق بلا سوالها لانه لو طلقها بسوالها لا ترث
اتفاقا وقید بموت الزوج لانها لو ماتت
لا یرث الزوج منها اتفاقا من الحقائق۔

(۳۳۰) مرض الموت کی قید ہم نے اسلئے لگائی ہے کہ اگر
ایک مرتبہ مرض کیحالت مین طلاق بائن دی اور پھر صحیح وسالم
ہوگیا اور پھر مرگیا تو بالاتفاق عورت وارث نہوگی اور
خاوند کے مرنیکی صورت اسلئے ذکر کیہی کہ اگر عورت مرگئی تو خاوند
بالاتفاق وارث نہوگا۔ من الحقائق۔

(۳۳۱) له ان الزوجية زالت بجميع احكامها فلا يستحق الارث ولنا ان الزوج قصد ابطال ارثها فيرد عليه قصده الى انقضاء العدة دفعا للضرر عنها فيجعل النكاح باقيا حكما ما بقيت العدة۔

(۳۳۱) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہو کہ طلاق دینے سے علاقہ زوجیت کا بجمیع احکامہا جاتا رہا لہذا ورثہ کے مستحق نہو گی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ایسی وقت مین طلاق دینے سے خاوند نے ورثہ کی اندر اوسکا حق باطل کرنا چاہا ہے لہذا عورت سے ضرر دفع کرنیکے لئے انقضاے عدت تک اوسکا یہ قصد رد کردیا جائیگا اور تا بقاے عدت حکما نکاح کو باقی سمجھین گے۔

(۳۳۲) اعلم ان الفرار كما يثبت من جانب الزوج يثبت من جانب الزوجة كما اذا ارتدت وهي مريضة فمات يرثها زوجها لانها فارة عن ميراثه كذا في النهاية۔

(۳۳۲) جاننا چاہیئے کہ جس طرح خاوند کی طرف سے گریز ہوا کرتے ہو بیوی کی طرف سے بھی ہوتی ہو تو وہان خاوند وارث ہوجاتا ہے جس طرح اپنی مرض الموت کی حالت مین عورت مرتد ہوکر مرجائے تو خاوند اوسکا وارث ہوگا اسلئے کہ وہ خاوند کو ورثہ دینے سے گریز کرتی ہے۔ کذا فی النہایہ۔

(۳۳۳) وشرطوا كونها في العدة وقال مالك ترث بعد العدة ما لم يتزوج لقول ابي بن كعب رضي الله عنه امرأة الفار ترث ما لم يتزوج ولنا ما روي عن عمر امرأة الفار ترث ما دامت في العدة وما رواه يحتمل ان يراد به ما لم يتمكن من التزوج اي ما دامت في العدة وما رويناه محكم فالاخذ به اولى۔

(۳۳۳) سب ایمہ کے نزدیک عورت کو ورثہ پانیکے لئے عدت مین ہونا شرط ہے مگر امام مالک رح فرماتے ہین بعد انقضاے عدت کی بھی ورثہ پائیگی جبتک دوسرے سے نکاح نکرے اسواسطے کہ ابی بن کعب فرماتے ہین فار کی بیوی جبتک وارث ہے کہ جبتک نکاح نکرے ہماری دلیل حضرت عمر رض کا قول ہے کہ فار کی بیوی جبتک عدت مین ہوتی ہی ورثہ پا سکتی ہے اور وہ جو امام مالک نے روایت بیان کی ہے اوسکے یہ معنی ہوسکتے ہین جبتک نکاح نکرسکے اوس وقت تک ورثہ پاسکتی ہو اور وہ عدت کی مدت ہو اور جو روایت ہم نے بیان کی ہو۔ وہ محکم ہے اور اوسی پر عمل اولی ہو۔

(۳۳۴) ويجعلها اي ابو يوسف عدة مطلقة الفار طلاقا بائنا بالاقراء

(۳۳۴) مرض الموت مین جس عورت کو طلاق بائن دیگئی ہے امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکی عدت تین حیض ہین اور

ای بالحیض و ھما بابعد الاجلین
ای قالا عدتھا بالجمع بین ثلث
حیض واربعة اشھر وعشرا

امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک اوسکی
مدت ابعد الاجلین ہے یعنے اگر چار مہینے دس روز کی مدت
تین حیضون سے زیادہ ہو تو چار مہینہ دس روز عدت ہے
اور اگر اسکی عکس ہو تو تین حیض عدت ہونگی۔

* * * * * *

(۳۳۵) انماقید ناطلاقھا بالبینونة
لانه اذا کان رجعیا فعلیھا عدة
الوفات اتفاقا

(۳۳۵) طلاق کے اندر بائن کے قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر
مرض الموت مین اوسکو طلاق رجعی دی ہے تو بالاتفاق
اوسکی عدت عدت وفات ہے۔

(۳۳۶) له ان نکاحھا زال بالطلاق
لا بالموت فلا یلزمھا عدة الوفاة
کما لو طلقھا بسوالھا و توریثھا
کان لزجر الزوج لفرارہ و لھما
ان نکاحھا اذا بقی فی حق الارث
فبقاءھا فی حق العدة اولی لانھا
اسرع ثبوتا من الارث و لھذا
لا تستحق الارث بنکاح فاسد
والعدة تستحق به۔

(۳۳۶) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا نکاح
طلاق سے زائل ہوا ہے نہ موت سے پس عدت وفات نہ
لازم ہوگی جس طرح عورت کی کہنے سے طلاق دی اور باقی
رہا ورثہ کا پانا تو وہ خاوند کے گریز کرنیکی وجہ سے جو اوسکا
زجر منظور ہے اسواسطے ہے۔ امام صاحب رح اور امام
محمد رح صاحب کے دلیل یہ ہے کہ جب حق ارث مین اوسکا
نکاح باقی سمجھا جاتا ہے تو حق عدت مین بطریق اولے باقی ہوگا
اسواسطے کہ بہ نسبت ارث کی عدت کا ثابت ہونا آسان ہے
ولهذا نکاح فاسد سے استحقاق ارث نہیں ہوتا اور عدت لازم ہوجاتی ہے

(۳۳۷) و لو علقه ای طلاق امرأته
فی صحته بفعل اجنبی فوجد الشرط
فی مرضه منعنا الارث و قال
زفر لھا الارث۔

(۳۳۷) اگر صحت کی حالت مین اپنی بیوی کی طلاق کو کسی
دوسرے آدمی کے ایک فعل کے ساتھ معلق کیا اور حالت مرض
الموت مین وہ شرط پائی گئی تو ہمارے نزدیک وہ عورت
وارث نہوگی امام زفر رح فرماتے ہین وارث ہوگی

(۳۳۸) قیدنا بان یکون التعلیق
فی الصحة اذ لو کان التعلیق والشرط
فی المرض ترث اتفاقا سواء کان
مماله بد او لا لانه بالتعلیق او
بمباشرة الشرط قصد ابطال حقھا

(۳۳۸) حالت صحت مین معلق کرنیکی قید اسلیے لگائی ہے
کہ اگر تعلیق بالشرط اور تحقق شرط حالت مرض مین ہی ہوا تو
بالاتفاق عورت وارث ہوگی خواہ اوس شرط سے بچنا
ممکن ہو یا نہو اسواسطے کہ شرط لگانے یا شرط کی عمل میں لانیسے
وہ عورت کا حق باطل کرنا چاہتا ہے۔

(۳۳۹) وقید بمرضه لان الشرط اذا وجد فی صحته لایکون فارًا اتفاقا۔

(۳۳۹) حالت مرض مین شرط کی پائے جانیکی قید اسواسطے لگائی ہو کہ اگر حالت صحت مین شرط پائی گئی تو بالاتفاق اوسکو فار کا حکم نہو گا۔

(۳۴۰) فان قلت ینبغی ان یکون فارًا لانه متمکن من ابطاله بالفیٔ قلت لایتمکن منه لانه یلزمه ضرر وهو وجوب الکفارة فلم یکن متمکنا مطلقا۔

(۳۴۰) اگر کہو اس شخص کو فار کا حکم ہونا چاہئے اسواسطے کہ رجوع کرنے سے اوسکو یہ شخص باطل کرسکتا ہی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا تھا اسلئے کہ اسوقت مین اوسکا نقصان ہوتا ہے یعنے اوسپر کفارہ واجب ہوجائیگا پس مطلقاً یہ ممکن نہین ہی۔

(۳۴۱) له ان المعلق بالشرط کالمنجز عند وجوده فصار ایقاعا فی المرض ولنا انه حین علق الطلاق لم یکن حقها متعلقا بماله والمرض لم یوجد من الزوج فلم یکن فارًا

(۳۴۱) امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ معلق بالشرط کا حال وجود شرط کی بعد غیر معلق کا سا حال ہوتا ہی پس یہ حالت مرض کے اندر ایقاع طلاق سمجھا جائیگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب اوس نے طلاق کو معلق بالشرط کیا ہی اوسوقت تک عورت کا حق اوسکے مال مین متعلق نہوا تھا اور مرض ایسی چیز ہے کہ خاوند کی طرف سے

(۳۴۲) او بفعلها الضروری ای اذا علق الصحیح طلاق امرأته بفعلها الذی لابد لها منه طبعًا کالاکل والشرب ونحوهما او شرعًا کالصوم والصلوة وکلام الاب ففعلته فی المرض ای مرض الزوج ابطل محمد توریثها وقالا ترث منه لانه فارٌ۔

(۳۴۲) اگر خاوند نے حالت صحت مین طلاق کو عورت کے ایک ایسے فعل کے ساتھ مشروط کیا جس کے کئے بغیر چارہ نہین ہی خواہ طبعًا جیسے کھانا پینا وغیرہ یا شرعًا اوسکے بغیر چارہ نہین ہی جیسے نماز روزہ یا اپنی باپ سے کلام کرنا اور خاوند کے حالت مرض مین عورت نے اوسکام کو کیا تو امام محمد رح کی نزدیک وہ عورت ورثہ نپائیگی اور امام صاحب رحمہ اللہ اور امام ابویوسف رح کی نزدیک عورت کو ورثہ ملیگا کیونکہ وہ فار سمجھا جائیگا عورت کی فعل کی قید اسلئے لگائی ہی کہ اگر اپنی فعل کے ساتھ معلق کیا

(۳۴۳) قید بفعلها لانه لو علق بفعل نفسه سواء کان مما لابد له منه او له بد یصیر فارًا اتفاقا وقید بالضرورة لان فعلها

(۳۴۳) اور ضروری فعل ہونیکے اسواسطے قید لگائی ہے کہ اگر غیر ضروری فعل کے ساتھ مشروط کیا ہے تو بالاتفاق وارث نہو گی ◆

نہیں ہوا ہے لہذا فار نہ سمجھا جائیگا۔

خواہ وہ ضروری فعل ہو یا غیر ضروری تو بالاتفاق وہ فار ہو گا۔

لوکان لہا منہ بد لا ترث اتفاقا

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۳۴۴) لہ ان فعل التطلیق لم یوجد فی حال تعلق حقہا بمالہ فلا یکون فارا کما لو علقہ بفعل اجنبی ولہما انہا باضطرارہا صارت مکرہۃ فینتقل فعلہا الی الزوج فصار کالتعلیق بفعل نفسہ۔

(۳۴۴) امام محمد رحمہ کی دلیل یہ ہی کہ طلاق دینے کا فعل اوس سے ایسے وقت مین نہین پایا گیا کہ عورت کا حق اوسکے مال مین ثابت ہو گیا ہو اسلیے وہ فار نہ سمجھا جائیگا جسطرح اجنبی کے فعل کے ساتھ معلق کرے اور اون دونون کی دلیل یہ ہی کہ چونکہ فعل ضروری کے ساتھ معلق کیا ہی اور اوسکے کیے بغیر عورت کو چارہ نہین ہے اسواسطے وہ مکرہہ سمجھی جائیگی اور اوسکا یہ فعل زوج کی طرف منسوب کی جائیگی اور ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا اپنے فعل کے ساتھ خاوند نے اوسکی طلاق کو معلق کیا ہی۔

(۳۴۵) و لو اقر المریض مرض الموت بانقضاء عدتہا من طلاقہا فی الصحۃ بان قال کنت طلقتک فی صحتی وانقضت عدتک فصدقتہ فی ذلک القول فاقر لہا بدین او عین او اوصی لہا بوصیۃ فمات من مرضہ فلہا الاقل منہما ای من ما اقر لہا او اوصی ومن میراثہا عند ابی حنیفۃ وحکما بصحتہما ای صحۃ الاقرار و الوصیۃ لہا۔

(۳۴۵) اگر مرض الموت کے حالت مین خاوند نے اوس طلاق کی عدت گذر جانیکا اقرار کیا جو حالت صحت مین دیچکا تہا یعنے اوس سے کہا مین نے جو تجکو اپنی صحت کی حالتمین طلاق دی تہی اوسکی عدت گذر گئی اور عورت نے بہی اسبات کی تصدیق کی اور پہر خاوند نے کسی دین یا عین کا اوسکے لئے اقرار کیا یا اوسکے لئے کوئی وصیت کی اور اوسی مرض مین مرگیا تو امام صاحب رحہ کی نزدیک ورثہ اور ان دونون یعنے دین اور وصیت مین جو کم ہو گا وہی اوسکو دیا جائیگا اور صاحبین رحہ کی نزدیک اقرار اور وصیت صحیح ہونگے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۳۴۶) قیدنا بمرض الموت لانہ لو لم یکن کذلک یصح اقرارہ ووصیتہ لہا اتفاقا وقید بتصدیقہا لانہا لو کذبتہ لا یصح اقرارہ لہا اتفاقا۔

(۳۴۶) مرض الموت کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر ایسا نہیں ہے تو بالاتفاق عورت کے لئے طلاق کے بعد اقرار اور وصیت صحیح ہوتی ہے

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۳۴۷) لہما انہما بتصادقہما فی الطلاق ومضی العدۃ ارتفع النکاح بینہما

(۳۴۷) اور عورت کی تصدیق کرنیکی قید اسلئے لگائی ہی کہ اگر عورت نے تکذیب کی تو بالاتفاق اوسکے لئے اقرار اور وصیت صحیح نہین ہی۔

بجميع علائقة فصارت اجنبية
وله انه متهم فيه لاحتمال ان يجعل
اقراره وسيلة الى ايصال النفع
لها اكثر من ميراثها لشدة ميله
اليها فلا يعتبر قول المتهم فيجب
عليها العدة من وقت اقراره وعليه
الفتوى۔

(۳۴۸) وفي النهاية ما تأخذه تلك
المرأة فبطريق الميراث لا الدين
حتى لو توى بعض التركة يتوى
عليها كسائر الورثة ولو كان بطريق
الدين لما كان عليها لكن ليس لها
ان تأخذ من عين التركة اذا لم
يعطها الورثة لان في زعمها انما
يأخذه بطريق الدين كذا ذكره
الامام التمرتاشي۔

صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ جب دونون نے طلاق اور انقضائے
عدت کی باہم تصدیق کرلی تو بجمیع علائقہ نکاح جاتا رہا اور وہ
بالکل اجنبیہ ہوگئی۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ
اسوقتمین خاوند کے ساتھ بدگمانی ہوسکتی ہے ممکن ہے کہ اوس نے
محبت کی وجہ سے عورت کو نفع پہونچانیکی غرض سے یہ اقرار
کیا ہوتا کہ حصہ سے زیادہ اوسکو ملجائے لہذا متہم کا قول مقبول
نہوگا اور وقت اقرار سے اوسپر عدت واجب ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۳۴۸) نہایہ مین مذکور ہے اس عورت کو جو دیا جائیگا وہ
بطور ورثہ کی دیا جائیگا نہ بطور دین کے لہذا اگر کچھہ مال
ہلاک ہوگیا تو جیسے اور وارثون کا ہلاک ہوگا ایسے ہی
اسکا بھی اور اگر بطور دین کے ہوتا تو عورت کے حق مین ہلاک
نہ سمجھا جاتا۔ اور اگر وارث اوسکو کچھہ ندین تو
وہ عین ترکہ سے اپنا حق نہین لیسکتی اسواسطے
کہ وہ تو اپنی زعم مین بطور دین کے لیتی ہے۔
امام تمرتاشی نے ایسا ہی ذکر کیا
ہے

فصل في الرجعة

(۳۴۹) ويراجع اى الزوج المعتدة
من رجعي اى من الطلاق الرجعي
وان لم ترض المرأة لاطلاق قوله
تعالى وبعولتهن احق بردهن اى
ازواجهن اولى برجعتهن وفي الاية
اشارة الى شرطية العدة للرجعة
اذ بعد انقضائها لا يبقى البعلية

فصل رجعت کے بیان مین

(۳۴۹) جس نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہے اور ہنوز
وہ عدت مین ہے تو وہ اوس سے رجوع کرسکتا ہے اگرچہ بیوی ناراض
ہو اس لئے کہ اللہ پاک کا فرمان عام ہے اور اوس مین کچھہ
قید نہین ہے وبعولتہن احق بردہن یعنے اونکے خاوند اونکے ساتھ رجوع
کرنے کے مستحق ہین آیہ مین رجعت کے لئے عدت شرط ہونیکی طرف
بھی اشارہ ہے اسلئے کہ انقضاء عدت کے بعد بعلیت یعنے خاوندی
باقی نہین رہتی اور نکاح منقطع ہوجاتا ہے۔

لانقطاع النکاح۔

(۳۵۰) وفی المحیط ولو قال للمبانة ان راجعتک فانت طالق ثم تزوجها بعد انقضاء عدتها تطلق لانها لما لم یکن محلا للرجعة انصرف الیمین الی النکاح مجازا۔

(۳۵۱) ولا تحرم به ای بالطلاق الرجعی الوطئ وقال الشافعی یحرم لزوال النکاح وفی قوله تعالی بردهن اشارة الیه لان الرد اعادة الزائل۔

(۳۵۲) ولنا قوله تعالی فامساک بمعروف سمی الرجعة امساکا وهو استدامة القائم علی ان ملک المتعة لو کان زائلا لتوقف الرجعة علی رضاها وعلی انشاء الملک بعقد جدید ولما وقع الطلقة الثانیة فی العدة ولفظ البعل فی الایة یدل علی قیام الملک لان البعل هو الزوج حقیقة۔

(۳۵۳) ویثبت بالقول کراجعتک وارددتک وامسکتک لانه صریح فی معناه۔

(۳۵۴) وفی المحیط قال لها انت عندی کما کنت اوانت امرأتی نصیر مراجعا اذا نوی لانه یحتمل

\+ \+ \+ \+ \+

(۳۵۰) محیط مین مذکور ہی جس عورت کو بائنہ طلاق دیدی ہی اوس سے خاوند نے کہا اگر مین تجھسے رجوع کرون تو تیرے اوپر طلاق ہی اور انقضاء عدت کے بعد اوس سے نکاح کرلیا تو اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ محل رجعت تو وہ تھی ہی نہین پس اس یمین مین رجعت سے مجازاً نکاح مراد ہوگا۔

(۳۵۱) طلاق رجعی سے صحبت حرام نہین ہوتی مگر امام شافعی رہ کے نزدیک صحبت حرام ہو جاتی ہی اسواسطے کہ نکاح زائل ہو گیا اور آیت کے اندر بردهن مین اسکی طرف اشارہ ہے کیونکہ رد زائل چیز کے اعادہ کا نام ہے۔

(۳۵۲) ہماری دلیل یہ آیت ہی فامساک بمعروف یعنی پس روکنا ہی دستور کے موافق کہ رجعت کا نام امساک رکھا اور وہ ایک موجود چیز کو ثابت رکھنے کا نام ہے علاوہ برین اگر ملک متعہ زائل ہو جاتی تو رجعت عورت کی رضامندی پر موقوف ہوتی اور عقد جدید سے ملک حاصل کرنیکی ضرورت ہوتی اور حالت عدت مین دوسری طلاق نہ واقع ہو سکتی اور آیت کے اندر بعل کا لفظ بھی جو حقیقت مین خاوند کے معنے مین ہے قیام ملکیت پر دلالت کرتا ہے۔

(۳۵۳) خاوند کے زبان سے کہنے سے رجعت ثابت ہوتی ہی جیسے مین نے تجھسے رجوع کر لیا یا تجھی رد کر لیا یا رکھ لیا اسواسطے کہ یہ الفاظ صراحۃً رجعت پر دلالت کرتے ہین۔

(۳۵۴) محیط مین مذکور ہے اگر عورت سے کہا تو اب بھی میرے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے پہلے تھی یا تو میری بیوی ہے تو رجعت ہو جائیگی جبکہ رجعت کی نیت کرے اسواسطے

ان یکون صادقا فی حق المیراث۔

کہ حق ورثہ مین بھی اوسکا یہ قول سچ ہو سکتا ہے۔

(۳۵۵) و نثبتها ای الرجعة بالفعل کاللمس بشهوة والنظر الی الفرج بشهوة و فی الکفایة اراد به الفرج الداخل۔

(۳۵۵) ہمارے نزدیک فعل سے بھی رجعت ہوجاتی ہے جیسے شہوت سے چھونا یا شہوت سے فرج کی طرف دیکھنا کفایہ مین مذکور ہے فرج سے داخل فرج مراد ہے۔

(۳۵۶) وقال الشافعی لا یصح الرجعة الا بالقول عند القدرة علیه وهذا بناء علی ان الرجعة عنده استباحة الوطیٔ فلا یکون بالفعل کاصل النکاح۔

(۳۵۶) امام شافعی رح کے نزدیک اگر زبان سے کہنے پر قادر ہو تو بغیر کہے رجعت نہین ہو سکتی اور اسکے بنا ایسی بات پر ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک رجعت صحبت کے حلال کرنیکا نام ہے پس وہ فعل سے نہو گی جس طرح اصل نکاح فعل سے نہین ہو سکتا

(۳۵۷) ولنا انها استدامة الملک فیثبت بالفعل المختص به۔

(۳۵۷) اور ہمارے نزدیک رجعت ملک قائم کے (فی) بار رکھنے کا نام ہے لہذا اوس فعل سے جو ملک کے ساتھ مختص ہو رجعت ثابت ہوجائیگی

(۳۵۸) و فی القنیة تزوج مطلقة الرجعیة فی عدتها و وطیها لا یصیر مراجعا لان التزوج لغو والوطیٔ بناء علیه فیکون کالاجنبیة طلقها رجعیا ثم جن و راجعها بالفعل دون القول

(۳۵۸) قنیہ مین مذکور ہے اگر مطلقہ رجعی سے حالت عدت مین خاوند نے نکاح کر لیا اور اوس سے صحبت کی تو اوسکو رجعت کا حکم نہوگا اسواسطے کہ نکاح کرنا لغو ہے اور صحبت اور اسکے اوپر مبنی ہے پس ایسا ہوا جیسے ایک شخص نے اجنبی عورت کو طلاق رجعی دی اور پھر وہ مجنون ہوگیا اور فعل سے اوسکی ساتھ رجوع کیا نہ قول سے ۔

مرد و بالافعال رجعت کی

(۳۵۹) و فی المحیط الرجعة بالقول اولی بالاتفاق

(۳۵۹) محیط مین مذکور ہے رجعت بالقول بہتر ہے کیونکہ

(۳۶۰) قید بالشهوة لان النظر والمس بدونها لا یکون رجعة لانه قد یحل بلا نکاح کما فی الطبیب فلا یختص بالملک۔

(۳۶۰) شہوت کی قید اسلئے لگائی ہے کہ بدون شہوت کے چھونا یا دیکھنا رجعت نہوگا اسواسطے کہ یہ تو بلا نکاح کے بھی کبھی حلال ہوتا ہے جیسے طبیب کے لئے پس ملک کے ساتھ مختص نہین ہے

(۳۶۱) قال قاضی خان هذا اذا کان الفعل من الرجل وان کان من المرأة

(۳۶۱) قاضی خان نے بیان کیا ہے یہ جب ہے کہ مرد کی جانب سے فعل پایا جائے اور اگر عورت کی جانب سے ہو کہ مرد کا

كما اذا نظرت الى فرجه و قبلته بشهوة فعلى الخلاف بين ائمتنا عند ابي يوسف لا يكون رجعة لانها انما يكون من جانب الزوج وعندهما يكون رجعة لان فعل الرجل انما يكون رجعة حملا لفعله على الحل فيستوي فيه الرجل و المرأة و هذا لو دخلت فرجه في فرجها و هو نائم يكون رجعة۔

شہوت سے بوسہ لیلے یا اوسکی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھلے تو اسکی رجعت ہونیمین ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعت نہین ہے اسواسطے کہ رجعت خاوند کیطرف سے ہوتی ہے اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک رجعت ہے اسلئے کہ خاوند کا فعل رجعت اسلیئے ہوتا ہے کہ اوسکی فعل کو مباح ہونے پر محمول کرسکتے ہین اور اسباب مین مرد اور عورت برابر ہین ولہذا اگر مرد سوتے مین عورت اسکا ذکر اپنی فرج مین داخل کرے تو رجعت ہو جائیگی۔

۳۶۲، اعلم ان قبلتها بشهوة انما يكون رجعة اذا صدقها في كونها بشهوة و ان كذبها لا يكون رجعة و لا يمكن اثبات الشهوة ببينة لانها غيب۔

۳۶۲، جاننا چاہئے کہ عورت کا شہوت سے بوسہ لینا رجعت جب ہوگا کہ خاوند اوسکے شہوت سے ہونیکی تصدیق کرے اور اگر خاوند نے تکذیب کی تو رجعت نہوگی۔ او شہوت ایسی چیز نہین جس پر بینہ قائم ہوسکے اسواسطے کہ وہ غیر محسوس چیز ہے۔

۳۶۳، و في التبيين ان تزوجها في العدة لا يكون الرجعة عند ابي حنيفة لان انشاء النكاح في المنكوحة باطل فلا يثبت ما في ضمنه و عند محمد يكون رجعة لان العمل بحقيقة النكاح متعذر فجعل مجازا عن الرجعة و به يفتى۔

۳۶۳، تبیین مین مذکور ہے اگر حالت عدت مین اوس سے نکاح کیا تو امام صاحب رح کے نزدیک رجعت نہو گی اسواسطے کہ نکاح کے موجود ہوتے نکاح کرنا باطل ہے پس جو چیز اوسکے ضمن مین ہے وہ بھی باطل ہوگی امام محمد کے نزدیک یہ رجعت ہے اسواسطے کہ نکاح کی حقیقی معنے پر یہان عمل کرنا محال ہے لہذا مجازاً اوس سے رجعت کے معنی لئے جائینگے اور اسی قول پر فتوی ہے۔

۳۶۴، قال القدوري الوطئ في الدبر ليس برجعة و الفتوى على انه رجعة

۳۶۴، قدوری نے بیان کیا ہے دبر مین جماع کرنیسے رجعت نہیں ہوتی اور فتوی یہ ہی کہ رجعت ہو جاتی ہے —

۳۶۵، ويستحب الاشهاد على الرجعة بشاهدين

۳۶۵، رجعت کے اوپر دو شخصون کو گواہ کرنا مستحب ہے

على الرجعة تحرزا عن التجاحد ولا نوجبه وقال الشافعي في القديم الاشهاد شرط وهو قول مالك وهذا اعجب من مالك حيث لم يشترط في النكاح الاشهاد وجعله شرطا على الرجعة۔

تاکہ انکار کا موقع نہو سکے ہمارے نزدیک گواہ کرنا واجب نہیں ہے اور امام شافعی رح کا پہلا قول یہ ہے کہ گواہ کرنا رجعت کی شرط ہے اور یہی امام مالک رح کا قول ہے مگر امام مالک رح کی یہ عجیب بات ہے کہ نکاح میں تو وہ گواہ شرط نہیں کرتے اور رجعت میں شرط کرتے ہیں۔

+ + + + +

(٣٦٦) له ان الله تعالى قال عقيب ذكر الرجعة واشهدوا ذوى عدل منكم والامر للوجوب ولنا اطلاق النصوص الدالة على الرجعة ولانه تصرف بالرجعة في خالص حقه فلا يتوقف على علم الغير والامر في الاية للاستحباب لانه مذكور بعد ذكر المفارقة ايضا وهو قوله تعالى او فارقوهن بمعروف والاشهاد ليس بشرط في المفارقة فكذا في الرجعة۔

(٣٦٦) امام شافعی رح کی دلیل شہادت کی شرط کرنے پر یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ رجعت کے ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے واشهدوا ذوى عدل منكم یعنے اور گواہ کر دو دو صاحب عدل کو اپنے لوگوں میں سے۔ اور امر وجوب کیلئے آتا ہے اور ہماری دلیل جو نصوص رجعت پر دلالت کرتے ہیں انکا مطلق ہونا ہے اور اسواسطے کہ اوس نے رجعت سے اپنی خالص حق میں تصرف کیا ہے اور دوسرے کے علم کی اوس میں کچھ حاجت نہیں ہے اور امر کا صیغہ آیت کے اندر استحباب کے لئے ہے اسواسطے کہ اسکے پہلے چھوڑنے کے اور بہی گواہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ چھوڑنے میں بالاتفاق گواہ کرنا شرط نہیں ہے پس رجعت میں بھی شرط نہیں ہے۔

(٣٦٧) ومنعناه من السفر بها اى بمطلقته الرجعية حتى يشهد على رجعتها وقال زفر له ذلك لقيام النكاح بينهما ولهذا احل وطئها۔

(٣٦٧) ہمارے نزدیک مطلقہ رجعیہ کے ساتھ سفر کرنا درست نہیں ہے جبتک رجعت پر گواہ نہ کرے اور امام زفر کی نزدیک سفر کے لئے بھی گواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ نکاح دونوں میں قائم ہے ولہذا صحبت حلال ہے۔

(٣٦٨) ولنا قوله تعالى لا تخرجوهن من بيوتهن والاية نزلت في الطلاق الرجعي بدلالة السياق وهو قوله تعالى يا ايها النبي

(٣٦٨) ہماری دلیل آیہ لا تخرجوهن الاية ہے یعنے انکو انکے گھرون سے مت نکالو اور یہ آیت طلاق رجعی کے باب میں نازل ہوئی ہے بدلالت سیاق یعنے يا ايها النبي

إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ۔

(۳۶۹) قید بالرجعة لان السفر بالمبانة ممنوع اتفاقا۔

(۳۷۰) ولو ادعی الرجعة فی العدة ای قال کنت راجعتك بعد انقضائها ای انقضاء العدة فان صدقته فی دعواه فهی امرأته والا ای ان کذبته فالقول قولها بغیر یمین عند ابی حنیفة وقالا مع الیمین والخلاف فی هذه الجملة الاسمیة راجع الی القید الاخیر وهذا احد الاشیاء الستة التی لا استحلاف فیها عنده خلافا لهما سیأتی بیانها فی الدعوی

(۳۷۱) ولو قال راجعتك فاجابت ای قالت مجیبة له انقضت عدتی اوقال زوج الامة کنت راجعتك فیها ای فی عدتك فصدقته مولاها وکذبته فالقول قولها عند ابی حنیفة ای لم یصح الرجعة فیهما ای فی المسئلتین یستحلف المراة هنا اتفاقا لان فائدة الیمین النکول وهو بذل عنده وبذل الامتناع من الزوج والاحتباس فی منزل الزوج جائز بخلاف الرجعة وغیرها من الاشیاء الستة فان

از اطلقتم ا

(۳۶۹) رجعت کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ جس کو طلاق بائن دی ہے اوس کے ساتھ بالاتفاق سفر ممنوع ہے۔

(۳۷۰) اگر خاوند نے بعد انقضائے عدت کی دعوے کیا مین نے عدت مین تجھسے رجوع کر لیا تہا پس اگر عورت نے اوسکے اس دعوے کی تصدیق کی تہت تو وہ اوسکی بیوی ہے ورنہ عورت کا انکار معتبر ہوگا اور امام صاحب رح کی نزدیک اوس سے قسم بہی نہ لیجائیگی مگر صاحبین رح کی نزدیک قسم کے ساتھ عورت کا قول مقبول ہوگا۔ اور اس کلام کے اندر اختلاف صرف قید اخیر یعنے قسم لینے کے اندر ہے اور یہ صورت منجلہ اون چہ صورتون کے ہے جہان امام صاحب رح کی نزدیک حلف نہین لیا جاتا اور صاحبین رح کی نزدیک لیا جاتا ہے جنکا بیان کتاب الدعوی مین آئیگا۔

(۳۷۱) اگر خاوند نے اوس سے کہا مین نے تجھسے رجوع کر لیا اور اوس نے اوسکے جواب مین کہا میری تو عدت بہی گذر چکی۔ یا چہوکری سے اوسکی خاوند نے کہا میں نے عدت مین تجھسے رجوع کر لیا تھا اور اوسکے مالک نے بہی اس کی تصدیق کی مگر چہوکری نے انکار کیا تو دونون صورتون مین امام صاحب رح کی نزدیک عورت کا قول معتبر ہوگا اور رجعت صحیح نہوگی۔ اور یہان عورت سے بالاتفاق حلف طلب کیا جائیگا اسواسطے کہ قسم اسلیئے طلب کیجاتی ہے کہ اگر اوس سے انکار کردے تو نکول کا حکم ثابت کرکے مدعی کا دعوی ثابت ہو جائے اور قسم سے انکار کرنا امام صاحب کے نزدیک اقرار نہیں شمار کیا جاتا بلکہ بذل ہے یعنے اپنی مال کا چہوڑ دینا ہی اور نکاح سے چند روز باز رہنا اور خاوند کے گہر میں بیٹہا رہنا ایسے چیز ہی جس

بذلها لا یجوز ثم اذا نکلت تثبت
الرجعة بناء علی ثبوت العدة
لنکولها کذا فی التبیین۔

(۳۷۲) وقالا صحت رجعته وفی
الحقائق محل النزاع ما لو اجابته
متصلا بکلامه لانها لو سکتت ساعة
ثم اجابته یصح الرجعة اتفاقا

(۳۷۳) قید بالرجعة لانه لو قال
طلقتك وقالت انقضت عدتی
یقع اتفاقا وهو الاصح قید بتصدیق
المولی وتکذیبها لانه لو کذبه المولی
وصدقته فالقول للمولی اتفاقا
لانه بتکذیبه صارت منقضیة
العدة فی الحال وظهر ملك المتعة
له فلم یقبل قولها فی ابطاله بخلاف
مسئلة المتن لان المولی بالتصدیق
فی الرجعة قد اقر بقیام العدة عند
الرجعة فلم یظهر ملکه مع
العدة۔

(۳۷۴) لهما فی المسئلة الاولی ان
عدتها باقیة الی ان تخبر بانقضائها
ورجعته سبقت اخبارها فیصح
ولا یقبل اخبارها لانها متهمة ولهذا
لو قال طلقتك فقالت مجیبة له
انقضت عدتی یقع الطلاق وله

مین وہ بذل کر سکتی ہی اور ترک منازعت کے غرض سے اسکو
اختیار کر سکتی ہی بخلاف رجعت اور باقی پانچ چیزونکے جنمین بذل نہین
ہو سکتا ہی مگر صورت مذکورہ مین یہ بات ضرور ہی کہ اگر عورت نے حلف سے

(۳۷۲) صاحبین رح کی نزدیک دونون صورمذکورہ میں رجعت
ثابت ہو جائیگی اور عورت کے انکار کا کچھ اعتبار نہوگا حقائق مین
مذکور ہے محل نزاع وہ صورت ہی کہ عورت خاوند کے کلام کے ساتھ ہی
اوسکو جواب دی اور اگر کچھ دیر سکوت کیا اور اوسکی بعد جواب دیا تو بالاتفاق رجعت صحیح ہو جائیگی

(۳۷۳) رجعت کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر خاوند نے یہ کہا
کہ مین نے تجھے طلاق دیدی اور اوس نے جواب مین کہا میری تو
عدت بھی گذر گئی تو طلاق بالاتفاق واقع ہو جائیگی اصح قول
یہی ہی مولی کے تصدیق اور چھوکری کے تکذیب کے قید اسواسطے
لگائی ہی کہ اگر مولی نے تکذیب کے اور چھوکری نے تصدیق کے
تو بالاتفاق مولی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی کے تکذیب
کرنیسے چھوکری کے عدت اوسیوقت منقضی سمجھی جائیگی اور
مولی کو ملک متعہ ثابت ہو جائیگی لہذا چھوکری کا قول مولی کے
ملک متعہ باطل کرنے مین مقبول نہوگا بخلاف اصل مسئلہ
کی کہ مولی نے جب رجعت کی تصدیق کی تو گویا رجعت کے
وقت عدت کی قایم ہونیکا اقرار کر لیا اور باوجود عدت
کی مولی کی لئے ملکیت متعہ نہ ظاہر ہوگی۔

(۳۷۴) صاحبین رح کی پہلی مسئلہ مین یہ دلیل ہی کہ جبتک وہ
انقضاء عدت کے خبر دی اوسوقت تک اوسکی عدت باقی ہے
اور رجعت اوسکی خبر دینے سے پہلی پائی گئی پس رجعت صحیح ہو گی
اور اوسکا انقضاء عدت کا خبر دینا معتبر نہوگا اسواسطے کہ اس خبر
دینے مین وہ متہم بالکذب ہے ولہذا اگر خاوند نے کہا مین نے تجھے
طلاق دیدی اور اوسکی جواب مین عورت نے کہا میری عدت

انکار کیا تو رجعت ثابت ہو جائیگی کیونکہ حلف سے انکار کرنیسے عدت ثابت ہو جائیگی جب عدت ثابت ہوئی رجعت بھی ثابت ہوگی کذا فی التبیین

ان قوله راجعتك انشاء وقولها انقضت عدتي اخبار فيقتضي سبق المخبر عنه فيقبل قولها لانها امينة في اخبار رحمها ومسئلة الطلاق على الخلاف ولئن سلم انها وفاقية فالطلاق يقع باقراره بعد انقضاء العدة والمراجعة لا يثبت به كذا في الكافي ولهما في الثانية ان المولى مالك منفعة بضع امته فيقبل اقراره فيها كما لو اقر بنكاحها وله ما مر من الدليل في المسئلة الاولى۔

گذر گئی تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ خاوند کا یہ قول کہ مین نے تجھسے رجوع کیا انشاء ہے اور عورت کا یہ قول کہ میری عدت گذر گئی خبر ہے اور مخبر عنہ کو چاہتا ہے لہذا اوسکا قول معتبر ہوگا کیونکہ اپنی رحم کی خبر دینے مین عند الشرع وہ امانتدار سمجھی گئی ہے اور مسئلہ طلاق پر جو صاحبین رح نے قیاس کیا ہے وہ خود اختلافی مسئلہ ہے اور اگر اتفاقی بھی سمجھا جائے تو طلاق خاوند کے اقرار کیوجہ سے انقضاء عدت کی بعد واقع ہو جائیگی اور مراجعت ایسی چیز نہین ہے کذا فی الکافی اور دوسرے مسئلہ مین صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ مولی کو اپنی چھوکری پر منفعت بضع کی مالکیت حاصل ہوتی ہے لہذا اس بارہ مین اوسکا قول معتبر ہو جائیگا جس طرح مولی اوسکی نکاح کا اقرار کرے اور امام صاحب رح کی دلیل اس مین بھی وہی ہے جو پہلے مسئلہ مین ہے جب معتدہ طلاق کا تیسرا حیض دس دن اگر منقطع ہو جائی تو ہمارے نزدیک اوس سے رجعت نہین ہو سکتی اگرچہ غسل نہ کرے

(۳۷۵) واذا انقطع الدم في الثالثة اي دم المعتدة في الحيضة الثالثة لعشرة ايام قطعنا الرجعة بدون غسل وقال زفر لا ينقطع ما لم يغتسل هذا الخلاف في المسلمة لانها لو كانت كتابية ينقطع الرجعة بلا غسل اتفاقا لانها غير مخاطبة بالشرايع۔

(۳۷۵) امام زفر رح فرماتے ہین تاوقتیکہ غسل نہ کرے رجعت ہو سکتی ہے یہ اختلاف مسلمان عورت مین ہے اسواسطے کہ اگر کتابیہ ہے تو بالاتفاق بلا غسل کرنے کے رجعت کا زمانہ منقطع ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ شرائع کے ساتھ مخاطب نہین ہے۔ اور منجملہ اونکے غسل بھی ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۳۷۶) له اطلاق قوله عم الزوج احق برجعتها ما لم تغتسل ولنا ان الحيض لا يكون اكثر من عشرة فاذا تمت خرجت عن الحيض يقينا وانقضت عدتها ضرورة۔

(۳۷۶) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خاوند عورت سے رجوع کرنیکا مستحق ہے جب تک وہ نہ غسل کرے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ دس روز سے زیادہ حیض نہین ہوتا جب دس روز تمام ہو گئے تو یقیناً حیض سے خارج ہو گئی اور لامحالہ اوسکی عدت گذر گئی۔

(۳۷۷) وان انقطع لاقل اى فيما دون عشرة لم ينقطع الرجعة الا بالغسل لان الايام ايام الحيض والدم ممكن العود فلابد من ان يتقوى باغتسالها۔

(۳۷۷) اگر تیسرا حیض دس روز سے کم مین منقطع ہوا ہی تو تا وقتیکہ غسل نہ کرے رجعت ہو سکتی ہے مگر جب غسل کرلیگی رجعت نہو سکے گی اسواسطے کہ دس دن تک حیض کے ہی دن ہین اور ہو سکتا ہی کہ پھر حیض آنے لگے لہذا یہ بات ضروری ہی کہ غسل کرنیسے اسکو قوت دیجائیگی کیونکہ غسل کرنیسے ایک قسم کا یقین انقطاع حیض کا

(۳۷۸) او يمضى وقت صلوة وفى الحقائق اذا انقطع لاقل منها كما ينقطع بالاغتسال ينقطع بمضى اقرب اوقات الصلوة اليها بحيث يجب الصلوة فى ذمتها بان تجد بعد الانقطاع من الوقت ما يسع الاغتسال والتحريمة وعند زفر لا ينقطع الا بالاغتسال

(۳۷۸) انقطاع رجعت کیلئے یا تو غسل شرط ہی یا یہ ہونا چاہیے کہ ایک نماز کا وقت انقطاع حیض کے بعد گذر جائے اگرچہ غسل نہ کرے اور حقائق مین مذکور ہی اگر دس روز سے کم مین انقطاع حیض ہوجائے تو جسطرح غسل کرنیسے رجعت کی زمانہ کا انقطاع ہوجاتا ہی اسیطرح ایک نماز کی وقت گذرنیسے بھی جو اوسکی ساتھ ملا ہوا ہے رجعت کا زمانہ منقطع ہوجاتا ہے اسطرح کہ اوسکی ذمہ پر وہ نماز واجب ہوجائے باین طور کہ انقطاع حیض کے بعد اسقدر وقت

(۳۷۹) اقول على هذا كان ينبغى ان يقول المصنف وان ينقطع لاقل منها ما قطعناها ليدل على خلاف زفر وانت تدرى انه قال لم ينقطع وهى صيغة الوفاق لانها مخاطب بادائها فيكون فى حكم الطاهرات۔

(۳۷۹) مین کہتا ہون اسقدر پر مصنف کو یہ کہنا مناسب تہا کہ اگر دس روز سے کم مین حیض منقطع ہو جائے تو ہمارے نزدیک رجعت تمام نہین ہوتی تا کہ امام زفر رح کا اختلاف معلوم ہوجاتا اور تم دیکھتے ہو کہ یہان مصنف نے یہ کہا ہی کہ اوسکی رجعت منقطع نہو گی اسواسطے یہان رجعت منقطع ہوجاتی ہی کہ اسوقت مین ادائے نماز کے ساتھ وہ مخاطب ہوجاتی ہی اور طاہرات کا حکم اوسکو ثابت ہوجاتا ہے۔

(۳۸۰) او بالتيمم مع الصلوة يعنى اذا لم تجد الماء فتيممت وصلت مكتوبة او نافلة انقطع الرجعة وقيل ينقطع بالشروع فيها لانها فى حكم الطاهرات والصحيح انها انما ينقطع بعد الفراغ ليتقرر الحكم بجواز الصلوة الا يرى انها لو رأت

(۳۸۰) اگر غسل کرنیکے لئے پانی نہ ملا اور تیمم کرکے نماز فرض یا نفل پڑھ لی تو رجعت منقطع ہوجائیگی۔ مگر بعض کے نزدیک نماز کے شروع کرتے ہی رجعت کا انقطاع ہوجائیگا اسواسطے کہ وہ طاہرات کے حکم مین ہے اور صحیح یہ بات ہے کہ نماز سے فارغ ہوجانے کے بعد رجعت منقطع ہو گی تاکہ جواز نماز کا حکم ثابت ہو سکے دیکھو اگر وہ نماز مین پانی کو دیکھلے تو نماز باطل ہوجائیگی اور اگر نماز کے بعد دیکھا

الماء فی الصلوۃ بطل تیممہا وان رأت بعد الفراغ لا یبطل۔

تو باطل نہوگی۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۳۸۱) وقطعہا ای محمد الرجعۃ بالتیمم وحدہ وقالا لا تنقطع بہ

(۳۸۱) امام محمد رح کے نزدیک صرف تیمم کے کرنے سے رجعت کا انقطاع ہوجائیگا امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعت منقطع نہوگی

(۳۸۲) لہ ان التیمم نزل منزلۃ الاغتسال فی التطہیر ولہذا احل الصلوۃ بہ ولہما انہ تلویث حقیقۃ وانما جعل طہارۃ مطلقۃ فی حق الصلوۃ لضرورۃ ان لا یتضاعف الواجبات علی المکلف اذا امتد فقد الماء وجعل ایضا طہارۃ فیما یتعلق بہا من مس المصحف وقرأتہ والرجعۃ لیست من توابعہا فلا یجعل طہارۃ فی حقہا۔

(۳۸۲) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ تیمم پاکی مین قائمقام غسل کا ہے اسیواسطے نماز اوس سے جائز ہے۔ اور اون دونون کی دلیل یہ ہے کہ فی الحقیقت تو تیمم پاکی نہین ہے بلکہ بدن کو خاک سے آلودہ کرنا ہے مگر نماز کے حق مین اوسکو طہارت مطلقہ گردان لیا ہے خواہ وضو کی حاجت ہو یا غسل کی اس ضرورت سے کہ اگر بالفرض ایک زیادہ مدت تک پانی نہ میسر ہوا تو بہت سے واجبات مکلف کے ذمہ پر جمع نہو جائین اور نماز مین طہارت گردانے کی وجہ سے جو اوسکی متعلقات ہین جیسے قرآن کو چھونا یا قرآن پڑھنا اونمین بھی اوسکو طہارت کا حکم ہے اور رجعت کوئی نماز کی توابع مین سے نہین ہے لہذا رجعت کے باب مین اوسکو طہارت نہ سمجھا جائیگا

(۳۸۳) وفی الحقائق وضع المسئلۃ فی الرجعۃ اذ لیس لہا التزوج بالاخر اتفاقا موضع الخلاف مجرد التیمم حتی لو صلت معہ ینقطع حق الرجعۃ اتفاقا لانہ لما حکم بطہارتہا فی حق صحۃ الصلوۃ حکم بطہارتہا فی حق الرجعۃ۔

(۳۸۳) حقائق مین مذکور ہے مسئلہ کے اندر رجعت کی صورت اسواسطے لی ہے کہ نکاح اوسکو اُس حالت مین بالاتفاق درست نہین ہے محل نزاع یہی ہے کہ صرف تیمم کرے حتے کہ اگر اوسکے ساتھ نماز بھی پڑھ لے تو بالاتفاق حق رجعت منقطع ہوجائیگا اسواسطے کہ جب نماز کے حق مین اوسکو طہارت کا حکم دیدیا گیا تو حق رجعت مین بھی طہارت کا حکم دیا جائیگا

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۳۸۴) فان قیل قال محمد فیما سبق اقتداء المتوضئ بالمتیمم غیر جائز متمسکا بان التیمم طہارۃ ضروریۃ فلم جعلہ فی حق الرجعۃ طہارۃ

(۳۸۴) اگر کہو امام محمد رح نے سابق مین بیان کیا ہے اگر متوضی متیمم کا مقتدی ہو تو نماز جائز نہین ہے اور اوسکی دلیل یہ بیان کی ہے کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے پھر حق رجعت مین اوسکو طہارت مطلقہ کس لیے گردانا ہے تو اوسکا جواب

مطلقة قلنا جریا علی سنن الاحتیاط لان الاحوط فی الرجعة ان یحکم بانقطاعها بجعل التیمم کالاغتسال تحرزا عن وقوع الزنا وفی الاقتداء ان لایجعل کالوضوء لیودی العبادة علی الوجه الاکمل۔

یہ ہے کہ احتیاط کا طریقہ اسی بات کو مقتضی ہے کہ تیمم کو غسل کے مانند سمجھکر انقطاع رجعت کا حکم دیا جائے تاکہ زنا مین نہ واقع ہوسکے اور اقتدار کے اندر احتیاط اسی بات کی مقتضی ہے کہ اوسکو وضو کے مثل نہ سمجھا جائے تاکہ کامل طور پر عبادت ادا کیجائے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۳۸۵) ولو نسیت المعتدة فی غسلها عن الحیضة الثالثة فیما دون العشرة عضوا فصاعدا لم ینقطع الرجعة لان العضو الکامل لایغفل عنه فی الاغتسال عادة ولایتسارع الیه الجفاف فکان عدم وصول الماء الیه متیقنا واما اذا نسیت مادون العضو فینقطع الرجعة فکان القیاس ان لاینقطع فیه ایضا لان بقاء البعض کبقاء الکل لکن قلنا مادون العضو یحتمل ان یسارع الیه الجفاف لقلته فحکمنا بانقطاع الرجعة استحسانا اخذا بالاحتیاط ولهذا قلنا لایحل لها التزوج حتی تغتسل ذلك الموضع

(۳۸۵) اگر تیسرا حیض دس روز سے کم مین منقطع ہوجانیکے بعد اوس نے غسل کیا اور کوئی ایک عضو یا اوس سے زیادہ سہو سے دہونا رہگیا تو رجعت نہ منقطع ہوگی اسواسطے کہ غسل کے اندر کوئی ایک عضو کا دہونا نہین بہولا کرتا اور نہ اسقدر جلد وہ خشک ہوسکتا ہے جو یہ سمجھا جائے کہ دہونے کے بعد خشک ہوگیا ہے پس یقینا یہ سمجھا جائیگا اوس عضو تک پانی کا گذر نہین ہوا اور اگر ایک عضو سے کم بہول سے رہگیا تو رجعت منقطع ہوجائیگی اور قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ یہان بھی رجعت نہ منقطع ہو اسواسطے کہ ایک جزو کا باقی رہجانا ایسا ہے جیسا کہ پورا ایک عضو باقی رہگیا مگر ہمنے یہ سمجھا کہ تھوڑی سے جگہ مین یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ جلد خشک ہوگئی ہو اسلئے استحسانا ہم نے احتیاط کا لحاظ کرکے انقطاع رجعت کا حکم دیدیا ولہذا ہم نے اوسکے ساتھہ یہ بھی حکم دیا ہے کہ جبتک اوس جگہہ کو بھی نہ دہولے نکاح نہین کرسکتی۔

(۳۸۶) ولایقطعها ای ابو یوسف الرجعة بترك المضمضة والاستنشاق ای بترك معتدة انقطع دمها من الحیضة الثالثة لاول من عشرة ایام لان ترکهما کترك عضو کامل

(۳۸۶) اگر غسل کے اندر مضمضہ یا ناک مین پانی ڈالنا رہگیا اور صورت وہی ہے کہ تیسرا حیض دس روز سے کم مین منقطع ہوا ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعت منقطع نہوگی اسواسطے کہ اسکا چھوڑنا ایسا ہی ہے جسطرح پورے کسی عضو کا چھوڑنا۔

(۳۸۷) وخالفه محمد وقال ينقطع احتياطا لان غسلهما في الغسل سنة عند بعض ولا يتزوج بزوج آخر في تركهما احتياطا۔

(۳۸۷) امام محمد رح صورت مذکورہ مین اختلاف کرتے ہین اوراونکے نزدیک احتیاط کا لحاظ کرکے رجعت منقطع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ بعض کے نزدیک مضمضہ اور ناک مین پانی پہنچانا غسل مین سنت ہے مگر احتیاطاً اونکے ترک کرنیسے نکاح نہ کرسکیگی۔

(۳۸۸) ولو علق الطلاق بجماعها اي لو قال ان جامعتك فانت طالق فجامعها فلبث فيه ساعة ثم اتم جماعه يجعل مراجعا اي قال ابو يوسف وقع بايلاجه طلاق لان الجماع حصل به ولهذا يجب به الغسل ويحل به المبانة ثلثا للزوج الاول وباللبث فيه صار مراجعا لان البقاء عليه كالابتداء

(۳۸۸) اگر اوسکے ساتھ جماع کو طلاق کی شرط گردانا اور کہا مین تجھسے اگر صحبت کرون تو تیرے اوپر طلاق ہے اور اوس سے جماع کیا اور جماع کرنے مین کچھہ دیر لگائی اور جماع پورا کرلیا توامام ابویوسف رح کے نزدیک وہ شخص مراجع ہوجائیگا یعنے رجعت ثابت ہوجائیگی اسواسطے کہ دخول کرتے ہی اوسپر طلاق واقع ہوگئی کیونکہ جماع کے معنی حاصل ہوگئے اسلیئے صرف دخول سے غسل واجب ہوجاتا ہی اور جسکو تین طلاقین دیگئی ہین دوسرے خاوند کے صرف دخول کرنیسے پہلی پرحلال ہوجاتی ہے اور جماع کے اندر کچہ دیر کرنیسے وہ مراجع ہوگیا کیونکہ اوسپر باقی رہنا ایسا ہی ہی جیسا علیحدہ جماع کرنا۔

(۳۸۹) واوقفها اي محمد الرجعة على المعاودة اي على الادخال بعد الاخراج لان الادخال وجد مرة وهو فعل واحد ولهذا لو كان بالشبهة لايجب باللبث فيه عقر آخر ولا حد آخر۔

(۳۸۹) امام محمد رح کے نزدیک رجعت جب ہوگی کہ جب اخراج کے بعد پہر ادخال کرے اسواسطے کہ ایک ہی مرتبہ ادخال پایاگیا ہے اور وہ جماع ایک ہی فعل سمجھا جائیگا و لہذا اگر شبہہ حلت سے جماع ہووے تو اوسمین دیر کرنیسے نہ دوسرا عقر یعنے مہر آتا ہے اور نہ دوسری حد لازم آتی ہے۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

(۳۹۰) ولو كان ثلثا اي لو كان المعلق بالجماع ثلث طلقات فلبث فيه يلزمه اي ابو يوسف الزوج العقر به اي باللبث لان الحرمة يثبت بالادخال وباللبث فيه صار واطئا للمبانة فيجب

(۳۹۰) اگر تین طلاق کو جماع کے ساتھہ معلق کیا ہے اور جماع مین کچھہ دیر لگائی توامام ابویوسف رح کے نزدیک اوس دیر کرنے سے عقر لازم ہوجائیگا کیونکہ حرمت تو صرف داخل کرنے سے ثابت ہوگئی اور پہر اوسمین دیر کرنے سے گویا اوس نے اجنبی عورت سے جماع کیا لہذا عقر یعنی مہر مثل واجب ہوگا مگر چونکہ یہان اتحاد فعل کا شبہ ہے

عليه مهر المثل لكن الحد سقط عنه بشبهة اتحاد الفعل۔

اسلیئے حد ساقط ہوجائیگی۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

(۳۹۱) وخالفه اى قال محمد لا عقر عليه لان المجموع فعل واحد فلم يكن اللبث فيه وطئا بعد الحرمة۔

(۳۹۱) امام محمد رحمہ کا قول اسکے خلاف ہے اونکے نزدیک مہر مثل واجب نہین ہوتا کیونکہ جماع من اوّلہ الی آخرہ ایک فعل ہے اور اوس مین دیر کرنیکو حرمت کے بعد صحبت کرنیکا حکم نہین ہے۔

(۳۹۲) وتتزين المطلقة الرجعية لانها حلال لبعلها والتزين داع الى الرجعة المستحبة۔

(۳۹۲) مطلقہ رجعیہ کو مناسب ہے کہ سنگہار کیا کرے اسلیئے کہ وہ اپنے خاوند پر حلال ہے اور سنگہار کرنا رجعت پر معین ہے جو ایک مستحب چیز ہے۔

(۳۹۳) ويستحب اى للزوج اذا لم يقصد الرجعة ان لا يدخل عليها الا باعلام لانه يساكنها وربما يقع نظره الى داخل فرجها بشهوة فيصير مراجعا فيطلقها ثانيا فيطول العدة عليها۔

(۳۹۳) اگر خاوند کو رجعت مقصود نہین ہے تو بیخبری کی حالت مین اوسکے پاس نہ جایا کرے کیونکہ دونون ایک ہی گہر مین رہتے ہین اکثر ہوسکتا ہے کہ اوسکی شرمگاہ کے اندر خاوند کی نگاہ جا پڑے اور رجعت ثابت ہوجائیگا اور پہر دوسرے طلاق دے تو اوسکی عدت بڑہ جائے۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

(۳۹۴) واذا ابينت اى جعل طلاقها بائنا بما دون الثلث تزوجها اى زوجها فى العدة وبعدها لبقاء الحل فان زواله انما يكون بالطلقة الثالثة واما غير زوجها فلم يحل له ان يتزوجها فى العدة لاشتباه للنسب۔

(۳۹۴) اگر تین سے کم عورت کو طلاق بائن دی ہین تو اوسکا خاوند بعد انقضائے عدت اور نیز حالت عدت مین اوس سے نکاح کرسکتا ہے کیونکہ نکاح کا حلال ہونا ہنوز باقی ہے البتہ تیسری طلاق کے بعد حلیت نکاح جاتی رہتی ہے مگر حالت عدت مین خاوند ہی اوس سے نکاح کرسکتا ہے اور دوسرا شخص نکاح نہین کرسکتا جبتک کہ عدت نگذرجائے اسواسطے کہ اسمین نسب مشتبہ ہوجائیگا۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

(۳۹۵) او بثلث اى اذا ابينت بثلث طلقات فى الحرة وثنتين فى الامة لم يحل له اى للزوج الاول وطئها بنكاح حتى تنكح زوجا غيره

(۳۹۵) اگر حرہ کو تین طلاقین دی ہین یا باندی کو دو طلاقین دی ہین تو نکاح سے بہی اوس سے صحبت کرنا حلال نہین ہوتا مگر جبکہ دوسرے خاوند سے وہ نکاح صحیح کرے اور وہ دخول کرے بعد ازان اوسکو طلاق بائن دیدے یا وہ مرجائے

نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم تبين منه اى من الزوج الثانى او يموت عنها۔

اور کے بعد پہلا خاوند اوس سے نکاح کرے۔

(۳۹۶) اقول الضمير فى ابينت راجع الى الحرة لا الى المنكوحة لان الحكم الذى ذكره انما يصح فى الحرة دون الامة ولفظ المنكوحة متناول للامة وقوله او بثلث معطوف على مادون تقديره او ابينت الحرة بثلث فى الحرة وهذا فاسد ولو قال المصنف او حرة بثلث او امة بثنتين لكان اولى وايسر لان فى اثبات معنى الظرفية للحرة والامة تكلفا۔

(۳۹۶) مین کہتا ہون (ابینت) کے ضمیر حرہ کی طرف راجع ہے نہ منکوحہ کیطرف اسواسطے کہ وہ جو حکم بیان کیا ہے حرہ کے ہی ساتھ مخصوص ہے لونڈی مین وہ حکم ثابت نہیں ہے اور منکوحہ کا لفظ لونڈی کو شامل ہے اور مصنف کا یہ قول (او بثلث) معطوف ہے (مادون) پر جسکی تقدیر یہ ہوئی او ابینت الحرۃ بثلث فی الحرۃ اور یہ عبارت فاسد المعنی ہے پس اگر مصنف رح اسطرح بیان کرتا او حرۃ بثلث او امۃ بثنتین تو بہتر اور زیادہ تر آسان ہوتا اسواسطے کہ حرہ اور امۃ کے لیئے ظرفیت کے معنی ثابت کرنے مین جنکے اوپر لفظ فی دلالت کرتا ہے ایک طرح کا تکلف ہے

(۳۹۷) قيد بالنكاح الصحيح لان الوطئ حرام فى الفاسد لا يثبت به الحل للاول۔

(۳۹۷) نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ نکاح فاسد مین صحبت حلال نہین ہوتی اور اوس سے پہلے خاوند کیلیئے حلال نہوگی۔

(۳۹۸) وفى الاجناس لو اخبرت بان الثانى دخل بها وكذبها الاول فيه يحل له وان انكرت دخول الثانى واقر به الاول يحل۔

(۳۹۸) اجناس مین مذکور ہے اگر عورت نے بیان کیا کہ زوج ثانی نے مجھسے دخول کرلیا ہے اور زوج اول نے اوسکی تکذیب کی تو زوج اول کے لیئے حلال ہوجائیگی اور اگر عورت نے زوج ثانی کے دخول کا انکار کیا اور زوج اول نے اوسکا اقرار کیا تو حلال نہوگی

(۳۹۹) اعلم ان دخول الثانى شرط للتحليل عند الجمهور لثبوته باشارة الكتاب وبالحديث المشهور اما الكتاب فقوله تعالى فان طلقها

(۳۹۹) جاننا چاہیئے کہ زوج ثانی کا دخول کرنا جمہور فقہاء کے نزدیک شرط تحلیل ہے کیونکہ باشارۃ النص قرآن سے ثابت ہے اور نیز حدیث مشہور اوسپر دلیل ہے قرآن کی آیت تو یہ ہے فان طلقها الآیۃ یعنے پس اگر خاوند اوسکو طلاق دے تو اوسکے بعد

فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا
غيره المراد به المطلقة الثالثة
بالاجماع والنكاح المذكور فيه محمول
على الوطي لانه حقيقة فيه حملا
للكلام على الافادة دون الاعادة
لانه لو حمل على العقد وهو مستفاد
من اطلاق اسم الزوج على الثاني
يكون اعادة والاصل في الاطلاق
هو الافادة كذا في الهداية ونظر
فيه بعض بان النكاح المنسوب
الى المرأة لا يمكن ان يحمل على
الوطئ لانها موطوئة لا واطئة ويمكن
الجواب عنه بان الموطوئة جعلت
واطئة مجازا وهذا اقرب لانه
لو حمل على الوطئ يكون في الكلام
مجاز واحد واعمال للفظ النكاح
والزوج على الحقيقة ولو حمل على
العقد لكان فيه مجازان مجاز في
لفظ النكاح ومجاز في الزوج و
الاول اولى واما الحديث المشهور
فما روى ابن عمر رض ان النبي ع م
قال اذا طلق الرجل امرأته ثلثا
فتزوجت بزوج اخر لم تحل للاول
حتى تذوق من عسيلته ويذوق
من عسيلتها وعن عائشة ان النبي ع م

وہ بیوی اس خاوند کو حلال نہو گی مگر جب اوسکے سوا دوسرے
خاوند سے نکاح کرے باجماع امت اس سے طلاق ثالث
مراد ہے اور اس میں نکاح مذکور ہے اوس سے صحبت مراد ہے
کیونکہ نکاح کے معنی حقیقی صحبت کے ہیں اور یہ معنی لینے سے
کلام کے اندر فائدہ پایا جاتا ہے اور عقد کے معنی لینے سے
اعادہ پایا جاتا ہے اسلیئے کہ اگر عقد کے اوپر محمول کیا جائے
اور دوسرے شخص پر زوج کا اطلاق کرنے سے بھی عقد سمجھین
آتا ہے تو اعادہ پایا جائیگا اور اصل کلام کے بولنے مین افادہ ہے
کذا فی الہدایہ - بعض نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نکاح
جو عورت کی طرف منسوب ہے اس سے صحبت مراد نہین لیسکتے
کیونکہ اوسکے ساتھہ صحبت کیجاتی ہے وہ صحبت کرنیوالی نہین
ہوتی اور اسکا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ موطوئہ کو مجازاً صحبت
کرنے والے کے ساتھہ تعبیر فرمایا ہے اور یہی اقرب الی الفہم ہے
اسواسطے کہ جب نکاح کو جماع پر محمول کیا تو کلام کی اندر
فقط ایک مجاز ہوگا اور نکاح اور زوج کا لفظ اپنے معنی حقیقی
پر محمول ہوگا اور جب نکاح سے عقد مراد لیا جائیگا تو
اوسمین دو مجاز ہونگے ایک تو لفظ نکاح مین اور دوسرا
زوج مین لہذا پہلی صورت بہتر ہے - اور حدیث مشہور
یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رض نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی شخص اپنی
بیوی کو تین طلاقین دیدے اور پہر دوسرے خاوند سے
وہ نکاح کرلے تو پہلے خاوند کو وہ حلال نہو گی جبتک کہ وہ
خاوند کا مزہ اور خاوند کا مزہ نہ چکہلے اور حضرت عائشہ رض سے یہ مروی ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لفظ عسیلہ کی تفسیر جو حدیث
شریف مین وارد ہے جماع کے ساتھہ کی ہے پس اگر نکاح

فسر العسیلة بالجماع فان حمل النکاح فی الآیة علی العقد یجوز زیادة الدخول علی الکتاب بهذا الحدیث لانه مشهور۔

آیت کے اندر عقد پر سے محمول کیا جائے تب بھی اس حدیث مشہور سے اصل کتاب پر دخول کی زیادتی ہوسکتی ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(۴۰۰) ویحلل وطیٔ المراهق وهو من قریب من البلوغ وتحرك آلته واشتهی وکذا وطیٔ الخصی لوجود الوطیٔ فی نکاح صحیح۔

(۴۰۰) جو لڑکا قریب البلوغ ہو اور اوسکا آلہ تناسل حرکت کرتا ہے اور شہوت ہوتی ہو نکاح کے بعد اوسکی صحبت کرنیسے عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہوجاتی ہے اسواسطے کہ نکاح صحیح کے اندر یہاں صحبت پائی گئی ہے۔

(۴۰۱) قید بالمراهق لانه ع م شرط اللذة من الطرفین۔

(۴۰۱) قریب البلوغ کی قید اسواسطے لگائی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جانبین ہی لذت کو شرط کیا ہے۔

(۴۰۲) وفی فتاوی الوبری الشیخ الکبیر الذی لایقدر علی الجماع لواولج ذکره بمساعدة یده لایحللها والمرأة المفضاة بعد الدخول انما تحل للاول اذا احبلت لیعلم ان الوقاع وجد فی قبلها۔

(۴۰۲) فتاوی وبری مین ہو جو شخص اسقدر بوڑہا ہو کہ جماع نہین کرسکتا اگر اپنے ہاتھ سے پکڑکے ذکر کو فرج مین داخل کردے تو پہلے خاوند کو حلال نہوگی اور جس عورت سے صحبت ہوچکی ہے وہ ایسے شخص کے دخول کے بعد اوسیوقت حلال ہوگی جب حاملہ ہوجائیگی کہ اُس سے یقیناً فرج مین دخول کا پایا جانا ثابت ہوجائیگا۔

(۴۰۳) لاوطیٔ المولی ای لایحل وطیٔ المولی امته لزوجها بعد طلاقها ثنتین لان المولی لیس بزوج وهو الشرط بالنص۔

(۴۰۳) مولے کی صحبت کرنیسے باندی اپنے خاوند پر حلال نہین ہوتی کہ مولے خاوند نہین ہوتا اور نص سے خاوند کا شرط ہونا ثابت ہے۔

۱۳ / ۵

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(۴۰۴) وفی فتاوی الامة المنکوحة اذا حرمت حرمة غلیظة لایحل علی الزوج وطئها حتی تزوج زوجا غیره وان اشتراها۔

(۴۰۴) فتاوے مین مذکور ہے منکوحہ چھوکری جب حرمت غلیظہ خاوند پر حرام ہوجائیگی تو جبتک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے پہلے خاوند کو حلال نہین ہوتی اگرچہ وہ اوسکو خریدلے

(۴۰۵) واذا شرطاه ای الزوج الثانی

(۴۰۵) اگر زوج ثانی اور عورت نے باہم زبان سے تحلیل کو

والمرأة التحليل بالقول فالنكاح مكروه
ومحلل عند ابي حنيفة يعني شرطان
جائزان حتى اذا لم يطلقها بعد
ماجامعها يجبر عليه ولو لم يشترطا
بقول قصدا احلت للاول اتفاقا
والصحيح قوله من الحقائق لقوله عم
لعن الله المحلل والمحلل له وهذا
يقتضي صحة النكاح والحل للاول
والكراهة قيل انما لعنه النبي عم
لانه فيه اعارة النفس في الوطي
لغرض الغير وهتكا للحمية ولهذا
قال عم هو التيس المستعار
وانما كان مستعارا
اذ اسبق التماس من الزوج الاول
وهو محمل الحديث واما طلب الحل
من طريقه فلا يستوجب اللعن
وكذا الزوج الثاني لا يستحق اللعن
اذا كان قصده الاصلاح بل يكون
ماجورا فيه۔

(۴۰۶) وفي النهاية لو خافت المرأة
ان لا يطلقها المحلل فتقول ز وجتك
نفسي على ان امري بيدي اطلق
نفسي كلما اريد فيقول الرجل
قبلت جاز النكاح فصار الامر
بيدها كذا ذكره الامام التمرتاشي

شرط کر لیا یعنے مثلا عورت نے کہا اس شرط پر
مین تجھسے نکاح کرتی ہون کہ پہلے خاوند کے لیے تو مجھکو حلال
کردے یا خاوند نے اسی کے مثل کہا تو امام صاحب
رح کی نزدیک نکاح مکروہ تحریمی ہے مگر پہلے خاوند پر اس نکاح سے
عورت حلال ہوجاتی ہے یعنے دونون کے طرف سے شرط کرلینا ٹھیک ہے
حتے کہ اگر بعد از جماع زوج ثانی نے اوسکو طلاق نہدی تو طلاق دینے پر
مجبور کیا جائیگا اور اگر زبان سے نہین شرط کیا ہو تو بالاتفاق پہلے
خاوند کیلئے حلال ہوجائیگی اور امام صاحب رح کا ہی قول صحیح ہے
من الحقائق اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی حلال
کرنیوالے اور اوپر جسکے لئے حلال کرتا ہو خدا کی لعنت ہو جسیواز اس
سے ثابت ہوتا ہی کہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور پہلی خاوند کے لئے
حلال ہوجاتی ہو اور مکروہ ہونیکی وجہ یہ ہو کہ بعض نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی لعنت کرنیکی وجہ یہ بیان کی ہو کہ اس مین دوسری کے
غرض کے لئے اپنی آپ کو صحبت کیلئے عاریت پر دینا ہوتا ہی اور
بڑے بی غیرتی ہوتی ہی اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہی کہ وہ ایک منگنی کا بکرا ہے اور مستعار وہ اوسیوقت ہوگا کہ پہلے سے
زوج اول نے اوس سے گفتگو کرلی ہو اور یہی حدیث کا محمل ہی اور اوسکی
طرف سے طلب حلت کا چاہنا ایسی چیز نہیں ہے جو مستوجب لعنت ہو اسیطرح جب زوج ثانی
کو حلال کرنے سے اصلاح منظور ہو تو وہ لعنت کا مستحق نہیں ہو سکتا بلکہ اسمین وہ ماجور ہوگا

(۴۰۶) نہایہ مین مذکور ہی اگر عورت کو اسبات کا خوف ہو کہ زوج
ثانی اوسکو طلاق نہ دیگا اور وہ کہدے کہ اس شرط پر مین تجھسے نکاح
کرتی ہون کہ مجھے اپنی جان کا اختیار رہیگا اور مین جب چاہون
اپنی آپ کو طلاق دے لون اور وہ کہدے مین نے قبول کیا
تو نکاح جائز ہوجائیگا اور عورت کو اختیار رہیگا۔ امام تمرتاشی
نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

(۴۰۷) ويحكم اى ابو يوسف بفساده اى بفساد النكاح المشروط فيه التحليل لان هذا فى معنى شرط التوقيت فيكون فى معنى المتعة فيبطل۔

(۴۰۷) امام ابو یوسف رح کی نزدیک نکاح بشرط تحلیل فاسد ہے اسواسطے کہ یہ ایسا ہے جیسا وقت کا شرط کرنا اور متعہ کے حکم مین ہے لہذا باطل ہوگا

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۴۰۸) وحكم بالصحة اى محمد بصحة النكاح ونفى الحل لانه استعجل ما هو مؤخر شرعًا فيعاقب بحرمان مقصوده كالوارث القاتل موروثه۔

(۴۰۸) امام محمد رح کے نزدیک نکاح صحیح ہی مگر اوس سے عورت حلال نہ ہوگی اسلئے کہ جو چیز شرعًا موخر ہی اوسکو وہ جلدی سے ثابت کرنا چاہتا ہے لہذا اوسکی سزا یہی ہے کہ اپنی مراد سے محروم رکھا جاے جس طرح کوی وارث اپنی مورث کو درثہ لینے کے لئے قتل کرڈالی تو محروم ہوگا۔

(۴۰۹) ويهدم الثانى مادون الثلث يعنى اذا طلقها وهى حرة طلقة اوطلقتين او طلقة واحدة وهى امة فتزوجت باخر واذا بانت منه وعادت الى الاول يهدم الزوج الثانى الطلقة والطلقتين ويعود اليه بثلث طلقات حتى لا يحرم عليه الا بثلث طلقات عند ابى حنيفة وابى يوسف كما يهدمها اى كما ان المبانة بثلث اذا تزوجت باخر يهدم الزوج الثانى ثلث طلقاتها واذا تزوجها الاول يملكها بثلث طلقات اتفاقا

(۴۰۹) امام ابو یوسف اور امام صاحب کے نزدیک اگر ایک شخص نے اپنی حرہ بیوی کو دو طلاقین یا ایک طلاق دی یا چھوکری کو ایک طلاق دی اور اوس حرہ اور باندی نے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا اور پھر دوسرے خاوند سے بھی وہ طلاق بائن دینے یا اوسکے مرجانیسے علیحدہ ہوگئی اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کرلیا تو چھوکری کو جو اس پہلی خاوند نے ایک طلاق یا حرہ کو دو طلاقین یا ایک طلاق دی تھی اب وہ کالعدم ہوجائینگے اور پھر حرہ پر تین طلاق اور چھوکری پر دو طلاق کا اوسکو اختیار ہوجائیگا اور اب تین طلاق کی بعد حرہ اور دو طلاق کے بعد چھوکری اوس پر حرام ہوگی جس طرح بالاتفاق مطلقہ بسہ طلاق دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو پہلے طلاقین کالعدم ہوجاتی ہین اور جب پہلا خاوند پھر اوس سے نکاح کرے تو پھر اوسے تین طلاق کا مالک ہوجاتا ہے

(۴۱۰) وحكم بعودها بما بقى من طلقاتها اى قال محمد الحرة اذا كانت مطلقة بواحدة تعود بعد

(۴۱۰) امام محمد رح فرماتی ہین طلاقون مین سے جسقدر باقی رہی تھین ~~تین~~ اب اگر پہلے خاوند نے اوس سے نکاح کیا تو وہی باقی رہینگی مثلا اگر ایک طلاق دی تھی اور اوس نے دوسرے خاوند سے

الثاني الى الاول بطلقتين وان كانت
مطلقة بطلقتين تعود بواحدة
لان الزوج الثاني غاية للحرمة
الثابتة لقوله تعالى فان طلقها فلا
تحل له من بعد حتى تنكح زوجا
غيره والم يثبت تلك الحرمة بالطلقة
والطلقتين فكيف يرفعها الثاني
فلا يكون الزوج الثاني غاية لها
لان غاية الحرمة قبل وجودها
محال فيملكها الاول بما بقي من
الطلقات كما لو تزوجها قبل الزوج
الثاني -

۴۱۱، ولهما ان النبي ع م سمى الزوج
الثاني محللا في قوله ع م لعن الله المحلل
وهو من يثبت الحل فالزوج الثاني
يكون مثبتا لحل جديد قبل الثالث
كما يثبته بعد الثلث -

۴۱۲، فان قيل الحل بعد الطلقة
والطلقتين ثابت فكيف يثبت
الثاني قلنا المحل ان لم يقبل اثبات
اصل الحل فهو قابل لاثبات وصفه
وهو التكميل في الحال لانه كان
ناقصا بالطلقة والطلقتين وكلمة
حتى هنا ليست للغاية حقيقة
لان المنتهى متقرر في نفسه عند

نکاح کیا اور پہر پہلے سے کیا تو یہ پہلا خاوند اوسپر دو طلاقوں کا
مالک ہوگا اور اگر دو دو سی تہین تو اب بھی ایک کا ہی مالک ہوگا -
اسواسطے کہ زوج ثانی سے نکاح کرنا حرمت کی غایت ہوا اسلئے
کہ اللہ پاک فرماتا ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً
غیرہ یعنے پس اگر خاوند اوسکو طلاق دے تو وہ عورت خاوند کے لیے
حلال نہوگی جبتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نکرے اور یہ حرمت
ایک طلاق یا دو طلاقوں سے نہیں ثابت ہوتی جب ثابت ہی
نہیں ہوئی تو زوج ثانی اوسکو کیا رفع کریگا لہذا زوج ثانی اوسکی
غایت نہوگا اسلیے کہ قبل از وجود حرمت اوسکی غایت کا پایا جانا
ناممکن ہے پس زوج اول اوسیقدر طلاقوں کا مالک ہوگا جس
قدر تین میں سے باقی ہیں جس طرح اگر دوسرے خاوند سے عورت
نکاح کرے اور ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد پہر پہلے ہی سے نکاح کرے -

۴۱۱، امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس ارشاد مین زوج ثانی
کو محلل کیساتھ تعبیر فرمایا ہے اور محلل وہ ہی ہے جو حلیت کو ثابت کرے
پس جس طرح تین طلاق کے بعد یہ حلیت کو ثابت کر دیتا ہے
تین سے قبل بہی حلیت جدیدہ کو ثابت کر دیگا -

۴۱۲، اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ ایک یا دو طلاق کے بعد تو
حلیت موجود ہی ہے پہر دوبارہ حلیت کیا ثابت ہوگی تو
اوسکا یہ جواب ہے کہ اگر محل مین اصل حلیت کی اثبات کی
قابلیت نہین ہے تو اسبات کی قابلیت تو اوس مین ہے کہ
وصف حلیت یعنے فی الحال تکمیل حلیت جو تین طلاق کے مالک
ہونے سے عبارت ہے اوسکو ثابت کر دیا جاوے کیونکہ ایک
یا دو طلاقین دیدینے سے حلیت مین نقصان آگیا ہے اور
حتے کا کلمہ جو آیت مین وارد ہے حقیقت مین غایت کے لئے

الغایة والحرمة هنا لم یتقرر بالزوج الثانی بل ارتفعت فعلم انه رافع وجاعل للمطلقة ثلثا کانها لم تطلق وصارت اجنبیة فجاز ان یجعل المطلقة ثنتین کذلك۔

(۴/۱۳) واذا طلقها ثلثا فادعت انقضاء العدة منه ای من الزوج الاول ومن المحلل مع احتمال المدة وسیاتی بیانها فی فصل العدة انشاء الله وغلبة ظنه ای ظن الاول بصدقها جاز نکاحها لان النکاح ان کان من المعاملات فخبر الواحد فیها مقبول کما فی الوکالات والاذن فی التجارات وان کان امرا دینیا لتعلق الحل به فخبره مقبول ایضا کما لو اخبرت بطهارة شیء۔

نہین ہو اسلئے کہ غایت کے ساتھ اوسکا منتہی ہونے نفسہ ثابت ہوا کرتا ہے اور اسجگہ حرمت زوج ثانی کے پائے جانے کے ساتھ نہین ثابت رہی بلکہ زوج ثانی کے ہوتی ہے وہ مرتفع ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ زوج ثانی رافع حرمت پہلی والی مطلقہ کو زوج اول کے حق مین اجنبیہ عورت کے مانند کر دیتا ہے پس اگر مطلقہ بدو

(۴/۱۳) اگر خاوند نے تینوں طلاقین دین اور عورت نے ایک عرصہ کے بعد اسبات کا دعوی کیا کہ میرے عدت زوج اول اور نیز زوج ثانی سے گذر گئی اور اوس مدت مین اتنی گنجائش بھی ہے (اسکا بیان فصل عدت مین عنقریب آتا ہے) اور زوج اول کا گمان غالب یہی ہے کہ یہ سچ کہتی ہے تو اوسکا نکاح اس خاوند سے صحیح ہے اسواسطے کہ نکاح اگر معاملات کے قبیلہ سے ہے تو معاملات کے اندر خبر واحد مقبول ہوتی ہے جیسے وکالات کے اندر اور تجارات مین اذن کے اندر اور اگر دینی امر ہے کہ اوسکی سبب سے حلت ثابت ہوتی ہے تو جب بھی اوسکی خبر مقبول ہوگی جس طرح کسی چیز کی پاک ہونیکی خبر دی۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۴/۱۴) ولو انکرت دخول الثانی بعد اقرارها به لاتصدق ولو اقرت بحلها له ثم انکرت دخول الثانی ان کانت عالمة بشرائط الحل للاول لم تصدق والا فتصدق

(۴/۱۴) اگر عورت نے اس اقرار کرنے کے بعد زوج ثانی کے دخول کرنیکا انکار کیا تو اوسکا انکار معتبر ہوگا اور اگر پہلے زوج اول کے لئے اپنی حلال ہونیکا اقرار کیا اور اوسکی بعد زوج ثانی کی دخول کا انکار کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر وہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال ہونیکی شرائط سے واقفیت رکھتی ہے تب تو اوسکا انکار معتبر نہوگا ورنہ معتبر ہوگا۔

فصل فی الایلاء

فصل ایلاء کے بیان مین

(۴/۱۵) وهو الیمین علی ترك وطئ

(۴/۱۵) اپنی بیوی سے صحبت نہ کرنے پر قسم

طلاق مرد کی اپنی بیوی کو اگر دے جائز تو غلطی ہے

المنکوحة۔

کہا نیکا نام ایلاء ہے۔

(۴۱۶) والفاظه الصریحة واللّٰه لا اجامعك ولا انكتك وبعض الكنايات منها كالقربان والوطئ والمباضعة والافتضاض فی البكر والاغتسال منها جری مجری الصریحة وغیر هذه المذكورات كالاصابة والاتيان والمضاجعة والغشيان والدنو والمس وعدم البيتوتة معها فی فراش لايكون الزوج بها موليا الا بالنية۔

(۴۱۶) صریح الفاظ ایلاء کے یہ ہیں خدا کی قسم میں تجھسے جماع نکرونگا یا تجھسے دخول نکرونگا اور بعض کنایات بھی جیسے پاس جانا یا وطی کرنا یا صحبت کرنا یا ازالہ بکارت کرنا یا جنابت سے اوسکی وجہ سے غسل کرنا صریح کی قائمقام ہین اور انکی سوا جو کنایات ہین جیسے پہونچنا یا آنا یا اوسکے پاس لیٹنا یا اوسکے اوپر لیٹنا یا قریب ہونا یا ہاتھ لگانا یا اوسکے ساتھ ہم بستری نکرنا ان الفاظ کے کہنے سے جبتک نیت ایلاء کے نکرے ایلاء کرنیوالا نہوگا یعنے اگر ان الفاظ سے صحبت مراد لی ہے تب تو ایلاء ہوگا ورنہ نہین۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(۴۱۷) اذا قال واللّٰه لا اقربك او لا اقربك اربعة اشهر كان موليا لقوله تعالى للذين يولون من نسائهم تربص اربعة اشهر الآية فان قربها فيها ای فی المدة المذكورة حنث وكفر ليمينه وسقط الايلاء لان اليمين ارتفعت بالحنث والا ای ان لم يقربها بانت بتطليقة عند مضی المدة وهی اربعة اشهر۔

(۴۱۷) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم مین تیرے پاس نہ آؤنگا یا یہ کہا کہ چار مہینہ تک تیرے پاس نہ آؤنگا تو وہ شخص مُولی یعنے ایلا کرنیوالا سمجھا جائیگا لقولہ تعالی للذین یولون من نسائهم تربص اربعة اشهر الآیة یعنے جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہین اونکے واسطے چار ماہ تک رکنا ہے پس اگر اس چار ماہ کی مدت مین اوسکے پاس گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اوسکو اپنی قسم کا کفارہ دینا ہوگا اور ایلاء جاتا رہا اسواسطے کہ توڑنے سے اب وہ قسم نہ رہی اور اگر اس مدت مین اوسکے قریب نہین گیا تو اس مدت کے گذر جانے سے اوسپر ایک طلاق بائن ہوگئی۔

(۴۱۸) ولا نوقفه ای الطلاق فی الايلاء على تفريق الحاكم۔

(۴۱۸) ہمارے نزدیک ایلاء کے اندر طلاق واقع ہونے مین تفریق حاکم کی ضرورت نہین ہے۔

(۴۱۹) وقال الشافعی لاتبين بمضی المدة فيامره الحاكم بتسريحها

(۴۱۹) امام شافعی فرماتے ہین مدت ایلاء کے گذرنے سے خاوند سے خود بخود جدا نہوجائیگی بلکہ حاکم اوسکے چھوڑ دینے کا

وان ابی تفریقها کما فی العنین لان الله تعالی قال فی حق المولین فان عزموا الطلاق الآیة ولو کان واقعا بمضی المدة لم یتصور العزم علیه۔

خاوند کو حکم دیگا اگرچہ وہ تفریق سے انکار کرے مثل عنین کے اسواسطے کہ اللہ تبارک وتعالی ایلاء کرنیوالون کے حق مین فرماتا ہے فان عزموا الطلاق الآیہ یعنے پس اگر وہ طلاق کا ارادہ کرین۔ اور اگر صرف مدت ایلاء کی گذرنے سے طلاق واقع ہوجایا کرتی تو اوسکی قصد کرنیکی کیا معنے ہوتے۔

(۴۲۰) ولنا ما روی انه ع م قال عزم الطلاق للمولی مضی اربعة اشهر وانما اضیف الی الزوج لکونه سببا فلا یحتاج الی قضاء القاضی ومعنی الآیة ان عزموا ان یصیر الایلاء طلاقا فان الله تعالی سمیع علیم بالعزیمة ومذهبنا مروی عن عثمان وعلی والعنین لیس بظالم فناسب التخفیف والمولی ظالم بمنع حقها فی الجماع فیجازی بوقوع الطلاق۔

(۴۲۰) ہماری دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایلاء کرنیوالے کیلئے طلاق کا ارادہ کرنا یہی ہے کہ چار مہینے گذرجاوین اور زوج کی طرف اسلئے نسبت کردی ہی کہ وہ اوسکا سبب ہی پس قضاء قاضی کے حاجت نہین ہی اور فان عزموا الطلاق کے یہ معنے ہین کہ پس اگر وہ ایلاء کا طلاق ہوجانا چاہین تو خدائی تعالی اوسکے ارادہ کو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور ہمارا مذہب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی اور عنین پر قیاس نکیا جائیگا اسواسطے کہ عنین کی طرف سے کچھ ظلم نہین پایا گیا اور ایک قسم کی تخفیف اوسکی مناسب ہی اور ایلاء کرنیوالا تو ظالم ہے کہ عورت کا حق جماع اوسنے روکدیا پس اوسکی سزا یہی ہی کہ طلاق واقع ہو

(۴۲۱) فان قلت ذکر فی الجامع الصغیر لقاضی خان لیس للزوجة ان یطالب الوطء من الزوج حکما بعد وطئه ایاها مرة فکیف یکون المولی ظالما بمنع ما لیس بمستحق علیه قلت ان لم یکن مستحقا علیه حکما فالوطء مستحق علیه دیانة۔

(۴۲۱) اگر کہو جامع صغیر قاضیخان مین مذکور ہی کہ جب ایک مرتبہ خاوند نے بیوی سے صحبت کرلی پھر بیوی کو یہ استحقاق نہین ہے کہ بحکم قاضی اوس سے صحبت کا مطالبہ کرے پس ایلاء کرنیوالا ایسی چیز کے روکنے سے جو اوسکی ذمہ لازم نہین ہی کیونکر ظالم ٹھہرایا جائیگا تو اوسکا یہ جواب ہے کہ اگرچہ دوسری حق صحبت بحکم قاضی ثابت نہین ہوسکتا مگر فیما بینہ وبین اللہ دوسری صحبت کا حق ہے۔

+ + + + + +

(۴۲۲) فان قید یمینه بالمدة ای

(۴۲۲) اگر خاوند نے ایلاء کو مدت یعنے چار ماہ کے ساتھ

حلف على اربعة اشهر سقطت يمينه بمضى وقتها وان ابده اى ان لم يقيد حلفه بمدة كقوله والله لا اقربك فبانت امرأته بمضى المدة فتزوجها عاد الايلاء بتزوجها لان اليمين المطلقة لا ينحل الا بالحنث ولم يوجد فبقيت كما كانت۔

مقید کیا ہو یعنے چار مہینہ تک ترک صحبت پر قسم کہائی ہے تو چار ماہ کے گذر نیسے یہ حلف ساقط ہوجائیگا اور اگر مطلقا ترک صحبت پر قسم کہائی اور مدت کے ساتھ مقید نہین کیا اور یہ کہا کہ خدا کی قسم مین تیرے پاس نہ آؤنگا تو مدت ایلا یعنے چار مہینہ کی گذر نیسے عورت پر طلاق بائن ہوجائیگی اگر اوس سے اس مدت مین صحبت نہین کی ہیں اگر اوس سے پہر نکاح کیا ہے بہی ایلا بدستور قائم رہیگا اسواسطے کہ اوس حلف مین قید نہین ہے لہذا جبتک اوس سے صحبت کر ہوسو تب تک اوسکا حکم باطل نہوگا اور یہان صحبت

٤٢٣، قيد بقوله بتزوجها احترازا عما ذكر فى التحفة والبدائع والمحيط من انها بعد بينونتها بمضى المدة اذا مضت عليها اربعة اشهر اخرى وهى فى العدة وقعت بلا تزوج كما لو ابانها بتنجيز الطلاق ثم مضت مدة الايلاء وهى فى العدة يقع اخرى۔

٤٢٣، ایلا کی بدستور قائم رہنے مین نکاح کی قید اسواسطے لگائی ہوتا کہ اوس قول سے جو تحفہ اور بدائع اور محیط مین مذکور ہے احتراز ہوجائے کہ مدت ایلا کی گذرنے اور عورت کے بائن ہوجانے کے بعد جب چار مہینے اور گذر جائینگے اور وہ حالت عدت مین ہوگی تو بلا نکاح کی ایک طلاق اور واقع ہوجائیگی جس طرح ایلا کرنیکے بعد اگر فی الفور ایک طلاق بائن دیدی اور پہر اوس طلاق کی حالت عدت مین مدت ایلا بہی گذر گئی تو دوسری طلاق واقع ہوجاتی ہے—

اور باقی الیمین کی انتہا بغیر حنث متصور نہیں باقی رہیگا—

٤٢٤، والاصح ما ذكر فى المتن لان وقوع الطلاق جزاء الظلم وليس للمبانة حق فى الجماع فلا يكون ظالما بخلاف ما لو ابانها بتنجيز الطلاق لان الايلاء بمنزلة التعليق بمضى المدة والمعلق لا يبطل بتنجيز ما دون الثلث۔

٤٢٤، اصح قول وہی ہے جو متن مین مذکور ہے اسواسطے کہ وقوع طلاق حقیقت مین ظلم کرنیکی سزا ہے اور جب وہ بائن ہوگئی اور کچہ تعلق نرہا تو صحبت مین اوسکا کچہ حق ہی نرہا لہذا اب وہ ظالم نہ ٹہیرایا جائیگا بخلاف صورت مقیس علیہا کے کہ طلاق دیکر اوسکو بائن کردے اسواسطے کہ ایلا ایسا ہے کہ جیسے چار مہینے کے گذرنے سے طلاق کو معلق کرنا اور طلاق معلق ایک یا دو طلاقین سے فی الفور دینے سے باطل نہین ہوا کرتی۔

٤٢٥، فان قربها فعليه الكفارة والا اى ان لم يقربها بانت باخرى

٤٢٥، دوسرا نکاح کرنیکی بعد صورت مذکورہ مین اگر چار ماہ کی مدت کے اندر اوس سے صحبت کرلی تب تو کفارہ لازم ہوجائیگا

لانه بالتزوج ثبت حقها فى الجماع فيتحقق الظلم فعوقب بوقوع الطلاق بمضى المدة المعهودة۔

ورنہ ایک طلاق بائن اوسکی دیر اور پڑ جائیگی اسواسطے کہ نکاح کرنیسے عورت کو حق صحبت ثابت ہو گیا اور خاوند کیطرف سے ظلم پایا گیا لہذا اوسکی سزا میں مدت مقررہ کی گذرنیکے بعد طلاق واقع ہوگی۔

(۴۲۶) اعلم ان مدة هذا الايلاء معتبرة من وقت التزوج ان كان تزوجها بعد العدة ومعتبرة من الطلاق الاول ان تزوجها فى العدة كذا فى الغاية۔

(۴۲۶) جاننا چاہئے کہ اس ایلاء کے مدت وقت نکاح سے معتبر ہے اگر انقضاے عدت کے بعد نکاح کیا ہے اور اگر حالت عدت ہی مین نکاح کر لیا ہے تو طلاق اول سے معتبر ہے۔ کذا فی الغایہ۔

(۴۲۷) وان تزوجها مرة ثالثة عاد الايلاء ثالثا فان قربها يكفر وان لم يقربها تبين بمضى المدة لما قلنا۔

(۴۲۷) اگر تیسری مرتبہ پھر اوس سے نکاح کیا تو تیسری مرتبہ پھر ایلاء بدستور قایم ہو جائیگا اور چار ماہ کی مدت مین اگر اوس سے صحبت کی تب تو کفارہ لازم آئیگا ورنہ انقضاے مدت ایلاء کے بعد وہ تیسری طلاق واقع ہو جائیگی وہی وجہ جو ہم نے بیان کی ہے۔

(۴۲۸) فان عادت الى زوجها الاول بعد زوج اخر فوطئها كفر لبقاء اليمين فيه تفصيل ان كان الحلف بغير طلاقها يبقى وان كان بطلاقها بان قال ان قربتك فانت طالق ثلثا لا يبقى لان التنجيز يبطل التعليق كذا قاله صدر الشريعة۔

(۴۲۸) اگر ایلاء کے بعد عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور پھر اوس سے علحدہ ہو گئی اور پہلی خاوند سے پھر نکاح کیا اور اوس نے صحبت کی تو کفارہ دینا آویگا اسواسطے کہ قسم ہنوز بدستور باقی ہے مگر اسکے اندر تفصیل ہی اسواسطے کہ اگر حلف کرنے اندر طلاق کا ذکر نہین کیا ہی تب تو حلف باقی رہیگا اور اگر طلاق کے ساتھ حلف کیا ہو اور کہا ہو کہ میں تیرے پاس آؤن تو تجھپر تین طلاقین ہیں تو یہ حلف باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ فی الفور طلاق کے واقع ہونیسے تعلیق طلاق باطل ہو جائیگی۔

(۴۲۹) وابطلنا ايلاءه يعنى اذا تزوجها بعد زوج اخر لم يقع بذلك الايلاء طلاق۔

(۴۲۹) ہمارے نزدیک دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کے بعد اگر پھر پہلے سے نکاح کیا تو ایلاء کا حکم باقی نہ رہیگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی۔

(۴۳۰) وقال زفر يعود الايلاء لان اليمين باقية فيصير ظالما بمنع حقها فيثبت حكمه۔

(۴۳۰) امام زفرؒ فرماتے ہین ایلاء کا حکم بدستور قائم ہو جائیگا اسواسطے کہ قسم باقی ہی اور اسکے حق کے منع کرنیکی وجہ سے خاوند ظالم ہوگا اور اوسکا حکم یعنے طلاق ثابت ہوگا۔

(۴۳۱) ولنا ان تقدیر ھذا الایلاء کلما مضت اربعة اشھر ولم اقربك فیھا فانت بائن فلم یبق الیمین فی حق الطلاق لان صحة التعلیق باعتبار الطلقات المملوکة لہ وھی قد استوفیت وبقیت الیمین فی حق الکفارة لانھا غیر موقوفة علی الملك حتی لو قال لاجنبیة واللہ لا اقربك فتزوجھا لا یکون ایلاء ولو قربھا تجب الکفارة۔

(۴۳۱) ہمارے نزدیک اس ایلاء کی اصل معنی یہ ہوتے ہین کہ اگر چار ماہ گذر جائین اور مین تیرے پاس نہ آؤن تو مجھے تجھسے کچھ علاقہ نہین پس اب حق طلاق مین وہ قسم باقی نہ رہیگی سواسطے کہ تعلیق وہین طلاقون کے اعتبار سے صحیح ہوسکتی ہے جسقدر کہ زوج کی ملکیت مین ہین اور وہ طلاقین پوری ہوچکین پس صرف کفارہ کی حق مین قسم کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ کفارہ ملک کے اوپر موقوف نہین ہے حتے کہ اگر اجنبیہ عورت سے کہا خدا کی قسم مین تیرے پاس نہ آؤنگا اور پھر اوس سے نکاح کر لیا تو ایلاء کا حکم نہ ثابت ہوجائیگا مگر جب اوس سے صحبت کریگا تو کفارہ واجب ہوگا۔

(۴۳۲) وایلاء الذمی باللہ کان قال لامرأتہ واللہ لا اقربك اربعة اشھر منعقد عند ابی حنیفة فی حق الطلاق دون الکفارة حتی لو ترکھا اربعة اشھر بانت بالایلاء ولو قربھا لم یلزمہ الکفارة وقالا لا یکون ایلاء۔

(۴۳۲) اگر ذمی خدا کے نام سے حلف کرے مثلاً اپنی بیوی سے کہے خدا کی قسم چار ماہ تک مین تیرے پاس آؤنگا تو امام صاحب رح کے نزدیک حق طلاق مین اسکو ایلاء کا حکم ہوگا اور کفارہ کے اندر ایلاء کا حکم نہوگا لہذا اگر چار ماہ تک اوس سے صحبت نہ کی تو طلاق واقع ہوجائیگی اور اگر صحبت کرلے تو کفارہ واجب نہوگا اور صاحبین رح کی نزدیک یہ ایلاء نہوگا۔

(۴۳۳) قید بقولہ باللہ لانہ لو آلی بالطلاق کان قال ان قربتك فضرتك طالق او العتاق یصح اتفاقا وان آلی بصوم او صدقة لا یکون ایلاء اتفاقا لانہ لیس من اھل القرب۔

(۴۳۳) خدا تعالی کے نام کے قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر طلاق یا عتاق کے ساتھ اوس نے حلف کیا اور مثلاً اپنی بیوی سے کہا اگر مین تیرے پاس آؤن تو تیرے سوکن پر طلاق ہے تو بالاتفاق صحیح ہے اور اگر روزہ یا صدقہ کے ساتھ اوس نے حلف کیا تو بالاتفاق ایلاء نہوگا اسواسطے کہ خدا کی نزدیک اوسکا روزہ اور صدقہ غیر مقبول ہے۔

(۴۳۴) لھما ان المولی من لا یمکن قربان امرأتہ الا بشیء یلزمہ

(۴۳۴) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ مولی تو وہ ہوتا ہے کہ اپنی بیوی سے صحبت نہین کرسکتا جب تک اوسکی اوپر کچھ لازم

والذمی یمکن قربانها من غیر لزوم کفارة فلا یکون مولیا۔

نہ آجاسئے اور ذمی اوس سے صحبت کرسکتا ہی اور کچھ کفارہ لازم نہین ہوتا لہذا وہ مُولی نہوگا۔

(۴۳۵) وله ان المعتبر فی الایلاء لزوم الحنث علی تقدیر قربانها لا لزوم الکفارة والذمی اهل للیمین ولهذا استحلف فی الدعاوی واذا صح یمینه یلزمه الحنث الا ان الکفارة لا یلزمه لانها اما نعمة او ساترة لذنب الحنث والذمی لیس باهل لذلك ما دام علی کفره۔

(۴۳۵) امام صاحب رہ کی دلیل یہ ہی کہ ایلاء کے اندر یہ بات معتبر ہے کہ صحبت کرنیسے قسم کا ٹوٹنا لازم آجائے اور کفارہ کے لازم ہونیکا اعتبار نہین ہے اور ذمی قسم کہانیکی قابلیت رکھتا ہی ولہذا دعاوی کے اندر اوس سے حلف لیا جاتا ہی اور جب اوسکی قسم صحیح ہوگئی تو صحبت کرنیسے قسم کا ٹوٹنا لازم ہوگیا مگر کفارہ اوسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ کفارہ یا تو قسم توڑنیکی گناہ کے دور کرنیکے لئے ہے یا گناہ کو ڈھکنے کے لئے اور ذمی جبتک کفر کے اندر رہے اسکے قابل نہین ہے۔

(۴۳۶) ولو حلف بطلاق او عتاق او حج او صدقة او صوم کان قال ان قربتك فزوجتی فلانة طالق او عبدی فلان حر او علی حج او صدقة او صوم کان مولیا لان هذه الاجزیة مانعة من الوطی فصار فی معنی الیمین بالله ذکر الصوم مطلقا لانه لو قید بان قال علیّ صوم هذا الشهر لم یکن مولیا لان الیمین یسقط بمضی الشهر و یمکنه القربان من غیر لزوم شیء۔

(۴۳۶) اگر ایک شخص نے حلف کیا کہ اگر مین تجہسے صحبت کرون تو میری فلان بیوی پر طلاق ہی یا میرا فلان غلام آزاد ہے یا حج یا صدقہ یا روزہ پر حلف کیا تو وہ ایلا کرنیوالا ہوگا اسواسطے کہ یہ سب باتین صحبت سے مانع ہونگی اور ایسا ہی ہوگا کہ جیسے خدا کے ساتھ قسم کہائی مطلق روزہ کو اسواسطے ذکر کیا ہی کہ اگر یہ کہا کہ اگر مین تجہسے صحبت کرون تو میرے اوپر اس مہینہ کے روزے لازم ہون تو وہ ایلاء کرنیوالا نہوگا اسواسطے کہ مہینہ کے گذرنے سے قسم ساقط ہوجائیگی اور اور اوس مہینہ کے گذرنے کے بعد صحبت کرنیسے کچھ اوسکے ذمہ نہ لازم آئیگا۔

\+ + + + +

\+ + + + +

(۴۳۷) او بصلوة ای لو قال ان قربتك فعلیّ صلوة لم یجعله ای

(۴۳۷) اگر کہا مین تیرے پاس آؤن تو میرے اوپر اسقدر نماز لازم ہوجائے تو امام ابو یوسف رہ کی نزدیک

ابو يوسف موليا لانها مما لا يحلف بها عادة فصار كما لو قال فعلىّ صلوة الجنازة۔

یہ ایلاء نہین ہے اسواسطے کہ ایسی قسم کوئی نہین کہاکرتا ہے اور یہ ایساہی ہے جیسے کوئی کہے تیرے پاس آؤن تو مجھے جنازے کی نماز پڑہنی پڑے ۔

(۴۳۸) وخالفه اى قال محمد يصير موليا لان الصلوة مما يلتزم بالنذر كالصوم والصدقة۔

(۴۳۸) امام محمد رح فرماتے ہین یہ ایلاء ہو جائیگا کیونکہ جس طرح روزہ اور صدقہ نذر کرنیسے لازم ہوجاتا ہے اسیطرح نماز بہی لازم ہوجایاکرتی ہے۔

(۴۳۹) او ان قربتك فكل عبد سأملكه حر او والله لا اقربك حتى اعتق هذا اى هذا العبد او اطلق هذه اى هذه المرأة لم يجعله اى ابو يوسف موليا وقالا يكون موليا فى المسئلتين۔

(۴۳۹) اگر کہا مین تیرے پاس آؤن تو ہر وہ غلام جس کا مین اب مالک ہونگا آزاد ہی یا خدا کی قسم مین تیرے پاس نہ آؤنگا جبتک اس غلام کو آزاد نہ کردون یا اس عورت کو طلاق نہ دیدون تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ ایلاء نہین ہے امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے نزدیک دونون صورتون مین ایلاء ہے۔

(۴۴۰) قيد بقوله سأملكه لانه لو قال ما اشتريه لا يصير موليا اتفاقا من الحقائق۔

(۴۴۰) غلام کے مالک ہونیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر یون کہا کہ جس غلام کو مین اب خریدون وہ آزاد ہے تو بالاتفاق ایلاء نہوگا۔ من الحقائق۔

(۴۴۱) له ان قربانها ممكن فى المسئلة الاولى بان لا يملك عبدا وفى الثانية بان يعتق عبده او يطلق امرأته فيقربها من غير حنث يلزمه فصار كما اذا قال لا اقربك حتى يموت فلان

(۴۴۱) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکو دونون صورتون مین صحبت کرنیکی گنجایش ہے پہلی صورت مین تو اسواسطے کہ کسی غلام کا وہ مالک ہی نہووے اور دوسرے مین اسواسطے کہ غلام کو آزاد کردے یا اوس دوسرے بیوی کو طلاق دیدے اور اس سے صحبت کرلے اور قسم کا ٹوٹنا نہین لازم آتا اور ایسا ہوا جیسے کہی مین تیری پاس آؤنگا جبتک فلان شخص مرجائے

(۴۴۲) ولهما فى المسئلة الاولى ان المولى يحتمل ان يملك عبدا بلا اختيار بان مات مورثه فترك عبدا فيلزم من قربانها عتقه فيكون

(۴۴۲) اور دونون کی دلیل صورت اولی مین ایلاء ہونیکی یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ شاوند بلا اختیار کسی غلام کا مالک ہو مثلا اوسکا مورث مرجائے اور غلام چہوڑ جائے اور اسکے ساتھ صحبت کرنیسے اوس غلام کا آزاد ہونا لازم ہوگا اسلئے

مولیا و فی الثانیۃ ان قربہا قبل الغایۃ لزمہ الکفارۃ و ان اعتق عبدہ لاجل قربانہا اذ الم یمکنہ بدونہ صار کانہ لزم بقربانہا ضرر وھو الغایۃ وھو مضاف الی الیمین فیکون مولیا بخلاف قولہ حتی یموت فلان لانہ علی تقدیر وجود الغایۃ لا یلزمہ ضرر۔

صحبت نہ کرسکیگا اور ایلاء ہوجائیگا اور دوسرے صورتمین یہ وجہ ہو کہ اگر قبل آزاد کرنے یا طلاق دینے کے اس سے صحبت کی تب تو کفارہ لازم ہی ہوگا اور اگر صحبت کرنیکی غرض سے غلام کو مثلا آزاد کردیا کراوس کے آزاد کئے بغیر صحبت نہ کرسکتا تھا تو ایسا ہی ہوا کہ گویا اوس سے صحبت کرنے مین اوسکو نقصان لازم ہوگیا اور نقصان ہی اوسکی غایت ہے اور قسم کی طرف وہ منسوب ہے لہذا ایلاء ہوگا بخلاف اوس صورت کی کہ کہی جبتک فلان شخص مرے مین تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ اوس کے مرنے سے اسکا نقصان کیا ہے۔

۴۴۳ و لو مات ذلک العبد سقط الایلاء اتفاقا و لو باعہ ثم اشتراہ عاد الایلاء من وقت الشراء ان لم یکن جامعہا بعد البیع قبل الشراء۔

۴۴۳ جس غلام کی آزاد کرنیکو شرط کیا تھا اگر وہ مر گیا تو بالاتفاق ایلاء جاتا رہیگا اور اگر اوسکو فروخت کردیا اور پھر اُسکو خرید لیا تو خریدنے کے وقت سے ایلاء کا حکم قائم ہوگا اگر خریدنے سے پہلے اور فروخت کرنیکے بعد کو اوس سے صحبت نہین کی ہے۔

۴۴۴ او حتی اصوم ای لو قال لا اقربک حتی اصوم شعبان وھو ای والحال ان حلفہ کان فی رجب فھو غیر مول عند ابی حنیفۃ لان الغایۃ صوم کل شعبان فاذا ترک صوم کلہ او یوم منہ فات الغایۃ وفواتہا قبل مضی المدۃ یرفع الیمین فلا یکون ایلاء لامکان قربانہا فی المدۃ بلا لزوم شئ و لو قربہا قبل الغایۃ یحنث بخلافہ ای قال ابو یوسف یکون مولیا

۴۴۴ اگر رجب کے مہینہ میں ایک شخص نے کہا مین تیرے پاس نہ آؤنگا جبتک شعبان کے روزے نہ رکھلون تو امام صاحب رح کی نزدیک ایلا نہین ہے اسواسطے کہ اوسکی غایت پورے شعبان کے روزے رکھنے ہین پس اگر سب روزے ترک کردئیے یا اونمین سے ایک ہی ترک کردیا تو غایت جاتی رہی اور قبل انقضائے مدت کی اوسکا جاتا رہنا قسم کو رفع کردیتا ہی پس وہ ایلا نہوگا اسواسطے کہ چار ماہ کی مدت کے اندر بلا لزوم کسی چیز کے اوس سے صحبت کرنا ممکن ہی اور اگر غایت مذکورہ سے پہلے صحبت کی تو کفارہ لازم ہوگا امام ابو یوسف رح فرماتے ہین اگر اوسنے شعبان کے روزے نہ رکھے تو ایلاء کا حکم ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ شعبان سے قبل تو یہ احتمال تھا

ان فاته صوم اى صوم شعبان لانه قبل فوته كان يحتمل ان يصومه ويوجد الغاية ويكون بارًا فى يمينه فاذا فات الغاية صار يمينه مؤبدة لان من اصله ان اليمين ينعقد وان لم يتصور المحلوف عليه كما ذهب اليه اذا حلف على ان يشرب ماء الكوز موقتا فصب ماؤه۔

کہ روزے رکھلے اور اپنی قسم کو پورا کردے اور غایت متحقق ہوجائے اور جب روزے نہ رکھے اور شعبان ہوچکا تو اوسکی قسم ہمیشہ کے لئے ہوگی اسواسطے کہ امام ابویوسف کی اصول کے موافق اگرچہ ناممکن چیز ہو جب بہی قسم کا انعقاد ہوجاتا ہی جس طرح کوئی شخص پیالہ کا پانی پینے پر ایک وقت معین تک حلف کرے اور پہر اوسکا پانی گرجائے تو امام ابویوسف رح کا اوس مین بہی یہی مذہب ہے۔

(۴۴۵) وجعله اى محمد ذلك الحالف موليا فى الحال واسقط بصومه اى محمد الايلاء بصوم شعبان او صوم بدله اى بان يصوم شهرا اخر بدلا عنه قبل انقضاء المدة اى مدة الايلاء وان فات عنه صومه او صوم بدله بقى موليا لان صوم شعبان له بدل وهو القضاء والبدل يقوم مقامه فلم يمكنه قربانها الا باتيانه الى صوم شهر فكان موليا بمنزلة ما ذكر كان شعبان شهرا مطلقا۔

(۴۴۵) امام محمد رح کے نزدیک اوسی وقت ایلاء ہوجائیگا اور چار مہینہ کے اندر اندر اگر شعبان یا اوسکی عوض کسی اور مہینہ کے روزے رکھلیئے تو ایلاء ساقط ہوجائیگا اور اگر شعبان کے یا اوسکے بدلے دوسرے مہینہ کے روزے نہین رکھے تو ایلاء بدستور قائم رہیگا اسواسطے کہ شعبان کے روزون کا بدل ہوسکتا ہی یعنے دوسرے مہینہ مین اوسکی قضاء کرلیگا اور بدل اوسکے قائمقام ہوجائیگا پس جبتک ایک مہینہ کے روزے نہ رکیگا اوس سے صحبت نکرسکیگا لہذا وہ شخص مُولی ہوگا جس طرح بلاتخصیص ایک ماہ کے روزے کی شرط کرنیسے مُولی ہوتا ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۴۴۶) او ستة اى لو قال والله لا اقربك ستة الا يوما جعلناه موليا ان وجد المدة اى اربعة اشهر بعد قربانها لانه استوفى اليوم

(۴۴۶) اگر ایک شخص نے کہا خدا کی قسم بجز ایک روز کی سال بہر تک مین تیرے پاس نہ آؤنگا تو ہمارے نزدیک یہ اوسوقت مین ایلاء ہوگا کہ اوس سال کے اندر صحبت کرنیکے بعد اوس سال کے چار مہینے اور باقی ہون اسواسطے کہ جب

الذی استثناہ و بقی یمینہ فی بقیۃ
السنۃ مطلقۃ و ان بقی اقل منہا
لم یکن مولیا فصار کما لو قال لا
اقربک سنۃ الا مرۃ لا فی الحال
ای قال زفر یکون مولیا فی الحال
لان الاستثناء مصروف الی الیوم
الاخر من السنۃ کما لو قال اجرتک
ھذہ الدار سنۃ الا یوما و قال
فی الایلاء سنۃ الا نقصان یوم

۴۴۷، ولنا ان المستثنی یوم منکر
ولا وجہ الی تعینہ فیمکنہ قربانہا
فی ای یوم یرید بلا لزوم شئ فلا
یکون مولیا و انما صرف فی الاجارۃ
الی اخر السنۃ تصحیحا للعقد فلا حاجۃ
الیہ فی الیمین لانہا منعقدۃ مع
الجہالۃ و فی قولہ الا نقصان یوم
یصرف النقصان الی اخر المدۃ
عملا بالعرف۔

۴۴۸، او ان قربتک فانت علی
حرام ای والحال انہ ینوی الیمین
فہو ایلاء فی الحال عند ابی حنیفۃ
وقالا اذا قربہا مرۃ یصیر مولیا
لانہ علق الیمین بقربانہا و لا یصیر
مولیا قبلہ کما لو قال ان قربتک
فواللہ لا اقربک۔

ایک روز کا اوسنے استثنا کیا تھا اوس مین تو وہ صحبت کر ہی
چکا اور باقی سال مین اوسکی قسم بلا کسی قید کے باقی رہی اور
اگر چار ماہ سے کم باقی رہگئی تھی اوسوقتمین اوس سے صحبت
کی تو ایلا نہوگا اور ایسا ہوگا جس طرح یہ کہی کہ بجز ایک مرتبہ
کے سال بہر تک مین تیرے پاس نہ آؤنگا ۔ امام زفرؒ
فرماتے ہین اسبات کی کہتے ہی ایلا ہو جائیگا اسواسطے کہ ایک
روز کی استثنا کر نیسے اخیر کا روز مراد ہوگا جیسے کوئی کہی
مین نے اپنا یہ مکان تجھکو سال بہر کے واسطے کرایہ پر دیا بجز ایک
روز کے یا ایلا کی اندہی کہا کہ سال بہر تک تیرے پاس نہ جاؤنگا بجز ایک

۴۴۷، ہماری یہ دلیل ہی کہ اوسنے بلا تعیین ایک دن کا استثنا
کیا ہی پس وہ دن معین کیونکر ہو سکتا ہی لہذا جس ایک دن وہ
چاہیگا اوس سے صحبت کر سکیگا اور اوسپر کچھہ نہ لازم ہوگا
پس یہ ایلا نہو ا اور اجارہ کے اندر اوس ایک دن سے اخیر کا
دن عقد اجارہ کی صحیح کرنیکی غرض سے مراد لیلیا کرتے ہین اور
قسم کے اندر اس تعیین کی ضرورت نہین ہی کیونکہ قسم
بلا تعیین بہی درست ہو جاتی ہی اور اگر ایک دن کم سال بہر
کہا ہی تو وہان اخیر دن عرف کے اعتبار سے مراد ہوتا ہی۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۴۴۸، اگر کہا مین تیرے پاس آؤن تو میرے اوپر تو حرام ہی
اور اوسکی غرض اسکے کہنے سے قسم ہے تو امام صاحبؒ کے نزدیک
فی الحال یہ ایلا ہو جائیگا اور صاحبین رحمہ فرماتے ہین جب
اوس سے ایک مرتبہ صحبت کریگا اسوقت یہ ایلا ہوگا
اسواسطے کہ اوس نے صحبت کرنے کے ساتھ قسم کو معلق کیا
ہی پس اوس سے پہلے ایلا نہین ہو سکتا جیسے کوئی کہے اگر مین تجھسے
صحبت کرون تو خدا کی قسم تجھسے کبہی صحبت نکرون۔

(۴۴۹) وله ان قربانها لا يمكنه الا بالتزام اليمين لان تحريم الحلال يمين فصار كانه قال ان قربتك فعلي يمين فيكون موليا في الحال لان نفس اليمين لا يكون عليه بل موجبها وليس هذا الكلام كما استشهد به ان مراده فيه منع نفسه عن القربان الثاني وفي مسئلتنا مراده منع نفسه عن القربان الاول۔

(۴۴۹) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت مین جبتک اپنی ذمہ پر اوس قسم کو وہ لازم نکرلے اوس سے صحبت نہین کرسکتا ہے کیونکہ حلال کا حرام کرنا ایک طرح کے قسم ہے اور ایسا ہی جیسے کوئی کہے مین تجھسے صحبت کرون تو میرے اوپر قسم لازم ہوجائے تو وہ شخص فی الحال مُولی ہوجائیگا اسواسطے کہ خود قسم تو اوسکے اوپر کیا واجب ہوگی اوسکا موجَب واجب ہوا کرتا ہے اور یہ کلام ایسا نہین ہے کہ جس کلام سے اونہون نے شہادت کی ہے اسواسطے کہ اوس کلام مین دوسرے مرتبہ صحبت کرنیسے اپنی تئین روکنا منظور ہوتا ہے اور صورت متنازعہ فیہا کے اندر اول ہی مرتبہ صحبت کرنیسے اپنی آپ کو روکنا مقصود ہوتا ہے۔

(۴۵۰) قيد بقوله ينوي اليمين لانه لو نوى الطلاق يكون موليا في الحال اتفاقا لانه لا يملك قربانها في المدة الا بطلاق يلزمه من الحقائق

(۴۵۰) یہ قید کہ قسم کی نیت کرے اسواسطے لگائی ہے کہ اگر اوس نے طلاق کی نیت کی تو بالاتفاق فی الحال ایلاء ہوجائیگا اسواسطے کہ بدون لزوم طلاق کے اوس سے مدت ایلاء مین صحبت نہین کرسکتا ہے من الحقائق۔

(۴۵۱) ولو كرر اليمين في مجلس واحد ثلثا كما اذا قال والله لا اقربك والله لا اقربك والله لا اقربك بغير نية اي بان لم ينو بهذا التكرار شيئا او التشديد بالجر عطف على غير بحذف المضاف تقديره او بنية التشديد اي الابتداء دون التكرار اي التاكيد حكم محمد بتعدد الايلاء حتى اذا مضت اربعة اشهر ولم يقربها تبين بتطليقة[ص] اخرى كاليمين اي

(۴۵۱) اگر ایک ہی جلسہ مین تین مرتبہ اوس نے قسم کو مکرر کیا اور کہا خدا کی قسم مین تجھسے صحبت نہ کرونگا خدا کی قسم مین تجھسے صحبت نہ کرونگا خدا کی قسم مین تجھسے صحبت نہ کرونگا اور اس مکرر کرنیسے کچھ نیت نہین کی یا سختی کے نیت کی مگر تاکید کی نیت نہین کی تو امام محمد رح کے نزدیک یہ تین ایلاء ہوجائینگے لہذا اگر چار مہینے گذر گئے اور اوس سے صحبت نہ کی تو ایک طلاق بائن اوسکے اوپر واقع ہوجائیگی اور پھر ایک گھڑی گذرنیکے بعد ایک اور طلاق بائن ہوگی جس طرح اس صورت مین قسم تو بالاتفاق ہی متعدد ہوتے ہے

ص فاذا مضت ساعة اخرى تبين بتطليقة

كما حكم على تعدد اليمين اتفاقا الا ان الزمان لما كان واحدا صار تعدده حكما فطلقت ببعض ساعة۔

مگر چونکہ زمانہ ایک ہی تھا اسلئے اوسکا تعدد حکماً ہوگا اور ایک ساعت کے بعد دوسری طلاق ہوگی۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۴۵۲) وقالا الايلاء واحد استحسانا حتى لو لم يقربها في المدة لا تطلق الا واحدة ولو قربها يلزمه ثلث كفارات۔

(۴۵۲) امام صاحب رہ اور امام ابویوسف رہ فرماتے ہین کہ استحساناً اسکو ایک ہی ایلا سمجھا جائیگا بنا برعلیہ اگر چار ماہ کے اندر اوس سے صحبت نہ کی تو صرف ایک طلاق بائن واقع ہوجائیگی اور جو اوس نے اس مدت مین صحبت کرلی تو کفارے تین ہی لازم ہونگے

(۴۵۳) قيد المجلس بالواحد لانه لو كان في ثلثة مجالس يكون ثلثة ايلاء اتفاقا وقيد بقوله دون التكرار لانه لو نواه فاليمين واحدة والايلاء واحد اتفاقا وكذا في المصفى والحقائق والكافي۔

(۴۵۳) جلسہ واحدہ کی قید اسواسطے لگائی ہو کہ اگر تین جلسون مین یہ کہا تو بالاتفاق تین ایلا ہوجائینگی اور یہ قید کہ تکرار کی نیت نہ کی ہو اسواسطے لگائی ہو کہ اگر تکرار کی نیت کی تو بالاتفاق کفارہ بھی ایک ہوگا اور ایلا بھی ایک ہوگا۔ کذا فی المصفے والحقائق والکافی۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۴۵۴) عرفت من هذا ان ما قاله المص في شرحه من انه ان نوى التكرار يكون الايلاء واليمين اتفاقا ليس كما ينبغي۔

(۴۵۴) اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جو اپنی شرح مین بیان کیا ہو کہ اگر تکرار کی نیت کی تو بالاتفاق اس سے کفارہ بھی آئیگا اور ایلا بھی ثابت ہوگا نامناسب ہے۔

(۴۵۵) ولهما ان المولى على تقدير البر في هذه الايمان المتكررة يكون ظالما لما منع حقها في الجماع والمنع وجد منه مرة في زمان واحد لان المجلس الواحد متحد الازمنة شرعا فيكون جزاؤه وهو الطلاق واحدا وعلى تقدير الحنث يكون

(۴۵۵) امام صاحب رہ اور امام ابویوسف رہ صاحب کی دلیل یہ ہو کہ اگر اوس نے اپنی ان قسمون کو پورا کیا تو وہ عورت کی حق مین بسبب اوسکی حق روکنی کے ظالم ہوگا اور یہ حق کا روکنا ایک ہی زمانہ مین ایک ہی مرتبہ اوس سے پایا گیا ہے کیونکہ جلسہ واحدہ کو شرعاً متحدۃ الازمنہ سمجھا جاتا ہو پس اوسکی جزا یعنی طلاق بھی ایک ہی ہوگی اور اگر قسم کو توڑ دیا تو ہر مرتبہ صحبت کرنے مین خدای تعالی کے نام پاک کی حرمت کا ہتک ہوگا لہذا تین کفارے لازم ہونگے بخلاف تعدد مجالس کے کہ وہان بسبب

هاتكا لحرمة اسم الله في كل مرة فيلزمه كفارات بخلاف تعدد المجالس لان الظلم يتعدد باختلاف الازمنه حقيقة وحكما ونجعل المدة اى مدة الايلاء للامة شهرين وقال الشافعي اربعة اشهر لان هذه المدة ضربت لاظهار الظلم بمنع الحق في الجماع والحرة والامة في ذلك سواء۔

اختلاف ازمنہ کے ظلم کا بھی تعدد پایا جاتا ہے ہمارے نزدیک ایلا کی مدت باندی کے لیے دو مہینے ہین مگر امام شافعی رح کے نزدیک باندی کے لیے بھی چار ہی مہینے ہین اسواسطے کہ یہ چار مہینے اسواسطے مقرر کیے گئے ہین کہ اوسکا ظلم یعنے حق جماع کو روکنا معلوم ہوجائے اور اسباب مین حرہ اور باندی دونون برابر ہین۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

(۴۵۶) ولنا ان هذه المدة ضربت اجلا للبينونة فتتناهت مدة العدة والرق موثر في تنصيف مدة العدة فكذا في مدة الايلاء والجامع فوات الحل بهما۔

(۴۵۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ چار مہینے فی الحقیقت بینونت کے لیے مقرر کیے گئے ہین پس اوسکا حال مدت عدت کا سا ہی اور رقیت یعنی باندی ہونیکے سبب سے عدت کی مدت تو آدھی رہجاتی ہے لہذا ایلا کی مدت بھی آدھی رہجائیگی اور رابطہ لاشتراک دونون یہ ہی کہ طلاق سے بھی حلیت جاتی ہے اور ایلا سے بھی۔

(۴۵۷) ويصح الايلاء على المطلقة الرجعية لان الزوجية باقية بينهما۔

(۴۵۷) مطلقہ رجعیہ سے ایلا کرسکتا ہی اسلیے کہ زوجیت کا علاقہ اونمین ہنوز باقی ہی۔

(۴۵۸) ويسقط الايلاء لو انقضت عدتها قبل مضى مدته۔

(۴۵۸) اگر مدت ایلا کی گذرنیسے پہلے عدت طلاق تمام ہوگئی تو ایلا ساقط ہوجائیگا

(۴۵۹) لا المبانة اى لا يصح الايلاء عليها لانه بمنزلة تعليق الطلاق بمضى المدة فلابد فيه من الملك او من الاضافة اليه كما لو قال ان تزوجتك فوالله لا اقربك والمبانة منقطعة الملك ولو آلى منها ثم تزوجها لا يكون موليا لان الكلام وقع باطلا

(۴۵۹) مطلقہ بائنہ سے ایلا صحیح نہین ہی اسلیے کہ ایلا ایسا ہوتا ہی جیسا کہ چار مہینہ کے گذرنیکے ساتھ طلاق کو معلق کیا پس ملک کا ہونا اوسکے اندر ضروری بات ہی یا ملک نہو تو ملک کی طرف نسبت ہی ہو جیسے اگر تجھسے مین نے نکاح کیا تو خدا کی قسم تجھسے صحبت نکرونگا اور جسکو طلاق بائن دیگئی ہی اوس سے علاقہ ملکیت کا انقطاع ہوگیا اور اگر اوس سے ایلا کیا اور بعد ازان اوس سے نکاح کرلیا تو ایلا کا حکم نہ

لکنه لو وطئها کفر لان الیمین لم یقتض الملك۔

ثابت ہوگا اسواسطے کہ وہ کلام باطل طور پر پایا گیا ہی مگر جو اوس سے صحبت کی تو کفارہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ قسم ملکیت کو نہیں چاہتی۔

(۷۵۰) واذا کان احدهما ای الزوج او الزوجة مریضا او هو مجبوبا او هی صغیرة او رتقاء او بینهما مسافة اربعة اشهر یعنی اذا عجز من الی من امرأته عن جماعها باحد هذه الاسباب فقال فی المدة ای فی مدة الایلاء فئت الیها ای رجعت الی امرأتی واستمر العذر ای والحال ان عجزه کان ثابتا فی وقت الایلاء الی ان یمضی مدته نسقطه ای یصح فیئه ویسقط الایلاء عندنا خلافا للشافعی۔

(۷۵۰) جسوقت مین خاوند بیوی مین سے کوئی بیمار ہو یا خاوند مجبوب ہو یا بیوی صغیر سن ہو یا اوسکو رتق کی بیماری ہو یا اون دونون مین چار مہینہ کی مسافت ہو اور ان اسباب کی وجہ سے مدت ایلار کی اندر خاوند اوس سے صحبت نہ کر سکے مگر اوس مدت مین خاوند کہدے کہ مین نے اوسکی طرف رجوع کرلیا اور یہ بہی شرط ہے کہ وہ عذر جسکے سبب سے ایلا ہو کیا ہے اور جبتک اوسکی مدت گذر رہی ہے برابر موجود رہا ہو تو ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی رح کے ایلار ساقط ہو جائیگا اور اوسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(۷۵۱) قید بقوله فی المدة وبقوله واستمر العذر لان العجز لو زال فی المدة او وجد الفیئ بعدها لم یصح اتفاقا۔

(۷۵۱) مدت ایلار کے اندر یہ بات کہنے اور اس عذر کے برابر پائے جانیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر مدت کے اندر یہ عذر جاتا رہا یا بعد انقضار مدت کے اوس نے یہ بات کہی تو بالاتفاق صحیح نہین ہی۔

(۷۵۲) له ان الطلاق فی الایلاء لدفع الظلم عنها بمنعه حقها وهو الوطئ فلا یکون الفیئ باللسان ایفاء لحقها ولهذا لا یحنث به ولنا انه لو کان قادرا علی الجماع وقت الایلاء لثبت حقها فیه ولکان فیئه بایفاء حقها ولکنه عاجز عنه ولا حق لها

(۷۵۲) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہی کہ ایلار کا اندر دفع ظلم کی وجہ سے یعنی حق جماع تلف کرنیکے سبب سے طلاق واقع ہوتی ہی پس صرف زبان سے کہدینے سے اوسکا حق ادا نہوگا جبتک کہ جماع نہ کرے اسیواسطے زبانی کہدینے سے اوسکی قسم نہین ٹوٹتی۔ اور ہماری یہ دلیل ہی کہ اگر ایلار کے وقت وہ جماع پر قادر ہوتا تو عورت کا حق جماع مین ثابت ہوتا اور پہر ایلار سے رجوع کرنا بہی ایفار حق پر موقوف ہوتا مگر وہ تو صورت مذکورہ مین وقت

فيه و لهذا لا يملك مصبته فلما كان ايلاء العاجز بذكر منع جماعها صار ارضاؤها بوعد جماعها لان التوبة يكون بحسب الجناية وعدم تحقق الحنث بالفئ باللسان لانه غير المحلوف عليه

ایلاء کے جماع پر قادر ہی نہین ہی تاکہ اوسکا حق جماع ثابت ہو اسیواسطے عذر کی صورتمین عورت اوس سے مطالبہ جماع کا نہین کر سکتی پس جس طرح عاجز عن الجماع کا ایلاء ترک جماع کے ذکر کرنیسے تہا اسیطرح اوسکا ایفا یہ ہوگا کہ زبان سے جماع کا وعدہ کرلے اسواسطے کہ توبہ بقدر گناہ کے ہوتی ہی۔ اور زبان سے رجوع کرنےمین قسم اسلیے نہین ٹوٹتی کہ جس بات پر قسم کہائی ہی وہ اور ہی اور زبان سی جو اوسنے الفاظ نکالے

(۴۵۳) فان قدر على الجماع فيها اى فى المدة بعد الفئ باللسان لزم الفئ به اى بالجماع لانه قدر على الاصل قبل حصول المقصود بالخلف فيبطل كالمتيمم اذا راى الماء قبل اتمام الصلوة۔

(۴۵۳) اگر مدت ایلاء کے اندر جماع پر اوسکو قدرت ہوگئی اور زبان سے بہی رجوع کرچکا تہا تو اب جماع کرنیسے اوسکا رجوع ثابت ہوگا اسواسطے کہ قائمقام یعنی رجوع باللسان سے ہنوز مقصود حاصل نہین ہوا تہا کہ اصل یعنی جماع پر اوسکو قدرت ہوگئی لہذا وہ قائمقام باطل ہوجائیگا جس طرح تیمم کرکے نماز پڑہ رہا ہے والاقبل اتمام نماز کے پانی دیکہلے تو تیمم باطل ہوجاتا ہی اور بعد کو نہین باطل ہوتا۔

(۴۵۴) و لوكان محرما اى اذا آلى المحرم من امرأته وبين ايلائه و تمام الحج اربعة اشهر ففاء بالقول ابطلناه اى قلنا فيئه غير جائز حتى اذا تمت المدة و لم يفئ بالجماع بانت منه۔

(۴۵۴) اگر ایک شخص نے اپنی احرام کی حالتمین بیوی سے ایلاء کیا اور اسوقت سے حج کے پورا ہونے مین چار ماہ باقی ہین ان چار ماہ کے اندر زبان سے اوس نے رجوع کرلیا تو ہمارے نزدیک اوسکا رجوع کرنا باطل ہی معنے کہ اگر چار ماہ گذر گئے اور جماع نہ کیا تو عورت پر طلاق بائن ہوجائیگی۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(۴۵۵) وقال زفر يجوز فيئه لانه ممنوع عن الجماع شرعا فصار كالممنوع حسا بالمرض۔

(۴۵۵) امام زفر رح فرماتے ہین اوسکا رجوع کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ جس طرح حالت مرض مین ظاہر مین اوس سے جماع نہین ہوسکتا اسیطرح حالت احرام مین شرعاً وہ جماع نہین کرسکتا۔

(۴۵۶) و لنا انه قادر عليه حقيقة و الشرط فى جواز الفئ باللسان العجز عنه حقيقة۔

(۴۵۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ حقیقت مین تو وہ جماع پر قادر ہے اور زبان سے رجوع اوس شرط کے ساتھ صحیح ہوسکتا ہی کہ حقیقۃً جماع پر قادر نہو۔

(۴۵۷) او مريضا اى لو آلى المريض

(۴۵۷) اگر حالت مرض مین ہمیشہ کے لیے اپنی بیوی سے

موبدًا فلم یفیٔ بہ ای لم یرجع الیہا بلسانہ حتی انقضت مدۃ الایلاء فبانت ثم صح ادنی مدۃ وھو یوم او یومان او ثلثۃ کذا فی الجامع الکبیر ولم یطاءھا ثم مرض فتزوجہا ثم فاءہ ای بالقول فی المدۃ یجیزہ ای ابو یوسف الفیٔ حتی لو مضت المدۃ من وقت النکاح الثانی لا تبین منہ لان الایلاء وجد منہ وھو مریض وعاد حکمہ وھو مریض وفی زمان الصحۃ کانت مبانۃ لاحق لہا فی الوطی ولا یعود فیہ حکم الایلاء۔

ایلاء کیا اور پہر زبان سے رجوع نہین کیا حتے کہ مدت ایلاء گذر گئی اور عورت اوس سے جدا ہو گئی اور پہر تہوڑی سی مدت یعنے ایک یا دو یا تین روز جیسا کہ جامع کبیر مین مذکور ہی صحیح سالم رہکر بیمار ہو گیا اور اوس سے نکاح کیا اور چار مہینہ کے اندر اوس سے رجوع بالقول کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہے حتے کہ اگر نکاح ثانی کے بعد چار ماہ بدون جماع کے گذر گئے تو عورت پر طلاق بائن نہوگی اسواسطے کہ جب ایلاء کیا ہے اوسوقت مریض تہا اور جب پہر ایلاء کا حکم ثابت ہوا ہے اوسوقت مین بہی بیمار ہے اور جس وقت مین وہ صحیح ہو گیا تہا اوسوقت مین عورت اوس سے علحدہ تہی اور اوسکو حق وطی نہ تہا اور نہ ایلاء کا حکم ثابت ہوا تہا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(۴۵۸) وابطلہ ای محمد الفیٔ لانہ کان قادرا علی الفیٔ باللسان قبل البینونۃ فلم یفی ثم صار فی زمان صحتہ قادرا علی الجماع ومتی قدر علی الاصل فی شیٔ من مدۃ الیمین بطل الفیٔ باللسان لان ھذہ المدۃ مدۃ الایلاء۔

(۴۵۸) امام محمد رح کے نزدیک زبان سے رجوع کرنا باطل ہی اسواسطے کہ قبل طلاق بائن واقع ہونیکے وہ زبان سے رجوع کرسکتا تہا مگر اوسنے رجوع نہین کیا اور پہر زمانہ صحت مین وہ جماع پر قادر ہو گیا اور مدت ایلاء کے اندر اگر کسی جز مین بہی اصل جماع پر قادر ہو جاتا ہے تو زبانی رجوع بالکل باطل ہوتا ہے پس یہان رجوع زبانی باطل ہوگا اسواسطے کہ یہ مدت بہی ایلاء کے ہی مدت ہی۔

(۴۵۹) وفی التبیین الاصح قول ابی یوسف

(۴۵۹) تبیین مین مذکور ہے زیادہ ترجیح امام ابو یوسف رح

(۴۶۰) ولنسائہ الاربع قال واللہ لا اقرب احدکن قصرنا الایلاء علی واحدۃ وقال زفر صار مولیا منہن جمیعًا حتی لو مضت اربعۃ اشہر ولم

(۴۶۰) اگر ایک شخص کی چار بیبیان ہین اور اون سے کہا واللہ لا اقرب احدکن یعنے خدا کی قسم مین تم چار سے ایک کے پاس نہ جاؤنگا تو ہمارے نزدیک صرف ایک سے ایلاء ہوگا اور امام زفر رح فرماتے ہین

يقرب احدا منهن بانت واحدة
وعلى الزوج تعينها عندنا وتبين
كلهن عنده لان قوله احداكن
وواحدة منكن سواء فلو قال
لا اقرب واحدة منكن يصير
موليا منهن جميعا وكذا هذا

(٤٦١) ولنا ان احداكن معرفة
فلا تعم ولهذا لم يصح ان يقال لكل
احد منهن على درهم واما واحدة
منكن فنكرة في موضع النفي فتعم
ولهذا صح ان يقال لكل واحدة
منهن على درهم۔

(٤٦٢) او لا اقربكن اي لو قال
لنسوته الاربع لا اقربكن جعلناه
موليا عليهن في الحال حتى لو مضت
اربعة اشهر تبين جميعا لا على
الرابعة بعد وطئ الثلث اي قال
زفر لا يكون موليا ما لم يطأ ثلثا
منهن وهو القياس لان الحنث
انما يقع اذا وطئ الكل فقربان الثلث
يمكنه بغير حنث فلا يكون موليا
عليهن فيصير موليا على الرابعة
فصار كما اذا قال ان قربت ثلثا
منكن فوالله لا اقرب الرابعة۔

(٤٦٣) ولنا انه قصد الاضرار بهن

اون چارون سے ایلاء ہوجائیگا پس اگر چار ماہ گذر گئے اور کسی سے
صحبت نہ کی تو ہمارے نزدیک ایک پر طلاق واقع ہوجائیگی اور خاوند
کو اوس ایک کا معین کرنا پڑیگا اور امام زفر رح کی نزدیک سب پر طلاق
بائن واقع ہوگی اسواسطے کہ احداکن اور واحدۃ منکن کا ایک ہی
حال ہے اور اگر کوئی شخص واللہ لا اقرب واحدۃ منکن کہے تو بالاتفاق
سب سے ایلاء ہوجاتا ہے اسیطرح یہان بہی ہونا چاہیے۔

(٤٦١) ہماری دلیل یہ ہے کہ احداکن معرفہ ہے لہذا عام
نہوگا اسیواسطے نہین کہسکتے لکل احد منہن علی درھم اور واحدۃ
منکن نکرہ ہے اور موضع نفی مین واقع ہے لہذا عام ہوگا
اسیواسطے کہسکتے ہین لکل واحدۃ منہن علی درھم۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(٤٦٢) اگر ایک شخص نے اپنی چار بیویون سے کہا
خدا کی قسم مین تم سے صحبت نہ کرونگا تو ہمارے نزدیک
فی الحال سب سے ایلاء ہوجائیگا اور چار ماہ کے گذرنیکے
بعد بر تقدیر صحبت نہ کرنیکے سب پر ایک طلاق بائن ہوجائیگی
اور امام زفر رح فرماتے ہین جبتک اونمین سے تین کے
ساتھہ صحبت نہ کرلیگا ایلاء نہوگا اور تین سے صحبت کرنیکے
بعد ہی صرف چوتھی سے ایلاء ہوگا اور یہی قول قرین قیاس ہے
اسواسطے کہ اوسکی قسم صورت مذکورہ مین چارون سے صحبت
کرنے کے بعد ٹوٹے گی اور تین سے بلا اسکے کہ قسم ٹوٹے
صحبت کرسکتا ہے پس اون تینون سے ایلاء نہوگا
اور صرف چوتھی سے ایلاء ہوگا اور ایسا ہو جیسے کہا کہ اگر تم مین سے
تین کے ساتھہ مین صحبت کرلون تو بخدا کی قسم چوتھی کے ساتھہ

(٤٦٣) ہماری دلیل یہ ہے کہ اونکا حق روک کر اونے اونکو

بمنع حنثهن فيكون موليا عليهن فلما لم يوجد وطئ جميعهن لا يتحقق الحنث واذا وجد يضاف الحنث الى وطئ كلهن لا الى الرابعة بخلاف ما قاس عليه لانه يمين معلقة فلا ينعقد ما لم يوجد شرطها وهو وطئ الثلث۔

(۶۴۴) انما قال موليا عليهن ولم يقل منهن اشارة الى ان الايلاء حقه ان يستعمل بعلى لانه بمعنى الحلف وهو لا يستعمل بمن والى ان استعماله بمن كما شاع فى عبارة الفقهاء ليس كما ينبغى واما من نسائهم فى قوله تعالى للذين يؤلون من نسائهم ليس بمتعلق بيؤلون بل خبر لمبتداء نكرة بعده وهو تربص اربعة اشهر نتقدير الآية والله اعلم للذين يحلفون على ترك قربان نسائهم تربص اربعة اشهر من نسائهم هذا حاصل شرح المصنف واقول يحمل استعمال الفقهاء على تضمينهم الايلاء بمعنى الاجتناب والتضمين باب واسع فتخطيتهم ليس كما ينبغى۔

(۶۴۵) او احدهما اى لو قال لزوجية

ضرر پہونچانا چاہا ہی لہذا سب کے ساتھہ ایلاء ہوگا اور جبتک اون چارون سے صحبت نہوگی جبتک حانث نہوگا یعنی قسم نہ ٹوٹے گی اور چارون سے صحبت کرنے کے بعد ہر ایک کی صحبت کے ساتھہ اوس قسم کے ٹوٹنی کی نسبت ہوگی نہ صرف چوتھی کی طرف بخلاف مقیس علیہ کے اسواسطے کہ وہ ایک قسم معلق بالشرط ہی جبتک اوسکی شرط یعنی تین کے ساتھہ صحبت نہ پائی جائیگی وہ نہین پائی جاسکتی ۔

(۶۴۴) مولیا علیہن کہا اور مولیا منہن نہ کہا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اصل مین ایلاء کا لفظ علے کے ساتھہ استعمال ہونا چاہیے کیونکہ وہ حلف کے معنی مین ہے اور حلف کا استعمال لفظ من کے ساتھہ نہین ہوتا اور تاکہ یہ بات بھی معلوم ہوجائے کہ اوسکا استعمال لفظ من سے جو فقہا کی عبارتون مین چلا آتا ہے وہ نامناسب بات ہے اور قرآن مین جو اس آیت کے اندر لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ایلاء کا استعمال لفظ من کے ساتھہ معلوم ہوتا ہے تو یہان پر مِنْ نِّسَآئِهِمْ یؤلون کے متعلق نہین ہی بلکہ اوسکے بعد جو نکرہ ترکیب مین مبتدا واقع ہوا ہے اوسکی خبر مقام ہی یعنی تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ اور اصل معنی آیت کے یہ ہین واللہ اعلم لِلَّذِيْنَ يَحْلِفُوْنَ عَلٰى تَرْكِ قُرْبَانِ نِسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ یہ مصنف رح کی شرح کا حاصل ہے مگر مین کہتا ہون کہ فقہا کا استعمال بھی باین طور صحیح ہوسکتا ہی کہ اونہون نے اسواسطے من کے ساتھہ استعمال کیا ہی کہ ایلاء کے اندر اجتناب کے معنی پائی جاتی ہین اور اجتناب کا صلہ من ہوا کرتا ہی اور تضمین مین بہت کچھہ گنجائش ہی پھر فقہاء کا تخطیہ کرنا ٹھیک نہین ہے ۔

(۶۴۵) اگر اپنی دو بیویون سے کہا واللہ لا اقرب احدکما

والله لا اقرب احد بكما فمضت المدة
بانت واحدة اتفاقا واليه البيان
ولو بين قبل المدة لا يصح كما لو علق
طلاق احدىهن بمجئ الغد وبين قبل الغد-
(۴۶۶)، فلو بين بعد المدة حتى انصرف
الطلاق اليها ثم مضت اربعة
اشهر اخرى فعند ابي يوسف لا تبين
امرأة اخرى وقالا بانت واحدة
من امرأته الاخرى من الحقائق-
فاذا مضت مدة اخرى
اي اربعة اشهر لا يحكم ابو يوسف
ببينونة الاخرى وقالا تبين لان
اليمين باقية ما لم يحنث ولما زالت
مزاحمة الاولى بعد مضي المدة
تعينت الاخرى للايلاء كما لو ماتت
احدىهما وله انه الى من احدىهما
لا منهما واحدى ليست بنكرة
حتى تعم لانها مضافة فتعينت
الاولى للايلاء فلا تبين اخرى
(۴۶۷)، وتعتبر النية في قوله لامرأته
انت علي حرام لانه مجمل وبيانه
على المجمل فاذا اراد الكذب او الظهار
صدق اما الكذب فلانه وصف
المحللة بالمحرمة فكان كذبا حقيقة
واما الظهار فلانه محتمل كلامه

یعنے خدا کی قسم مین تم دو کی ایک کے ساتھ صحبت نکرونگا اور
بغیر صحبت کے چار ماہ گذر گئے تو بالاتفاق ایک پر طلاق بائن
ہوجائیگی اور خاوند کو اوس ایک کا بیان کرنا پڑیگا اور اگر قبل
مدت کے بیان کر دیا تو صحیح نہوگا جسطرح اونمین سے بلا تعیین
ایک کے طلاق کو کل کے دن آنیکے ساتھ معلق کیا اور کل سے پیشتر اوسکو بیان کر دیا
(۴۶۶)، صورت مذکورہ مین اگر بعد انقضاء
مدت کے خاوند نے اوس ایک کو بیان کر دیا تو اوسکے اوپر
طلاق واقع ہوجائیگی پھر اسکے بعد چار ماہ اور گذرے اور
اور دوسری سے صحبت نہین کی تو امام ابویوسف رح
ایک کے اوپر طلاق بائن ہوجانیکے بعد جب
چار مہینے اور گذر گئے تو امام ابویوسف کے نزدیک اسواسطے
دوسری پر طلاق بائن نہین واقع ہوتی کہ اوس نے صرف
ایک سے ایلاء کیا ہے دونون سے ایلاء نہین کیا ہے اور
احدیکن مین احدی کا لفظ نکرہ نہین ہے تاکہ دونوکو شامل
ہوجائے کیونکہ معرفہ کی طرف مضاف ہے لہذا پہلی
طلاق کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری پر طلاق
نہ واقع ہوگی اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب
کی دلیل یہ ہے کہ جبتک قسم کو نہ توڑیگا قسم بدستور باقی
رہیگی اور جب انقضاء مدت کے بعد پہلی کی مزاحمت
(۴۶۷)، اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا
تو میرے اوپر حرام ہے تو یہین اوسکی نیت کا اعتبار ہوگا
اسواسطے کہ یہ ایک مجمل کلام ہے جس نے اپنی زبان سے
ایسا کلام نکالا ہے اوسیکو بیان بھی کرنا پڑیگا پس
اگر اوس نے جھوٹ موٹ کہہ دینے یا ظہار کا ارادہ کیا ہے
تو اوسکی تصدیق کیجائیگی کذب مین تو اسواسطے کہ اوس نے

لان الظهار فيه حرمة فان نواه صح۔

حلال عورت کو حرام بتایا تو یہ فی الحقیقت جھوٹ ہے اور ظہار مین اسواسطے کہ اوسکے کلام مین ظہار کا احتمال ہے۔

یعنی کیونکہ ظہار مین حرمت ثابت ہوجاتی ہی پس اگر ظہار کی نیت کی تو نیت صحیح ہوگی۔

(۷۶۸) اعلم ان المذکور فی المتن قول ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد لا یکون ظهارا کذا قاله المصنف فی شرحه لیت شعری لم ترك الخلاف فيه۔

(۷۶۸) جاننا چاہئے کہ یہان پر امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رح کا قول ذکر کیا گیا ہے مگر امام محمد رح کے نزدیک ظہار نہوگا چنانچہ مصنف رح نے اپنی شرح مین اسکو بیان کیا ہے اور نہین معلوم کہ مصنف رح نے یہان اختلاف کو کیون نہین ذکر کیا کاش ہمکو یہ معلوم ہوجاتا۔

(۷۶۹) او الطلاق ای لو قال اردت منه الطلاق کان بائنا لانها من الفاظ الکنایات او التحریم۔

(۷۶۹) اگر اوس نے اس سے طلاق کی نیت کی ہو اور اوس نے بیان کیا کہ مین نے تو طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق باین ہوجائیگی اسواسطے کہ وہ الفاظ کنایات مین سے ہے۔

(۷۷۰) او خلا عن نية ای لو قال لم اردت شیئا کان مولیا لان تحریم الحلال یمین۔

(۷۷۰) اور اگر حرام کرنے کا ارادہ کیا یا اوس نے کہا کہ مین نے تو کچھ بھی نہین مراد لیا تو یہ ایلاء ہوجائیگا اسواسطے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے۔

(۷۷۱) وصرفه ای تحریم الحلال المتاخرون الی الطلاق من غیر نیة لان اطلاقه فی عرف الناس طلاق ولهذا قالوا لو نوی غیره لا یصدق قضاء۔

(۷۷۱) متاخرین نے اب یہ بات قرار داد کرلی ہے کہ حلال کا حرام کرنا طلاق ہے اگرچہ طلاق کی نیت نہ کی ہو اسواسطے کہ عرف مین جب حرام کرنے کا لفظ بولا جاتا ہے تو طلاق ہی مراد ہوتی ہے اسیواسطے وہ کہتے ہین کہ بجز طلاق کے کسی چیز کی نیت عند القاضی معتبر نہوگی۔

(۷۷۲) وفی المحیط لو قال انتما علیّ حرام یکون مولیا من کل واحدة منهما ویحنث بوطئ کل منهما ولو قال والله لا اقربکما لا یحنث الا بوطئهما والفرق ان هتك حرمة اسم الله لا یتحقق الا بقربانهما وفی قوله انتما علی حرام صار ایلاء باعتبار

(۷۷۲) محیط مین مذکور ہے اگر ایک شخص نے دو بیویون سے کہا تم دونو میرے اوپر حرام ہو تو ہر یک سے ایلا ہوجائیگا اور ہر ایک کے ساتھہ صحبت کرنے سے حانث ہوجائیگا یعنی اوسکی قسم ٹوٹ جائیگی اور اگر یہ کہا کہ خدا کی قسم مین تم دونون سے صحبت نکرونگا تو جبتک دونون سے نہ صحبت کرے حانث نہوگا اور فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ اس صورت مین دونو کے ساتھہ

معنى التحريم وهو موجود في حق كل منهما۔

(۴۷۳) وفي النوازل لو قال حلال الله علي حرام ان افعل كذا ففعل فان كانت له امرأة طلقت لان مطلق هذا ينصرف الى النساء عرفا وان لم يكن له امرأة ثم تزوجها يلزمه الكفارة اذا فعل لانه تعذر صرفه الى المرأة فجعل يمينا لان تحريم الحلال يمين۔

صحبت کرنیسے خدائے برتر کے نام کا ہتک کسی طرح نہ پایا جائیگا اور پہلی صورت میں تحریم کے معنی کے اعتبار سے اوسکو ایلا قرار دیا ہے اور وہ دونون کے حقمین موجود ہے۔

(۴۷۳) نوازل مین مذکور ہے اگر ایک شخص نے کہا اگر مین کام کرون تو خدائے تعالے کا حلال کیا ہوا میرے اوپر حرام ہے اور پھر اوس نے وہ کام کیا پس اگر کہتے وقت اوسکی بیوی موجود ہے تو اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ عرفا یہ حرمت عورتون کی طرف ہی منسوب ہوا کرتی ہے اور اگر اوسوقت بیوی نہین تھی مگر پھر نکاح کرلیا تو اوس کام کے کرنیسے اوسپر کفارہ واجب ہو جائیگا اسواسطے کہ عورت کی طرف تو اوس حرمت کی نسبت کر ہی نہین سکتے لہذا قسم سمجھی جائیگی کیونکہ حلال کا حرام کرنا قسم ہے۔

فصل في الخلع

فصل خلع کے بیان مین

(۴۷۴) وهو في اللغة بفتح الخاء بمعنى ازالة شئ عن شئ وفي الشرع بضم الخاء اسم لازالة ملك النكاح باخذ المال۔

(۴۷۴) لغت مین خلع بفتح خاء کے معنی ایک چیز کا ایک چیز سے دور کرنا اور شرع مین خُلع بضم خاء کچھ مال لیکر ملک نکاح کے زائل کرنیکا نام ہے۔

(۴۷۵) واذا افتدت المرأة نفسها بمال يخلعها عليه اي يزيل الزوج نكاحها على ذلك المال ففعل بان قال خالعتك او بارأتك او طلقتك على كذا او بعت نفسك بكذا وقعت طلقة لقوله عم الخلع تطليقة بائنة لان لفظه كناية ولو قال لم ارد به طلاقا لا يسمع قضاء لان ذكر المال دليل على قصده ولهذا استغنى فيه عن النية۔

(۴۷۵) اگر ایک عورت نے اپنی جان کے بدلہ مین خاوند کو خلع کرنے کی غرض سے کچھ مال دیا اور خاوند نے اوس سے یہ کہکر خلع کرلیا کہ مین نے تجھسے اسقدر مال پر خلع کرلیا یا تجھکو رہا کردیا یا طلاق دیدی یا فروخت کردیا تو ایک طلاق واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خلع ایک طلاق ہے۔ اور یہ طلاق بائن ہوگی کیونکہ یہ الفاظ کنایہ مین سے ہے اور اگر اوس نے کہا کہ مین نے طلاق نہین مراد لی تو عند القاضی اوسکا قول معتبر نہوگا اسواسطے کہ مال کا ذکر کرنا اوسکے قصد طلاق کے اوپر دلیل ہے اسی سبب سے اوسمین نیت کی ضرورت نہین ہے

ولو خالع ولم يذكر بدلا وقال لم انو به الطلاق يصدق كذا في الذخيرة۔

اگر خلع کیا او عوض کو اوسکے ساتھ ذکر نہ کیا اور پھر کہا کہ مین نے اوس سے طلاق کا ارادہ نہین کیا تھا تو اوسکا اعتبار ہوگا (کذا فے الذخیرۃ)

(۴۷۶) ولزمها المال لانه لم يرض بخروج البضع عن ملكه الا به۔

(۴۷۶) خلع کر نیسے عورت کے اوپر مال کا دینا لازم ہوجایگا اسواسطے کہ بعوض مال کے اوسکا خاوند ازالۃ الملک بضع سے راضی ہوا ہی اور بدون اوسکے راضی نہین ہی۔

(۴۷۷) ولم نجعله اى الخلع فسخا وقال الشافعي انه فسخ لا ينقص به عدد الطلاق وفي اصح قوليه انه يوافقنا۔

(۴۷۷) ہمارے نزدیک خلع طلاق ہی امام شافعی کے نزدیک خلع طلاق نہین ہے بلکہ فسخ نکاح ہی اور طلاق کے عدد مین اوس سے کمی نہین ہوتی مگر زیادہ تر صحیح روایت اون سے یہی ہی کہ وہ ہمارے اس بات مین موافق ہین۔

(۴۷۸) له قول ابن عباس الخلع فسخ ولنا ما رويناه وهو مروى عن عمر وعلى موقوفا ومرفوعا وروى ان ابن عباس رجع عن ذلك القول ذكره في المبسوط۔

(۴۷۸) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہی کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہی کہ خلع فسخ نکاح ہی اور ہماری دلیل وہی روایت ہی جو ہم بیان کر چکے اور وہ روایت حضرت عمر رض اور حضرت علی رض سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہی اور ایک روایت مین آیا ہی کہ حضرت ابن عباس رض نے اپنے اوس قول سے رجوع فرمالیا

اور مبسوط مین اوسکو بیان کیا ہی

(۴۷۹) فان كان هو الناشز كره له اخذ العوض لقوله تعالى وان اردتم استبدال زوج مكان زوج وآتيتم احدهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا۔

(۴۷۹) اگر عورت فرمانبردار ہی مگر خود خاوند اوسکو تنگ کرتا ہی اسواسطے وہ خلع چاہتی ہی تو خاوند کو خلع کے بدلہ مین مال لینا مکروہ ہی لقوله تعالے وان اردتم الآیۃ یعنے اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم نے اونمین سے ایک کو بہت سا مال دیا ہو تو اوس مین سے تم کچھہ مت لو

(۴۸۰) او هي اى ان كانت هي ناشزة فان ياخذ اى كره له ان ياخذ اكثر مما اعطاها لما روى ان امرأة ثابت بن قيس حين ارادت الفرقة قال عم لها

(۴۸۰) اگر عورت کیطرفسے نافرمانی ہی تو اوسکو یہ بات مکروہ ہی کہ جسقدر اوسکو دیا ہی اوس سے زیادہ لیلے اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب ثابت بن قیس کی بیوی نے خاوند سے علحدگی چاہی تو آنحضرت

اتردين عليه حديقته قالت نعم وزيادة فقال عم اما الزيادة فلا والنهي في الاية والحديث محمول على الكراهة لان قوله تعالى فلا جناح عليهما فيما افتدت به باطلاقه يعارضه۔	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اوسکا مہر اوسکو واپس دیتی ہی تو اوس نے عرض کیا جی ہان بلکہ اوس سے زیادہ تو آپ نے فرمایا زیادہ تو نہین یعنی اوس سے زیادہ نہ واپس ہوگا اور نہی آیت اور حدیث کا مذر کراہت پر محمول ہی اسواسطے کہ آیۃ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ بسبب اپنی اطلاق کے اوسکی معارض ہی۔
(۸۱م) ولو خالع بشرط الخيار لنفسه كقوله خالعتك على اني بالخيار ثلثة ايام فقبلت بطل الخيار اتفاقا۔	(۸۱م) اگر خاوند نے کہا مین تجھسے اس شرط پر خلع کرتا ہون کہ تین روز تک مجھکو اختیار رہی اور عورت نے کہا مجھے منظور ہی تو بالاتفاق خاوندکو اختیار نہو گا۔
(۸۲م) او لها اي لو قال خالعتك بكذا على انك بالخيار ثلثة ايام فقبلت فهو اي الخيار جائز عند ابي حنيفة۔	(۸۲م) اگر خاوند نے اوس سے کہا مین تجھسے اس شرط پر خلع کرتا ہون کہ تین روز تک تجھکو اختیار رہی اور بیوی نے منظور کر لیا تو امام صاحب رح کے نزدیک تین روز تک عورت اختیار رہیگا۔
(۸۳م) وقالا لا يجوز لان الخلع من جانبه في معنى تعليق الطلاق بقبول المال وهو يمين ولهذا لا يملك الرجوع بل يبقى معلقا بقبولها ويصح تعليقه واضافته كما لو قال اذا قدم فلان او جاء غد فقد خالعتك والخيار بعد الانعقاد انما يكون للفسخ واليمين لا يقبل الفسخ وكذا شرطها وهو القبول من جانبها۔	(۸۳م) صاحبین رح فرماتے ہین اوسکو اختیار ثابت نہوگا اسواسطے کہ خلع فی الحقیقت خاوندکیطرف سے قبول مال کے ساتھ طلاق کا مشروط کرنا ہی اور وہ قسم ہی اسیواسطے اوس سے رجوع نہین کرسکتا بلکہ عورت کے قبول کرنے پر معلق رہیگا اور اوس کا کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا اور کسی چیز کیطرف منسوب کرنا صحیح ہی جیسے یہ کہے جب فلان شخص آئے یا کل کا دن آئے تو مین نے تجھسے خلع کر لیا اور انعقاد عقد کے بعد اختیار فسخ کرنیکے لیے ہوتا ہی اور یمین قابل فسخ نہین ہوتے اسیطرح اوسکی شرط یعنی عورت کا قبول کرنا بھی قابل فسخ نہین ہی
(۸۴م) وله ان الخلع من جانبها	(۸۴م) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ خلع

تمليك مال بعوض ولهذا يصح
رجوعها قبل قبوله ويبطل بقيامه
قبله وكون الخيار للفسخ بعد الانعقاد
ممنوع بل هو مانع من الانعقاد في
حق الحكم وكونه شرطا ليمين الزوج
لا يمنع ان يكون معاوضة في نفسه
كما اذا قال ان بعت هذا فعبدي
حر فان البيع شرط لعتق العبد
وهو في نفسه معاوضة۔

(٤٨٥) ويلحق بها اي بالمختلعة صريح الطلاق في
العدة وقال الشافعي لا يلحق۔

(٤٨٦) قيد بصريح الطلاق لان
البائن لا يلحقها عندنا ايضا الا
ان يكون معلقا بالشرط قبل البينونة
وفي المصفى الطلاق الذي يلحق
البائن لا يكون رجعيا وهذا ابناء
على ان الخلع فسخ عنده فلم يبق
محلا للطلاق كما لو فسخ النكاح
بسبب عدم الكفاءة او بخيار البلوغ
والعتق وطلاق عندنا فيلحقه
الصريح۔

(٤٨٧) ولو طلقها على مال فقبلت

(٤٨٨) قيد بقبولها لان العوض
لا يجب بلا قبولها لزمها وبانت
لان الزوج يملك العوض فوجب

عورت کیطرفسے تملیک مال بعوض ہی اسیواسطے
خاوند کے قبول کرنیسے پہلے وہ رجوع کر سکتی ہی اور اگر قبل
از قبول وس مجلس سے خاوند کھڑا ہو جائے تو پھر عورت
رجوع نہیں کر سکتی اور ہم اسبات کو نہیں مانتے کہ انعقاد
عقد کے بعد اختیار فسخ عقد کے لیے ہوتا ہی بلکہ اختیار حکم
کے حق مین انعقاد کا مانع ہوتا ہی اور عورت کے قبول کا
خاوند کے قسم کے لیے شرط ہونا اسبات کا مانع نہیں ہی
کہ وہ خود ایک معاوضہ ہو بلکہ وہ ایک بذاتہ معاوضہ بھی ہی
اور شرط بھی ہی جسطرح کوئی شخص کہے اگر مین یہ چیز فروخت
کرون تو میرا غلام آزاد ہی تو دیکھو بیع اپنے غلام کے آزاد ہونیکے
لیے اوس شی کے بیع شرط بھی ہی اور خود بھی ایک معاوضہ ہی

(٤٨٦) صریح طلاق کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ صریح طلاق جیسی
ہوتی ہی اور طلاق بائن تو اسکو ہمارے نزدیک بھی نہیں دیسکتے
مگر جس صورتمین اوسکے علحدہ ہونیسے پہلے طلاق بائن معلق
بالشرط دیدی ہو اور وہ شرط اب پائی جائے مگر مصفے مین
مذکور ہی جو طلاق طلاق بائن کے ساتھ ملا دیجاتی ہی وہ رجعی
نہیں ہوتی اس مسئلہ مین امام شافعی رحمہ کے اختلاف کی وجہ یہ
کہ اونکے نزدیک خلع فسخ ہی لہذا خلع کے بعد عورت طلاق
کی محل نہ رہیگی جس طرح بسبب عدم کفویت کے نکاح
فسخ ہو جائے یا خیار بلوغ یا خیار عتق کیوجہسے تو محلیت طلاق باقی نہین رہتی
اور ہمارے نزدیک خلع طلاق ہی لہذا طلاق رجعی اوسکے بعد دیسکتے ہین

(٤٨٧) اگر خاوند نے کچھ مال کے عوض عورت کو طلاق دی ہے

(٤٨٨) عورت کے قبول کرنیکی قید اسواسطے لگائی ہی
کہ بدون اوسکے قبول کئے عوض واجب نہوگا اگر اعتراض
کیا جائے کہ جب اوس شخص نے طلقتک علی الف کہا ہی تو اوسکی

إن تملك هي بضعها تحقيقا
للمساواة فان قلت اذا قال
طلقتك على الف فهو محتمل
لمعنيين ان اريد به الف
تقبل هي اداءه يكون خلعا
وان اريد به الف تؤديه
هي يكون تعليقا لا خلعا فما الدليل
على كونه خلعا قلنا ذكره في مقام
المعاوضة دليل۔

دو معنی ہو سکتے ہین اگر یہ مراد ہو کہ ان ہزار کے بدلہ جنکا
ادا کرنا عورت قبول کرلے طلاق دی ہو تب تو یہ خلع ہوگا اور
اگر یہ ارادہ کیا ہی کہ جن ہزار کو وہ ادا کردیگی تو اوسوقت مین
تعلیق طلاق ہوگی اور خلع نہوگا پہر اسکے خلع ہونے پر
کیا دلیل ہی تو اوسکا یہ جواب ہی کہ مقام معاوضہ مین
اوسکا ذکر کرنا اسکی دلیل ہی

(٤٨٩) وان بطل العوض فيه اي في
الطلاق على مال كما اذا طلق المسلم
امرأته المدخول بها على خمر او
خنزير وقع الطلاق لوجود الشرط
وهو قبولها كان رجعيا او في الخلع
اي ان بطل العوض فيما اذا قال
خالعتك على كذا كان بائنا لان
العوض لما بطل في الصورتين
عمل الصريح عمله والبائن كذلك
ولا شئ له اي للزوج على المرأة
لان ملك البضع غير متقوم حالة
الخروج ولهذا قالوا لو خالع الاب
ابنته الصغيرة بما لها يقع الطلاق
على الاصح ولا يلزم المال بخلاف
ما لو كاتب عبده على خمر حيث
يجب قيمة العبد لان ملك

(٤٨٩) اگر ایک مسلمان شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو بعوض
ایسی چیز کے جو مسلمان کے مملوک نہین ہو سکتے مثل شراب یا خنزیر
کے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ
اوسکی شرط یعنی عورت کا قبول کرنا ثابت ہوگیا اور اگر خلع
ایسی چیز کی عوض مین کیا ہی تو اوس سے طلاق
بائن واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ جب دونون صورتونمین
مین عوض باطل ٹھیرا تو طلاق رجعی اپنا عمل کریگی اور بائن اپنا
عمل کریگی اور دونون صورتون مین خاوند کو کچھہ نہ دیا جائیگا
اسواسطے کہ ملک بضع کی جاتے وقت کچھہ
قیمت نہین ہوا کرتی ولہذا فقہا کا قول ہے
اگر کوئی شخص اپنی صغیرہ لڑکی کا اوسکے مال سے
خلع کرے تو صحیح قول یہی ہے کہ طلاق واقع ہوجائیگی
مگر مال دینا نہ پڑیگا بخلاف اوس صورت
کے کہ ایک شخص اپنے غلام کو شراب کے عوض مین مکاتب
کردے کہ اپنی قیمت غلام کو دینی پڑیگی اسواسطے کہ
مولی کے ملکیت متقوم ہے اور وہ اسباب سے راضی

المولی متقوم ولم یرض بزواله مجانا

نہین ہے کہ مفت مین اوسکی ملکیت جاتی رہے۔

(۴۹۰) ویجوز الخلع بما یمهر به ای بما یکون مهرا فی النکاح لان ما یصلح عوضا عن المتقوم وهو تملك البضع اولی ان یصلح عما لا یتقوم وهو زواله وکذا یجوز الخلع بما لا یمهر به کالاقل من العشرة۔

(۴۹۰) جو چیز نکاح کے اندر مہر ہوسکتی ہے اوس سے خلع بہی ہوسکتا ہے اسواسطے کہ جو چیز متقوم کا بدل ہوسکتی ہے یعنے تملک بضع کا وہ اوسکے زوال کا جو ایک غیر متقوم چیز ہے۔ بطریق اولے بدل ہوسکتی ہے اور خلع اوس چیز سے بہی درست ہے جو مہر نہین ہوسکتی یعنے قیمت مین دس درم سے کم ہے۔

(۴۹۱) فان قالت خالعنی علی ما فی یدی وهی صفر ای یدها خالیة فخالعها فلا شیء له لانها لم تسم مالا حتی یصیر مغرورا به۔

(۴۹۱) اگر ایک عورت نے خاوند سے کہا جو کچہہ میرے ہاتھ مین ہے اوسکی بدلہ مجہسے خلع کرلے اور خاوند نے خلع کرلیا اور اوسکے ہاتھ مین کچہہ بہی نہ تہا تو خلع ہوجائیگا اور خاوند کو کچہہ نہ دلایا جائیگا اسواسطے کہ عورت نے یہ نہین کہا تہا کہ اس مال کے بدلہ جو میرے ہاتھ مین ہے

(۴۹۲) او من مال ای لو قالت خالعنی علی ما فی یدی من مال ردت المهر الیه ای ردت المرأة مهرها علیه لانها لما سمت مالا لم یکن الزوج راضیا بزوال ملکه الا بعوض فذلك لا یصلح ان یکون مهر المثل لان البضع غیر متقومة عند الخروج فتعین ایجاب ما اخذ منه دفعا لضرر المغرور۔

(۴۹۲) اگر عورت نے کہا اس مال کے بدلہ جو میرے ہاتھ مین ہے مجہسے خلع کرلے اور ہاتھ خالی نکلا تو عورت کو اپنا مہر جو خاوند نے دیا تہا واپس کرنا پڑیگا اسواسطے کہ جب اوس نے مال کا لفظ کہدیا ہے تو خاوند بلا عوض زوال ملکیت پر راضی نہین تہا اور وہ عوض مہر مثل تو ہو نہین سکتا اسواسطے کہ ملکیت سے خارج ہوتے وقت بضع کی کچہہ قیمت نہین ہوا کرتے لہذا یہی مقرر ہے کہ جو کچہہ اوس نے لیا ہے وہ واپس کردے تاکہ خاوند ضرر سے بچ جائے

\+ \+ \+ \+ \+

(۴۹۳) او من دراهم ای ان قالت خالعنی علی ما فی یدی من دراهم لزمها ثلثة لانها اقل الجمع کما لو اقر او اوصی بدراهم۔

(۴۹۳) اگر کہا میرے ہاتھ مین جو دراہم ہین اونکے بدلہ مجہسے خلع کرے اور ہاتھ مین کچہہ نہ تہا تو اوسکو تین درہم دینے پڑینگے اسواسطے کہ کم سے کم جمع کے اندر تین ضروری ہین جس طرح کوئی شخص کسی کے لئے دراہم کا اقرار کرے یا کسی کو وصیت کرجاے تو تین لازم ہونگے

(۴۹۴) وکذا لو قال من الدراهم

(۴۹۴) اسیطرح اگر من دراہم کی جگہہ من الدراہم کہدے کیونکہ

ولما كان ما في يدي مبهما لا يعرف من اي جنس هو تعين ان يكون من للبيان لا للتبعيض كقوله تعالى اجتنبوا الرجس من الاوثان۔

جو چیز ہاتھ مین ہی وہ مبہم ہی معلوم نہ تھا کہ وہ کس قسم کی چیز ہی تو یہ لفظ من بیان کے لئے ہوگا نہ تبعیض کے لئے کقولہ تعالی اجتنبوا الرجس من الاوثان کہ بتون سے ناپاکی کا بیان کیا ہے —

(۴۹۵) او طلقني ثلثا بالف فطلقها واحدة فعلتها اي فقد لزم ثلث الالف لان الباء تصحب الاعواض والعوض ينقسم على المعوض فلما طلبت ثلثا بالف صارت طالبة كل طلاق بثلث الالف۔

(۴۹۵) اگر ایک عورت نے کہا طلقني ثلثا بالف یعنی ہزار روپیہ کی عوض مجھے تو تین طلاقین دیدی اور اوس نے ایک طلاق دی تو ہزار کا تہائی عورت کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ لفظ (ب) عوض کی اوپر آیا کرتا ہی اور عوض معوض پر تقسیم ہوا کرتا ہی پس جب وسنے تین طلاق کو ہزار روپیہ کے عوض میں مانگا ہی تو گویا ہر طلاق کو ایک ہزار کی ثلث سے مانگتی ہے —

(۴۹۶) اقول لو قال لزم ثلثها لكان ابين ولم يحتج الى تقدير شيئين وهما الفعل الماضي مع قد لان الجزاء اذا كان ماضيا لا يصدر بالفاء بدون قد

(۴۹۶) مین کہتا ہون اگر مصنف رح لزم ثلثها کہتا تو مطلب بہی خوب سمجہا جاتا اور دو چیزون کے مقدر کرنیکی ضرورت نہوتی یعنے فعل ماضی اور لفظ قد یعنے قد لزم اسواسطے کہ جب شرط کے جزا فعل ماضی ہوتا ہی تو بدون قد کی اوسکی اوپر (ف) نہیں داخل ہوتے۔

او على الف اي ان قالت طلقني ثلثا على الف فوحد اي طلقها واحدة فالطلاق رجعي عند ابي حنيفة بغير شيء اي لا يلزمها المال۔

اگر عورت نے کہا طلقني ثلثا على الف یعنی ہزار روپیہ پر۔ مجہہ تین طلاق دیدی اور اوس نے ایک طلاق دیدی تو امام ابو حنیفہ رح کی نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور خاوند کو کچہہ نہ دیا جائیگا۔

(۴۹۷) وقالا باين بثلثها اي تبين منه وعليها ثلث الالف لان على تصحب الاعواض كالباء و يقال بعتك هذا على الف فينقسم الالف هنا كما في المسئلة الاولى وكما

(۴۹۷) صاحبین رح فرماتے ہین صورت مذکورہ مین طلاق بائن واقع ہوگی اور ہزار کا ثلث خاوند کو دیا جائیگا اسواسطے کہ (ب) کی طرح (علی) بہی عوض کے اوپر داخل ہوا کرتا ہے اور کہا کرتے ہیں بعتك هذا على الف یعنے ایک ہزار پر یہ چیز مین نے تیرے ہاتھ فروخت کی پس جس طرح پہلے مسئلہ مین ہزار

اذا قالت طلقني وضرتي على الف فطلقها وحدها قسم الالف علی مهريهما ولزمها حصتها من الالف ههنا كما في البيع اذ اجزاء العوض ينقسم على اجزاء المعوض۔

(۴۹۸) وله ان على للاستعلاء وضعا فان تعذر يحمل للالزام ويقال عليه دين فان تعذر يحمل على الشرط لمناسبة ان المعلق بالشرط وجود شيء وبالالزام وجوب شيء ومنه قوله تعالى يبايعنك على ان لايشركن بالله اى بشرط ان لا يشركن فمتى لم يتعذر الشرط لا يحمل على المعاوضة والطلاق قابل للتعليق فيحمل على فيه للشرط بخلاف البيع فانه غير قابل للتعليق فيحمل على فيه مجازا عن الباء لاتصال بينهما واما مسئلة الضرة فعلى الاختلاف ولئن سلم انها وفاقية فالفرق ان على ان جعلت للشرط فالالف كله عليها لان غرضها وقوع طلاقها وليس لها في طلاق ضرتها غرض صحيح وان جعلت للمعاوضة فنصفه عليها فاعتبر النصف لتيقنه

کی طلاقوں پر تقسیم ہو جاتی ہے یہاں بھی ہو جائیگی اور جیسے کوئی عورت کہے مجھکو اور میری سوکن کو ایکہزار روپیہ پر طلاق دیدیں اور خاوند صرف اوسیکو طلاق دیدی تو وہ ہزار روپیہ ان ہی دونوں کی مہر پر تقسیم ہو کر جسقدر اوسکے حصہ میں آتے ہونگے اوسیقدر خاوند کو دیگی جیسے بیع کی اندر اسواسطے کہ عوض کے اجزا معوض کے اجزا پر منقسم ہو جاتے ہیں۔

(۴۹۸) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اصل وضع کی اعتبار سے علی کا لفظ استعلاء کے لئے ہے پھر اگر استعلاء کے معنے کسی جگہ نہیں بنتے تو لازم کرنیکے لئے ہوتا ہے جیسے علیہ دین اور اگر یہ معنی بھی نہ ہو سکتے ہوں تو شرط کے لئے ہوتا ہے اور ان دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ شرط کے ساتھ ایک شے کا وجود معلق ہوتا ہے اور لازم کرنے میں اوس شے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اوسی قبیلہ سے اللہ جل جلالہ کا یہ قول ہے یبایعنک علی ان لایشرکن باللہ یعنے اس شرط پر وہ عورتیں تجھسے بیعت کریں کہ شرک نکرینگے تو جبتک شرط کے معنی ایک جگہ بن سکتے ہیں معاوضہ کے معنے پر لفظ علی کو نہ محمول کرینگے اور طلاق ایسی چیز ہے کہ وہ مشروط بالشرط ہو سکتی ہے لہذا یہاں شرط کی معنی لئے جائینگے بخلاف بیع کی کہ اوسمیں قابلیت تعلیق بالشرط کے نہیں ہے لہذا اوس میں علی کو مجازا (ب) کی معنی میں بسبب اون دونوں کے باہمی اتصال کے لیلینگے۔ باقی رہی سوکن کی صورت تو وہ خود مختلف فیہ مسئلہ ہے اور اگر ہم اسبات کو مان بھی لیں کہ اوس پر سب کا اتفاق ہے تب بھی اوسکے اوپر قیاس قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ یہاں پر اگر لفظ علی شرط کیلئے لگایا جاوے تو پورے ایکہزار اوسکے اوپر ہونے چاہئیں اسواسطے کہ اصلی اوسکی غرض اپنی ہی طلاق کا ہونا ہے سوکن کی طلاق ہونا اوسکی حقیقی ایک فضول بات ہے اور اگر معاوضہ کے لئے لگایا جاوے تو نصف ہزار کا اوسکے اوپر ہونا چاہئے لہذا نصف کا ہی اعتبار کیا گیا کیونکہ نصف کی واجب ہونے میں تو کچھ شک بھی نہیں ہے۔

(۴۹۹) فان قيل كيف يجعل تطليق ثلث شرطا للالف وكلمة على دخلت على المال لا على الطلاق قلنا مطلوبها الطلاق بتبعية ايصال المال به فلما كان المال غير قابل للتعليق جعل دخول على عليه كدخوله على الطلاق لاتصال بينهما۔

(۴۹۹) اگر اعتراض کیا جاوے کہ تین طلاقوں کا دینا ہزار کی شرط کس طرح ہو سکتا ہے اسواسطے کہ لفظ علی مال کے اوپر داخل ہوا ہے نہ طلاق کے اوپر تو اوسکا یہ جواب ہے کہ عورت کی غرض یہ ہے کہ خاوند اگر اوسکو طلاق دے تو وہ کچھ مال اوسکے عوض خاوند کو دیدے پس جب مال کے اندر شرط ہونیکے قابلیت نہیں ہو تو اوسکے اوپر علی کا داخل ہونا ایسا ہوا جیسا طلاق پر داخل ہونا کیونکہ اون دونوں باہم اتصال ہے۔

(۵۰۰) او طلقي اي لو قال لامرأته طلقي نفسك ثلثا بالف او عليها اي او قال على الف فوحدت اي طلقت نفسها واحدة لم يقع شيء لانه لم يرض بالبينونة الا لتسليم جميع الالف فلو وقعت واحدة بثلث الالف لكان ضررا له بخلاف المسئلة الاولى وهي قولها طلقني على الف حيث يلزمها ثلث الالف عندهما لانها لما رضيت بالبينونة بالف فلان تكون راضية بثلث الالف اولى۔

(۵۰۰) اگر ایک شخص نے بیوی سے کہا ہو تو اپنے ایک ہزار کے تو آپکو تین طلاق دیدی یا ہزار پر کہا اور اوس نے صرف ایک طلاق دیدی تو وہ ایک طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وہ تو پورے ہزار روپیہ کے ملنے سے اوسکی علیحدگی پر راضی ہوا ہے پھر اگر ایک طلاق ہزار کے ثلث کے عوض اوسکے اوپر واقع ہو جائے تو اسمیں خاوند کا نقصان ہے بخلاف مسئلہ اولے کے یعنے طلقني ثلثا على الف کہ وہاں پر صاحبین رح کی نزدیک ایک طلاق دینے سے ہزار کا ثلث خاوند کیلئے عورت پر لازم ہو جاتا ہے اسواسطے کہ جب ہزار کے بدلہ عورت جدا ہونے پر راضی رہے تو ہزار کا ثلث دیکر جدا ہونے پر بطریق اولے راضی ہوگی۔

(۵۰۱) او طلقني اي لو قالت طلقني واحدة بالف فثلث بتشديد اللام اي طلقها ثلثا ولم يذكر الالف فهن واقعات اي يقع الطلقات عند ابي حنيفة بغير شيء لانها سألت واحدة بالف فخالف ما سألته بايقاع

(۵۰۱) اگر عورت نے کہا تو مجھکو بعوض ایک ہزار کے ایک طلاق دیدے اور اوس نے کہا میں نے تین طلاقیں دیدین اور ہزار کا کچھ ذکر نہ کیا تو امام صاحب رح کی نزدیک یہ تین طلاقیں واقع ہو جائینگی اور عورت پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ اوس نے ایک طلاق مانگی تھی پس جس نے تین طلاقیں دیکر عورت کی مخالفت کی اور جو اوس نے ذکر کیا ہے وہ عورت

الثلث فماذکرہ لایصلح ان یکون جوابا لها لان الجواب مایکون موافقا للسؤال فکان مبتدیا بالطلاق فلا یجب الالف۔

کے کلام کا جواب نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جواب سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے اور ایسا ہوا کہ گویا اپنی طرف سے تین طلاقین دین لہذا ہزار عورت کے اوپر نہ واجب ہونگے۔

(۵۰۲) والزمها الثلث ای قال لا علیها ثلث الالف باداء الواحدة لانه اجاب سوالها بایقاع الواحدة وابتدأ بزیادة الباقی۔

(۵۰۲) صاحبین رح کی نزدیک عورت کے اوپر ایک ہزار کا ثلث ایک طلاق کے بدلہ مین واجب ہوجائیگا اسواسطے کہ اوس نے ایک طلاق واقع کرکے تو اوسکے سوال کا جواب دیا اور باقی دو اپنی طرف سے تبرعا دی ہین۔

(۵۰۳) اعلم ان قوله والزمها الثلث مخالفة لماذکر فی المصفی والکافی والجامع الصغیر لقاضی خان من انها اذا قالت طلقنی واحدة بالف فطلقها ثلثا ولم یذکر الالف فیقع الثلث بغیر شئ عنده وعندهما یقع واحدة بالالف وثنتان بغیر شئ فلو قال والزمها واحدة بالف لکان احسن واوفق۔

(۵۰۳) جاننا چاہئے کہ مصنف رح کا قول کہ صاحبین رح کی نزدیک عورت پر ثلث لازم ہوگا اوس قول کے جو مصفے اور کافی اور قاضیخان کی جامع صغیر مین مذکور ہے مخالف ہے کہ جبوقت عورت خاوند سے کہی ایک ہزار کے عوض مین مجھکو ایک طلاق دیدی اور اوس نے تین طلاقین دیدین اور ہزار کا کچھ ذکر نہین کیا تو امام صاحب رح کی نزدیک تین طلاقین واقع ہوجائینگی اور عورت پر کچھ لازم نہوگا اور صاحبین رح کی نزدیک ایک طلاق ہزار کے عوض واقع ہوجائیگی اور دو طلاقین بلا عوض کے واقع ہونگی پس اگر مصنف رح کہتا کہ صاحبین رح نے ایک طلاق بعوض ایک ہزار کے اوسکو لازم کی ہے تو بہت اچھا اور بہت صحیح ہوتا۔

(۵۰۴) ولو اجابها ای الزوج امرأته فی هذه المسئلة السابقة بانت طالق ثلثا بالف اوعلیها ای اوقال علی الف فهو ای وقوع الطلاق الثلث مع لزوم المال یتوقف علی قبولها عند ابی حنیفة فمالم تقبل لا یقع لانه جعل کلامه ابتداء ایقاعا لاجوابا عنها فاذا قبلت یقع الثلث

(۵۰۴) اگر خاوند نے اس صورت کے اندر اوسکی جواب مین یہ کہا تیرے اوپر تین طلاق ہین بعوض ایک ہزار کے یا ایک ہزار پر تو امام صاحب رح کی نزدیک طلاق کا واقع ہونا اور اوسکی ساتھ مال کا لازم ہونا عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا جبتک کہ وہ قبول نہ کریگی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوس نے یہ کلام اپنے طرف سے کہا ہے اور اوسکے کلام کا جواب نہین ہے پس جب وہ قبول کریگی تو تین طلاقین بعوض ایک ہزار کے واقع ہوجائینگی۔

بالف۔

(۵۰۵) و قالا ان لم تقبل طلقت واحدة فقط وعليها الف لان كلامه جعل جوابا في حق الواحدة وان قبلت طلقت ثلثا احدٰهن بالف واثنتان بغير شيء لانه مبتدئ فيهما۔

(۵۰۵) صاحبین رح فرماتے ہیں اگر اوس نے قبول نہ کیا تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور اوسپر ایک ہزار لازم ہونگے اسلئے کہ خاوند کا کلام ایک طلاق کے حق میں اوسکے کلام کا جواب سمجھا جائیگا اور اگر اوس نے قبول کر لیا تو ایک طلاق ہزار کے عوض اور دو طلاقیں بلا عوض واقع ہونگی اسواسطے کہ وہ دو اوس نے اپنی طرف سے دی ہیں۔

(۵۰۶) وفي الجامع الكبير لقاضي خان انما يشترط القبول للاخيرين وان لم يقابلهما مال بصيغة المقابلة لمن قال لامرأته وهي صغيرة انت طالق بالف يتوقف على قبولها وان لم يلزمها والفرق بين هذه المسئلة والمسئلة السابقة ان الالف في كلامه لم يذكر فيما سبق وذكرت في هذه المسئلة۔

(۵۰۶) قاضیخان نے جامع کبیر میں بیان کیا ہے باوجود دیگر دو طلاقیں بلا عوض واقع ہوتی ہیں مگر چونکہ ایسے کلام سے بیان کیا ہے جسطرح سب کے مقابلہ میں ہزار ہونیکی صورت میں بیان کیا جاتا لہذا اوسکی قبول کرنیکی ضرورت ہے جس طرح کوئی اپنی بیوی سے جو صغیر سن ہے کہے کہ بعوض ایک ہزار کے تیرے اوپر طلاق ہے تو اگرچہ ہزار بیوی کو نہ دینے پڑینگے مگر طلاق جب ہی واقع ہوگی جب وہ قبول کرلے۔ اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں یہ فرق ہے کہ پہلی صورتمیں تو اوس نے ہزار کا ذکر جواب میں نہیں کیا ہے اور یہاں ہزار کا ذکر کر دیا ہے —

(۵۰۷) حكي ان محمدا رجع الى قول ابي حنيفة وعن ابي يوسف انها ان لم تقبل فهي واحدة بثلث الالف وان قبلت طلقت ثلثا بالف قال الشيخ ابوحسن هذا هو الصحيح لان الزوج جعل الالف بازاء الثلث فان لم تقبل وقعت واحدة بثلث الالف وان قبلت وقع الثلث بها

(۵۰۷) بعض نے بیان کیا ہے کہ امام محمد رح نے امام صاحب رح کی قول کی طرف رجوع فرمالیا ہے اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر عورت نے قبول نہیں کیا تو اوسپر ایک طلاق واقع ہوگی اور ہزار کا ثلث لازم ہوگا اور اگر قبول کر لیا تو تین طلاقیں واقع ہونگی اور ہزار روپیہ لازم ہونگے شیخ ابوالحسن نے بیان کیا ہے یہی بات صحیح ہے اسواسطے کہ خاوند نے تین کے مقابلہ میں ہزار کو ذکر کیا ہے پس اگر قبول نہ کیا تو ایک طلاق ہزار کے تہائی کے عوض پڑ جائیگی اور قبول کر لیا تو ایک ہزار کے بدلے تین واقع ہو جائینگی۔

(۵۰۸) او انت طالق اي اذا قال لامرأته انت طالق وعليك الف

(۵۰۸) اگر بیوی سے کہا تیرے اوپر طلاق ہے اور تیرے اوپر ہزار روپیہ ہیں تو خواہ عورت

فهي طالق عند ابي حنيفة قبلت او لم تقبل بغير شيء اى لا يلزمها شيء

قبول کرے یا نکرے امام صاحب رح کی نزدیک اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اور اوسپر کچھہ نلازم ہوگا۔

(٥٠٩) وان قالاه على قبولها ان قبلت يقع ويلزمها المال والا فلا لان على للمعاوضة والعطف غير مانع عنه كما اذا قال اعمل هذا العمل ولك درهم او بع هذا ولك الف۔

(٥٠٩) صاحبین رح کی نزدیک طلاق اوسکی قبول کرنے پر موقوف ہوگی اگر قبول کرلیا تو طلاق واقع ہوجائیگی اور مال لازم ہوجائیگا ورنہ نہین اسلیے کہ علی یعنی اوپر کا لفظ معاوضہ کے لئے آتا ہی اور عطف اوسکی منافی نہین ہی جیسے کوئی شخص کہے تو یہ کام کردے اور تیرے لئے ایک درم ہے یا اس چیز کو فروخت کردے اور تجھے ہزار درم ہین۔

(٥١٠) وله ان الواو للعطف والاصل في الجمل الاستقلال فيقع بالجملة الاولى طلاق ولا يلزم مال بالثانية بخلاف البيع والاجارة لانهما لا ينفكان عن المال۔

(٥١٠) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہو کہ یہان پر حرف عطف کا پایا جاتا ہو اور اصل جملون کی اندر یہہ کہ مستقل ہون پس پہلے جملہ سے طلاق واقع ہوجائیگی اور دوسرے سے مال ثابت نہوگا بخلاف بیع اور اجارہ کے کہ وہ بدون مال کے ہو ہی نہین سکتے۔

(٥١١) او على عبدى اى لو قال لها انت طالق على عبدى هذا فقبلت اوقعناه من غير لزوم قيمة۔

(٥١١) اگر خاوند نے اپنے غلام کیطرف اشارہ کرکے بیوی سے کہا میرے اس غلام کے عوض تیرے اوپر طلاق ہے اور اوس نے قبول کرلیا تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہوجائیگی اور عورت پر غلام کی قیمت نہ لازم ہوگی۔

(٥١٢) وقال زفر يلزمها قيمة العبد لانه سمى مالا وقبلت وعجزت عن تسليمه فلزمها قيمته كما لو سمى عبد الغير۔

(٥١٢) امام زفر رح فرماتے ہین غلام کی قیمت عورت کو دینی پڑیگی اسواسطے کہ خاوند نے ایک مال بیان کیا اور عورت نے قبول کرلیا مگر اوسکو دے نہین سکتی ہی لہذا قیمت دیگی جس طرح کسی اور کے غلام کو بتادیتا۔

(٥١٣) ولنا ان وجوب القيمة مبنى على صحة التسمية وهنا لم يصح التسمية لان المسمى في يد مالكها وتسليمها اليه غير متصور بخلاف

(٥١٣) ہماری یہ دلیل ہو کہ قیمت کا واجب ہونا تسمیات پر موقوف ہو کہ اوسکا مقرر کرنا صحیح ہو اور یہان اوس غلام کو عوض مین مقرر کرنا درست ہی نہین اسواسطے کہ وہ تو مالک کے قبضہ میں موجود ہی ہی پھر اوسکی قبضہ مین دینے کے کیا معنی

عبد الغير لان تسليمه ممكن عند اجازته۔

یعنے بخلاف دوسرے کے غلام کے کہ اگر وہ دوسرا اجازت دیدے تو عورت وہ غلام خاوند کو دے سکتی ہے۔

(۵۱۴) ولو اختلعت وهى مريضة على مال اعتبرناه من الثلث۔

(۵۱۴) اگر عورت نے اپنی بیماری کے حالتمین بعوض مال کے خاوند سے خلع کرایا ہے تو ہمارے نزدیک ثلث مال سے ہو سکیگا۔

(۵۱۵) وقال ز فر يعتبر بدل الخلع من جميع المال لان البضع متقوم عند الدخول فى الملك ولهذا لو تزوج المريض امرأة بمهر مثلها يكون من جميع المال فكذا عند الخروج

(۵۱۵) امام زفر رحمہ فرماتے ہین کل مال سے خلع کرا سکتی ہے۔ اسواسطے کہ ملک مین داخل ہوتے وقت بضع کی قیمت ہوتی ہے ولہذا اگر کوئی مریض کسی عورت سے مہر مثل نکاح کرلے تو تمام مال سے اوسکا مہر لیا جائیگا اسیطرح ملک سے خارج ہوتے وقت بھی اوسکی قیمت ہوگی۔

(۵۱۶) ولنا انه تبرع لان البضع غير متقوم حال الخروج۔

(۵۱۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ بدل خلع کا دینا عورت کی طرف سے بطور تبرع اور سلوک کی ہے اسواسطے کہ ملک سے نکلتے وقت بضع کی کچھ قیمت نہیں

(۵۱۷) ثم المسمى انما يعتبر عندنا اذا ماتت بعد انقضاء العدة وان ماتت فيها فللزوج الاقل منه ومن الميراث ان كان يخرج من الثلث وان لم يخرج فلها الاقل من ميراثها ومن الثلث۔

(۵۱۷) بدل خلع جو عورت نے مقرر کیا ہے ہمارے نزدیک اوسکا جب اعتبار ہوگا کہ جب انقضاء عدت کے بعد عورت کا انتقال ہووے اور اگر عدت کے اندر مرگئی تو خاوند کو اوس مقرر کی ہوئی و میراث مین جو کم ہوگا وہ دیا جائیگا یعنے اگر وہ بدل کم ہے تو بدل اور اگر وراثت میں سے اوسکا حصہ بدل سے کم ہے تو اوسکا حصہ دیا جائیگا مگر یہ جبکہ تہائی سے اوس کا حصہ نکلتا ہو اور اگر تہائی سے

(۵۱۸) والمبارأة بالهمزة وتركها خطاء وهى ان يقول لامرأته برئت من نكاحك بكذا او تقبله وهى والخلع يسقط بهما حقوق النكاح عند ابى حنيفة من الجانبين اى لا يبقى لاحدهما على الاخر دعوى فى المهر۔

(۵۱۸) مبارأت یعنے اپنی بیوی سے کہنا کہ اتنے مال کے عوض مین تو اپنے نکاح سے رہا ہوگئی اور اوسکا قبول کرلینا اور ایک خلع یہ دونوں ایسے چیزین ہین کہ امام صاحب رح کی نزدیک ان کی وجہ سے جانبین سے حقوق نکاح کے ساقط ہوجاتے ہین یعنے کسی کو دوسرے پر مہر کا دعویٰ نہین رہتا۔

(۵۱۹) اعلم ان الخلع على قوله على اربعة اوجه اما ان لا يسميا شيئا او سميا المهر او بعضه او مالا اخر فكل وجه على

(۵۱۹) جاننا چاہیے کہ امام صاحب رح کے قول کے موافق خلع کی چار صورتین ہین یا تو وہ دونون کچھ بدل نہ مقرر کرین یا مہر کو بدل قرار دیں یا مہر مین سے کچھ حصہ کو بدل خلع مقرر کریں

وجهين اما ان يكون قبل الدخول وبعده فان لم
يسميا شيئا برئة كل منهما عن الآخر مقبوضا كان
او غيره قبل الدخول وبعده فان سميا المهر ففي المدخول
بها ان كان مقبوضا رجع عليها وان لم يكن مقبوضا
سقط وكذا في غير المدخول بها يرجع عليها نصفه بالشرط
ونصفه بالطلاق قبل الدخول وان سميا بعض المهر بان
خالعها على عشر مهرها والمهر الف مثلا ففي المدخول
بها والمهر مقبوض رجع عليها بمائة درهم بالشرط وسلم
الباقي لها وان لم يكن مقبوضا سقط كل المهر عنه مائة
بالشرط والباقي بالخلع ففي غير المدخول بها يرجع عليها
ستمائة مائة منها بدل الخلع وخمسمائة بالطلاق قبل
الدخول قياسا وفي الاستحسان يرجع عليها بخمسين درهما
لان ذلك نصف عشر مهرها وبرأت عن الباقي بالخلع
وان لم يكن المهر مقبوضا سقط كله وان سميا مالا آخر
والمهر مقبوض فله المسمى لا غير وان لم يكن مقبوضا
فله المسمى وسقط عنه المهر بحكم
الخلع وان كان قبل الدخول وكان
المهر مقبوضا فله المسمى وسلم لها
ما قبضت وان لم يكن مقبوضا فله
المسمى بالشرط وسقط عنه المهر
بحكم الخلع۔

(۵۲۰) قيد بحقوق النكاح لان سائر
الحقوق مما لا يتعلق به كالقرض وغيره
لا يسقط۔

(۵۲۱) واسقط بهما اي محمد بالمبارأت

یا کسی اور مال کو مقرر کریں اور پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں
ہیں یا تو یہ قبل از دخول ہو یا بعد از دخول پس اگر کچھ مقرر نہیں کیا
ہے تو ہر ایک دوسرے سے بری ہو گیا خواہ عورت نے اپنا مہر لیلیا ہو
یا نہ لیا ہو اور دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر بدل خلع مہر کو قرار
دیا ہے پس اگر عورت مدخولہ ہے اور مہر لیچکی ہے تو خاوند مہر اوس سے
واپس لیلے اور اگر ہنوز اوس نے مہر نہیں لیا تھا تو اب خاوند کے
ذمے سے ساقط ہو گیا اور ایسی ہی غیر مدخولہ میں اوس سے سب
مہر واپس کر لیگا نصف تو بدل خلع میں اور نصف طلاق قبل
از دخول کے وجہ سے اور اگر مہر کا ایک حصہ بدل خلع مقرر کیا ہے
مثلا مہر کا دسواں حصہ بدل خلع مقرر کیا اور اوسکا مثلا مہر
ایک ہزار ہے اور عورت مدخولہ ہے اور مہر لیچکی ہے تو وہی ایکسو
اوس سے واپس لیلے جو بدل مقرر ہوئی ہیں اور باقی عورت
کو چھوڑ دے اور اگر مہر عورت نے ہنوز نہیں لیا تھا تو تمام
مہر ساقط ہو جائیگا سو تو مقرر کر لینے کے وجہ سے اور باقی
خلع کی وجہ سے پس اس صورتیں اگر اوس سے دخول نہیں
کیا ہے تو از روی قیاس اوس سے چھ سو وصول کرنے چاہئیں
ایک سو تو خلع کی بدل اور پانچ سو طلاق قبل الدخول کی وجہ
سے مگر استحسانا اوس سے پچاس درہم لیلئے جائینگے اسواسطے
کہ یہ مہر کے دسویں حصہ کا نصف ہے اور خلع کی وجہ سے باقی سے
بری ہو جائیگی اور اگر مہر پر قبضہ نہیں کیا تو کل ساقط ہو
جائیگا اور اگر کچھ اور مال مقرر کیا ہے اور مہر عورت لے چکی ہے تو جو مقرر

(۵۲۰) حقوق نکاح کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ باقی حقوق
جو متعلق بالنکاح نہیں ہیں مثل قرض وغیرہ کے وہ ساقط
نہونگی ـــــ

(۵۲۱) امام محمد رح کی نزدیک مبارات اور خلع سے

و الخلع ما سمیاه۔

جو اونہون نے مقرر کیا ہی ساقط ہو جائیگا۔

۵۲۲، و یوافق الاول ای ابو یوسف ابا حنیفة فی الاول ای المبارأت و الثانی فی الثانی ای و افق محمد افی الخلع لان المبارأت مفاعلة یقتضی البرائة من الجانبین مطلقا لکن مراد ہا بدلالة الحال البرائة عن حقوق النکاح و اما الخلع فیقتضی البینونة فقط فیزول نفس النکاح لا سائر احکامه۔

۵۲۲) امام ابو یوسف رح مبارات کے اندر امام صاحب رح کے موافق ہین اور خلع کے اندر امام محمد رح کی موافق ہین اسلئے کہ مبارأت باب مفاعلت سے ہی اور وہ جانبین سے ہر طرح کی برات کو چاہتی ہی مگر قرینہ حالیہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اونہون نے حقوق نکاح سے برات مراد لی ہی اور خلع صرف بینونت کو چاہتا ہی لہذا فقط نکاح اوس سے جاتا رہیگا باقی احکام نکاح کے اوس سے زائل نہونگی۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

۵۲۳، و لمحمد ان هذا عقد معاوضة فوجب الاقتصار علی البدل المشروط کسائر المعاوضات و لهذا لم یسقط نفقة العدة و النفقة مع کونها اضعف من المهر اذا لم یسقط فالمهر اولی۔

۵۲۳) امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ یہ عقد معاوضہ ہی اسواسطے جو عوض مقرر ہوا ہی صرف اوسیقدر خاوند کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا جس طرح اور معاوضات کا حال ہی ولہذا حالت عدت کا نفقہ اوس سے ساقط نہین ہوتا پس جب نفقہ باوجودیکہ بہ نسبت مہر کے ایک بنا چیز ہی نہین ساقط ہوا تو مہر بطریق اولی ساقط نہوگا

۵۲۴، و لابی حنیفة ان الخلع صلح وضع لقطع المنازعة و ذا انما یتحقق اذا لم یبق لاحدهما حق متعلق بالنکاح علی الاخر و اما نفقة العدة فان شرطه فی الخلع و المبارأة سقط و الا لا و اما نفقة الولد و هی مؤنة الرضاع لا یسقط اتفاقا الا اذا اشترطا سقوطها و ان شرطا ان و قت لذلك و قتا کسنة و نحوها جاز و الا لم یجز و لم یقع البراءة کذا فی الکفایة

۵۲۴) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ خلع ایک قسم کی صلح ہی جو قطع منازعت کے لئے مقرر ہوا ہی اور قطع منازعت اوسیوقت ہو سکتا ہی کہ جب کسی کا دوسرے کے اوپر نکاح کے متعلق کوئی حق نہ رہی اور رہا باقی رہا عدت کا نفقہ تو یہ ایسی چیز ہی کہ اگر خلع اور مبارأت کی بابت اوسکو بھی بدل خلع مین مقرر کر لیا ہی تب تو خاوند کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا ورنہ نہین اور اولاد کا نفقہ یعنے دودہ پلانے کے اجرت بالاتفاق ساقط نہوگی مگر جب اوسکا سقوط شرط کر لیا جاوی اور اگر اوس کے لئے اونہون نے ایک مدت مثلا ایک سال مقرر کر لیا تو بھی صحیح ہی ورنہ جائز نہین ہی اور برات نہوگی۔ کذا فی الکفایہ۔

فصل فی الظهار

فصل ظہار کے بیان مین

۵۲۵) اذا ظاهر من امرأته بأن شبهها او عضوا منها یعبر به عنها ای یعبر بالعضو عن ذات المرأة کالرأس والوجه ونحوهما او جزءً ای شبه جزءً شائعًا کنصفها وثلثها بعضو ای بعضو امرأة وهو متعلق بشبه یحرم علیه ای علی الزوج النظر الیه ای الی ذلك العضو الجملة صفة عضو ومن فی هذه للبیان ای العضو المشبه به یکون من امرأة یحرم علیه نکاحها مؤبدًا کامه وبنته واخته ونحوها۔

۵۲۵) اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اوس سے صحبت کرنا اور اوسکی دواعی مثلاً بوسہ لینا یا معانقہ کرنا جبتک کہ کفارہ نہ دی حرام ہیں اور ظہار کی صورت یہ ہو کہ اپنی بیوی کو یا اوسکی کسی ایسی عضو کو جس کے ساتھ ذات کو تعبیر کر سکتے ہیں جیسے سر یا موںھ یا اوسکی ایک حصہ کو جو ہر طرف سے اوسکا حصہ ہو سکتا ہو مثلاً نصف یا ثلث کسی ایسی عورت سے جو ہمیشہ کے لئے اوسپر حرام ہو مانند ماں یا بیٹی یا بہن وغیرہ کے یا اوسکی ایسی عضو سے تشبیہ دیجائے جسکے طرف اسکو دیکھنا حرام ہو بعضو کا لفظ ترکیب مین شبہ کی متعلق ہو اور یحرم علیہ النظر الیہ جملہ ہوکر عضو کی صفت ہو اور من امرأة مین من کا لفظ عضو مشبہ بہ کے بیان کے لئی ہو یعنی ایسی عورت کے عضو سے تشبیہ دی جسکے ساتھ کسی وقت مین نکاح جائز نہیں ہو سکتا

۵۲۶) زاد فی النهایة قیدًا آخر ناقلا من شرح الطحاوی وهو لفظ اتفاقًا لیخرج ام المزنی بها وبنتها لانه لو شبهها بها لا یکون مظاهرًا وفی شرح المختار یکون مظاهرًا عند ابی یوسف خلافًا لمحمد هذا بناء علی ان القاضی اذا قضی بجواز نکاحها ینفذ عنده خلافًا لابی یوسف۔

۵۲۶) نہایہ کی اندر شرح طحاوی سے نقل کرکے ایک قید بالاتفاق کے اوسکی اندر اور بڑہائی ہو یعنے جسکی عضو کے ساتھ تشبیہ دی ہو اوسکی ساتھ بالاتفاق ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو تاکہ زنا کی ہوئی عورت کی ماں اور اوسکی بیٹی اس سے خارج ہوجائیں کہ اگر اپنی بیوی یا اوسکی عضو کو مزنیہ کی ماں یا بیٹی سے یا اوسکی عضو سے تشبیہ دی تو ظہار نہوگا مگر شرح المختار مین ہو کہ امام ابو یوسف کی نزدیک ظہار ہوجائیگا بخلاف امام محمد رح کے اسکی بنا اسپر ہو کہ اگر قاضی نے یعنی جس عورت سے زنا کیا ہو ماں یا بہن کیساتھ جواز نکاح کا حکم دیدے تو امام محمد رح کے نزدیک نافذ ہوجائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نافذ نہ ہوگا۔

۵۲۷) وفی المحیط لو قبل امرأة او لمسها بشهوة ثم شبه امرأته ببنتها لا یکون مظاهرًا عند ابی حنیفة ولا یشبه هذا وطئها لان حرمته منصوص علیها وحرمة الدواعی غیر منصوص علیها۔

۵۲۷) محیط مین بیان کیا ہو اگر ایک شخص کسی عورت کا بوسہ لیلے یا شہوت سے اوسکو ہاتھ لگادے اور پھر اپنی بیوی کو اوسکی بیٹی کیساتھ تشبیہ دی تو امام صاحب رح کے نزدیک ظہار نہوگا اور یہی حال زنا کا سا نہوگا اسواسطے کہ زنا کی حرمت نص سے ثابت ہو اور اوسکے دواعی کی حرمت نص سے ثابت نہین ہو۔

۵۲۸) فقد حرم علیه وطئها ای وطئ

۵۲۸) ظہار کے اندر جماع اور اوسکی دواعی کے حرمت بدون

امرأته بدواعيه كالقبلة والمعانقة الى ان يكفر عن ظهاره وهذه الحرمة لا ترتفع بسبب الا بالكفارة حتى لو ارتدت زوجته ولحقت بدار الحرب ثم سبيت واشتراها زوجها او طلقها ثلثا ثم تزوجها بعد التحليل لا يحل لها وطئها بلا تكفير لقوله تعالى والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا الاية روى ان خولة امرأة اوس رآها زوجها وهى تصلى وكانت حسنة الجسم فلما سلمت راودها فابت فغضب فظاهر منها فاتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال حرمت عليه فبكت وقالت ان لى صبية صغارا ان ضممتهم اليه ضاعوا وان ضممتهم الى جاعوا وشكت الى الله تعالى فقالت اللهم انزل على لسان نبيك فغشى رسول الله صلى الله عليه وسلم الوحى فنزلت فيها قد سمع الله قول التى تجادلك فى زوجها الى اخر الاية وفى قوله تعالى من نسائهم اشارة الى ان الامة لا ظهار منها

کفارہ ادا کئے نہین جاتی ہے کہ اگر اوسکی بیوی مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جا پہونچے اور پہر قید ہوکر دار الاسلام مین آئی اور خاوند نے اوسکو خرید لیا یا خاوند نے اوسکو تین طلاقین دیدین اور پہر بعد از تحلیل اوس سے نکاح کر لیا تو بدون کفارہ دئیے اوس سے صحبت کرنا درست نہین ہے لقولہ تعالی والذین یظاہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا یعنی اور جو لوگ اپنی بیویون سے ظہار کرتے ہین پہر اپنے قول سے پہر جاتے ہین تو ایک بردہ کا دونون کے ملنے سے پہلے آزاد کرنا لازم ہے۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی خولہ کو نماز پڑہتی ہوئی دیکہا اور وہ صورت شکل کی اچہی تہین جب وہ نماز سے سلام پہیر چکی تو حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس انکو بلایا اونہون نے انکار کیا تو وہ غصہ مین آکر ظہار کر بیٹہے خولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اونکے اوپر حرام ہوگئین اس سے اونکا دل غمگین ہوا اور عرض کرنے لگین میرے چہوٹے چہوٹے بچے ہین اگر اوسکے حوالہ کر دونگی تو خراب خستہ پہرینگے اور اگر اپنے پاس رکہونگی تو بہوکون مر جائینگے اور خدا ہی تعالی کی طرف وہ روتے رہتی تہین اور کہتی لگین بار خدایا اپنی نبی کے زبان پر میرے حق مین کچہہ نازل فرما وہ یہ کہہ رہی تہین کہ آنحضرت پر وحی کے آثار نمایان ہوگئی اور یہ آیت نازل ہوئی قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا الآیہ اور یظاہرون من نسائہم سے اسبات کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ باندی سے ظہار نہین ہوتا۔

(۵۲۹) فان اقدم مظاهر اى على الجماع قبل التكفير استغفر الله ولا شئ عليه غير الكفارة لما روى انه عم قال

(۵۲۹) اگر کفارہ دینے سے پہلی بیوی سے صحبت کر بیٹہا تو اس گناہ کی خدا سے مغفرت مانگے اور نادم ہووے مگر کفارہ کے سوا اور کچہہ اوسکو دینا نہ پڑیگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہے

لرجل واقع امرأته وقد ظاهر منها استغفر الله ولا تعد حتی تکفر ولو کان علیه شیء اخر لبینه ء م لثبوت الحاجة الی البیان۔

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کر نیکی بعد صحبت کرلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا خدائے تعالی سے اپنے گناہ کے مغفرت چاہو اور پھر ایسا نہ کرنا جبتک تم کفارہ نہ دو اور اگر اوسکا اوپر کچھ اور بھی واجب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو بیان فرماتے سوائے اسکے کہ بیان کی ضرورت تھی

(۵۳۰) ولا نعتبره ای الظهار من ذمی وقال الشافعی یعتبر ظهاره ویلزمه التکفیر بالمال لانه یملك طلاقها فیملك ظهارها۔

(۵۳۰) ہمارے نزدیک اگر کوئی ذمی اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ امام شافعی رح کے نزدیک ذمی کے ظہار کا بھی اعتبار ہے اور اوسکو بھی مال سے کفارہ دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ جب وہ طلاق دینیکا اختیار رکھتا ہے تو اوس سے ظہار بھی کرسکیگا۔

(۵۳۱) ولنا ان الکفارة عبادة ولهذا احتیج فیها الی النیة والذمی لیس اهلا لها۔

(۵۳۱) ہماری یہ دلیل ہے کہ کفارہ حقیقت میں ایک عبادت ہے ولہذا اوس میں نیت کی حاجت ہے اور ذمی عبادت کا اہل نہیں ہے۔

(۵۳۲) ونفسر العود الموجب للکفارة وهو العود المذکور فی قوله تعالی والذین یظاهرون من نسائهم ثم یعودون لما قالوا بالعزم ای عزم المظاهر علی وطیها لا بالامساك ای قال الشافعی عوده ان یمسکها حتی لو طلقها عقیب الظهار بلا فصل لا کفارة علیه لان موجب هذا التشبیه ان لا یمسکها نکاحا فاذا امسکها فقد نقض ظهارها یقال عاد له ای نقضه۔

(۵۳۲) ہمارے نزدیک لفظ عود سے جو موجب کفارہ ہے اور یعودون لما قالوا کی اندر واقع ہے جماع کا ارادہ کرنا مراد ہے اوسکا صرف روک لینا مراد نہیں ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں اوسکا عود کرنا یہی ہے کہ عورت کو علیحدہ نہ کرے ولہذا اگر ظہار کرتے ہی اوس نے عورت کو طلاق دیدی تو اوسپر کفارہ نہیں ہے اسواسطے کہ اس تشبیہ کا مقتضا یہ ہے کہ اوسکو اپنی نکاح میں نہ رہنے دے اور جب اپنے نکاح میں رہنے دیا تو اپنے ظہار کو توڑ دیا کہا کرتے ہیں عاد لہ اور یہ مراد ہوتا ہے کہ اوسکو توڑ دیا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۵۳۳) ولنا ان موجب الظهار هو الامتناع عن الوطی ونقضه هو العزم علیه فمعنی قوله تعالی ثم یعودون لما قالوا یعودون لتحلیل ما حرموا علی

(۵۳۳) ہماری یہ دلیل ہے کہ ظہار کا مقتضی صحبت سے باز رہنا ہے اور ظہار کا توڑنا یہی ہے کہ صحبت کا ارادہ کرے پس ثم یعودون لما قالوا کے معنے یہ ہیں ثم یعودون لتحلیل ما حرموا بتقدیر

حذف المضاف۔

مضاف۔

(۵۳۴) وان قال لامرأته انت علي مثل امي فهذا كناية يسأل فيها عن نيته فان نوى الكرامة اي ان قال اردت انها مكرمة عندي كامي صدق لانه محتمل كلامه۔

(۵۳۴) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو میرے اوپر ماں کے مانند ہے تو یہ الفاظ کنایہ میں سے ہی یہاں اوس سے نیت دریافت کیجائیگی اگر اوس نے کہا میری یہ مراد تھی کہ وہ عزت میں میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہے تو اوسکا یہ کہنا معتبر ہوگا اسواسطے کہ اوسکے کلام کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

(۵۳۵) او الظهار اي ان قال اردت الظهار كان ظهارا لانه لو شبهها بظهر الام كان ظهارا فاذا شبهها بكلها كان اولى۔

(۵۳۵) اور اگر اوس نے کہا میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو یہ ظہار ہوگا اسلئے کہ ماں کے پیٹھ کیساتھ تشبیہ دینے سے ظہار ہو جاتا ہے اور یہاں تو اوسکی ذات کے ساتھ ہی تشبیہ دی ہے پس بطریق اولی ظہار ہوگا۔

(۵۳۶) او الطلاق اي ان قال اردت الطلاق فبائنا اي فقد كان طلاقا بائنا لانه شبهها بالام في الحرمة فصار كانه قال انت علي حرام و نوى الطلاق۔

(۵۳۶) اگر اوس نے کہا میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو طلاق بائن واقع ہو جائیگی اسلئے کہ ماں کے ساتھ حرمت میں اوس نے تشبیہ دی تو گویا ایسا ہوا جیسا کہا تو میرے اوپر حرام ہے اور طلاق کی نیت کی۔

(۵۳۷) وان لم ينو فليس بشئ لانه يحتمل وجوها فلا مرجح لبعضها۔

(۵۳۷) اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو یہ قول کچھ بھی نہ ہوگا اور نہ سمجھا جائیگا اسواسطے کہ اسکے کئی معنی ہو سکتے ہیں پس ایک معنی کا کوئی مرجح نہیں پایا گیا۔

(۵۳۸) وجعله اي محمد هذا التشبيه الخالي عن النية ظهارا لوجود التشبيه بالام فيه صريحا۔

(۵۳۸) امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر اسکے اندر کچھ نیت نہیں کی ہے تو یہ ظہار ہوگا کیونکہ صراحتاً ماں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

(۵۳۹) او انت اي قال انت حرام كظهر امي بنية الطلاق او الايلاء فهو ظهار عند ابي حنيفة وقالا ما نوى اي ما نواه من الطلاق او الايلاء فهو معتبر۔

(۵۳۹) اگر اپنی بیوی سے کہا تو میرے اوپر حرام ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ اور طلاق یا ایلاء کی نیت کی تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ظہار ہوگا۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں جو نیت کی ہے وہی ہوگا اور اوسکی نیت معتبر ہوگی۔

(۵۴۰) قيد بنية احدهما لانه لو نوى

(۵۴۰) طلاق یا ایلاء کی نیت کرنے کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ

الظهار او لم ینو شیئا فهو ظهار اتفاقا
(۵۴۱) لهما ان قوله انت علیّ حرام
یحتمل الطلاق والایلاء وقوله کظهر امی
تاکید بتلك الحرمة ولا یتغیر به
کلامه فیعتبر ما نواه کما لو قال انت
علیّ حرام کامی وله ان قوله کظهر
امی محکم فی الظهار لانه صریح فیه
فیحمل المحتمل علی المحکم فلا یعتبر فیه غیره
کما لم یعتبر فی صریح الطلاق بخلاف
قوله کامی لانه لیس بصریح فی الظهار
(۵۴۲) او انتن ای لو قال لنسائه انتن
علیّ کظهر امی کان مظاهرا منهن و
اوجبوا ای الکفارة بعددهن وقال
مالك تجب کفارة واحدة لانه ظاهر
منهن بکلمة واحدة کما لو قال والله لا
اقربکن ثم اقربهن لم یلزم الا کفارة واحدة
ولنا ان الکفارة فی الظهار لانهاء الحرمة
وهی تثبت فی کل واحدة منهن فیتعدد
الکفارة بتعددها بخلاف الایلاء لان
الکفارة لهتك حرمة اسم الله وهو ذکر
مرة۔

(۵۴۳) ولو ظاهر ثم ارتدا او اسلما معاً
او هو ای لو ارتد الزوج ثم اسلم وجدد
نکاحها فهو باق عند ابی حنیفة وقالا
بطل ظهاره لان الکافر لیس من اهل

اگر ظہار کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بالاتفاق یہی ظہار ہوگا۔
(۵۴۱) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا یہ قول کہ تو میرے
اوپر حرام ہے اسمین طلاق اور ایلاء کا احتمال ہے اور ماں کے پیٹھ کے ساتھ
تشبیہ دینے سے اوس حرمت کی تاکید ہے اور اوس سے کلام میں تغیر
نہیں ہوتا پس جو نیت کریگا معتبر ہوگی جیسے کہی تو میرے اوپر
حرام ہے میری ماں کی طرح۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا
یہ کہنا میری ماں کے پیٹھ کے مانند ہے خاص ظہار کے لئے موضوع ہے اسواسطے کہ صراحۃً
اوسپر دلالت کرتا ہے لہذا جس لفظ میں دوسری معنی کا بھی احتمال ہے اسکی ساتھ
اوسکو بھی ظہار ہی پر محمول کرینگے اور اوس میں دوسرے کسی چیز
کا احتمال نہ ہوگا جس طرح طلاق صریح کے اندر بجز طلاق کے کسی دوسری چیز کا اعتبار
(۵۴۲) اگر اپنی کئی بیویوں سے کہا تم میرے اوپر میری ماں
کے پیٹھ کے برابر ہو تو اون سب سے ظہار ہو جائیگا اور سب کے
نزدیک ہر ایک بیوی کے مقابلہ میں ایک ایک کفارہ دینا لازم ہوگا
مگر امام مالک رح فرماتی ہیں کفارہ صرف ایک ہی دینا پڑیگا اسواسطے
کہ ایک ہی کلمہ سے اوس نے سب کے ساتھ ظہار کیا ہے جس طرح قسم
کھائے کہ میں تم سے خدا کی قسم صحبت نہیں کرونگا اور پھر اون سب سے
صحبت کرے تو صرف ایک ہی کفارہ دینا لازم ہوتا ہے ہماری دلیل
یہ ہے کہ ظہار کے اندر کفارہ تنہائی حرمت کے لئے ہوتا ہے اور حرمت
ہر ایک بیوی میں ثابت ہو جاتی ہے لہذا اوسکی تعدد سے کفارہ بھی
متعدد ہو جائیگا بخلاف ایلاء کی کہ وہاں کفارہ خدا تعالی کے نام کے
ہتک حرمت کرنے کی وجہ سے واجب ہوا کرتا ہے اور خدا تعالی کا نام صرف ایک ہی مرتبہ ذکر کیا ہے
(۵۴۳) اگر ایک مسلمان نے اپنی مسلمان بیوی سے ظہار کیا اور پھر العیاذ باللہ تعالی
وہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہو گئے اور پھر ساتھ ہی مسلمان ہو گئے
یا صرف خاوند مرتد ہو کر پھر مسلمان ہو گیا اور تجدید نکاح کر لی تو امام
صاحب رح کی نزدیک وہ ظہار بدستور باقی ہے۔ اور صاحبین رح

الظهار وهو بالردة صار كافرًا حكمًا ولا ينعقد الظهار بلا اهلية وله ان الاهلية انما يعتبر عند انعقاد السبب ليتقرر موجبا وعند اداء الكفارة ليصح الاداء لا فيما بينهما ولهذا لو جن بعد ما ظاهر ثم افاق بقي ظهاره۔

(۵۴۴) ويكفر المظاهر بعتق رقبة سليمة عن العيب كاملة الرق قبل المسيس اي الجماع لقوله تعالى فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا اما وصف السلامة وكمال الرق فمستفاد من اطلاق الرقبة لان المطلق منصرف الى الكامل ويستفاد منه جواز عتق الصغيرة والكبيرة والذكر والانثى۔

(۵۴۵) ونجيز الكافر والمكاتب الذي لم يؤد شيئا اي جاز اعتاقهما للكفارة

(۵۴۶) وقال الشافعي لا يجوز۔

(۵۴۷) قيد بقوله لم يؤد لانه لو ادى شيئا من بدل كتابته لا يجوز عندنا ايضا في الرواية المشهورة لانه تحرير بعوض۔

(۵۴۸) له في المسئلة الاولى ان الكفارة حق الله فلا يجوز صرفها الى عدوه ولهذا لم يجز المرتد ولنا اطلاق قوله تعالى فتحرير رقبة واما عدم جواز المرتد فلانه مستحق القتل

رح فرماتے ہیں ظہار باطل ہوگیا اسلئے کہ کافر ظہار کا اہل نہیں ہوتا اور اوسکے مرتد ہونیکی وجہ سے کافر کا حکم ہوگیا تھا اور بدون اہلیت ظہار کے ظہار نہیں ثابت ہو سکتا ہے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ ایک تو ظہار کرتے وقت ظہار کے اہلیت چاہئیے تاکہ اوسکا حکم ثابت ہو سکے اور ایک کفارہ ادا کرتے وقت اہلیت ہونی چاہئیے تاکہ ادا کرنا صحیح ہو اور بیچ میں اہلیت کا ہونا کچھ ضروری نہیں ہے۔ لہذا اگر ظہار کرنے کے بعد مجنون ہوجاوے پھر افاقہ

(۵۴۴) ظہار کرنیوالے پر لازم ہے کہ صحبت کرنے سے پہلے ظہار کا کفارہ ادا کرے یعنے یا تو ایک بردہ جو عیب دار نہو اور پورے طور پر مملوک ہو اوسکو آزاد کرے لقولہ تعالی فتحریر رقبة من قبل ان یتماسا یعنے اس سے پہلے کہ وہ آپس میں ملیں ایک بردہ کا آزاد کرنا ہے باقی رہا اوسکے اندر عیب کا نہونا اور مملوکیت تامہ کا ہونا یہ قیدیں مطلق بردہ کے ذکر کرنیسے مفہوم ہو گئے ہیں اسواسطے کہ مطلق سے فرد کامل مراد ہوا کرتا ہے اور اوسی سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ باندی ہو یا غلام ہو صغیر سن ہو یا جوان ہو سب کا آزاد کرنا کفارہ میں جائز ہوا ہے

(۵۴۵) ہمارے نزدیک کافر غلام اور اوس مکاتب غلام کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے جس نے ہنوز بدل کتابت کچھ ادا نہیں کیا ہے ——

(۵۴۶) امام شافعی رح فرماتے ہیں ان دونوں کا کفارہ میں آزاد کرنا

(۵۴۷) بدل کتابت کے ادا نکرنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر بدل کتابت کچھ ادا کر دیا ہے تو روایت مشہورہ کے موافق ہمارے نزدیک بھی آزاد کرنا جائز نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد کرنا بعوض ہے۔

(۵۴۸) امام شافعی رح کی دلیل کافر کے آزاد نکرنے میں یہ ہے کہ کفارہ خدای تعالی کا حق ہے لہذا اوسکی دشمن کی آزاد کرنیسے خدای تعالی کا حق ادا نہو سکیگا اسواسطے مرتد کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور ہماری دلیل فتحریر رقبة کا مطلق ہونا ہے اور باقی رہا مرتد کی آزاد کرنیکا عدم جواز سو اوسکی وجہ یہ ہے کہ وہ قتل کا مستحق ہے لہذا اگر باندی مرتدہ

حتی لو کانت مرتدة جاز و المصروف الی الکفارة مالیته دون اعتقاده وکونه عدو الله لا یمنع التقرب الی الله ولهذا لو نذر بالعتق خرج من عهدته بعتق الکافر وله فی المسئلة الثانیة ان المکاتب یستحق الحریة بجهة فلا یجوز اعتاقه للکفارة کالمدبر وام الولد ولنا ان الرق فی المکاتب قائم من کل وجه ولهذا کان قابلاً للفسخ ونقصان الملک فیه یداً لا یوجب نقصاً فی رقبته کالماذون فی التجارة

(۵۴۹) ولا یجوز المدبر وام الولد لانهما حران من وجه ولهذا لا یجوز عودهما الی الرق

(۵۵۰) ولا مقطوع الیدین لفوات منفعة البطش عنه او ابهامیهما لفوات قوت البطش عنه او الرجلین لفوات منفعة المشی عنه و فائت جنس المنفعة کالهالک ذاتا ولهذا اوجب الشارع کمال دیة النفس عند فوات جنس المنفعة۔

(۵۵۱) ولا المجنون المطبق ای لا یجوز اعتاق المستغرق بالجنون للکفارة لان الانتفاع بالاعضاء انما یکون بالعقل۔

(۵۵۲) ولا الاعمی۔

ہی تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہی اور کفارہ کے اندر اوسکے مالیت کا ادا کرنا ہوتا ہی اوسکی اعتقاد کو اسمین کچھہ دخل نہین ہی اور اوسکا عدو اللہ ہونا تقرب الی اللہ کا مانع نہین ہی واسطے اگر ایک غلام کی آزاد کرنیکے نذر کے تو کافر غلام کے آزاد کرنے سے اوسکی ذمہ سے نذر اوتر جائیگی۔ اور دوسرے مسئلہ مین یعنے مکاتب کی عدم جواز مین امام شافعی رح کی یہ دلیل ہی کہ مکاتب اپنی طرف سے آزاد ہونے کا مستحق ہوجاتا ہی پس کفارہ کے لیے اوسکا آزاد کرنا صحیح نہین ہی جس طرح مدبر اور ام ولد کا۔ اور ہماری دلیل اوسکی جواز مین یہ ہی کہ مکاتب کے اندر ہر طرح سے مملوکیت موجود ہوتی ہی واسطے کتابت قابل فسخ ہوتی ہی اگر ملک کے اندر نقصان ہی تو صرف قبضہ کا نقصان ہی اور اوسکی ذات کے مملوک ہونے مین نقصان نہین آتا مثل اوس غلام کی جسکو بیع تجارت کی اجازت دیدیگئی

(۵۴۹) مدبر اور ام ولد کا کفارہ کے اندر آزاد کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ ایک طرح سے وہ دونون آزاد ہین واسطے مملوکیت نا

(۵۵۰) جس غلام کے دونون ہاتھ کٹے ہوئے ہون اوسکا آزاد کرنا بھی جائز نہین ہی اسلیے کہ وہ کسی چیز کو نہین پکڑ سکتا اور یہ منفعت اوس سے فوت ہوگئی ایسا ہے اوس غلام کا آزاد کرنا بھی جائز نہین ہی جس کے دونون انگوٹھے کٹے ہوئے ہون کیونکہ زور سے وہ کسی چیز کو نہین پکڑ سکتا اور جس سے ایک قسم کی منفعت جاتی رہی وہ ایسا ہی جیسے مرگیا ہو واسطے شارع نے ایک جنس کی منفعت کی جاتی رہنے سے پوری جان کی دیت واجب کی ہی۔

(۵۵۱) کفارہ کے اندر ایسے غلام کا آزاد کرنا بھی جائز نہین ہی جو مجنون ہو اور جنون سے کسی وقت اوسکو افاقہ نہین ہوتا اسواسطے کہ عقل ہوتی ہی تو اعضا سے بھی کام لیا جاتا ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۵۵۲) اندھے غلام کو بھی کفارہ مین آزاد کرنا صحیح نہین ہی۔

(٥٥٣) ولو اختل المنفعة ولم تفت كمن قطع احدى يديه او رجليه او كان اعور او جن مرة وافاق اخرى جاز عتقه كالمعيوب۔

(٥٥٣) اگر ایک قسم کی منفعت مین نقصان آگیا مگر وہ بالکل فوت نہین ہوئی جیسے اوسکا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو یا ایک پیر کٹا ہو یا یک چشم ہو یا کبھی اوسپر جنون آجاتا ہو اور کبھی اچھا ہوجاتا ہے تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہے جیسے عیبدار کا۔

(٥٥٤) ویجوز الاصم لان اصل المنفعة قائم ولهذا اذا صيح عليه يسمع واما الاخرس فلا يجوز لفوات جنس المنفعة واجزنا الخصي والمجبوب ومقطوع الاذنين وقال زفر لا يجوز اعتاقهم لانهم هالكون من وجه لفوات منفعة الايلاد والجمال۔

(٥٥٤) اگر ایک غلام بہرا ہو تو اوسکا آزاد کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل منفعت فوت نہین ہوئی ہے ولہذا اگر بلند آواز سے اوسکو پکارا جاوے تو وہ سن لیتا ہے مگر گونگے کا آزاد کرنا صحیح نہین ہے کیونکہ وہان زبان کے منفعت بالکل فوت ہوگئی ہے۔

+ + + + +

+ + + + +

(٥٥٥) ولنا ان هاتين المنفعتين زائدتان ولا يصير الذات بفواتهما كالهالك كما لا يصير لفوات اللحية والحاجب ولو اشترى اباه او ابنه ينوي الكفارة بشرائه يجزيه وقال الشافعي لا يجوز۔

(٥٥٥) ہمارے نزدیک خصی وہ شخص ہے جسکے خصیتین کچل دیے جائین اور جسکے خصیتین اور ذکر کاٹ ڈالے جائین وہ مجبوب ہے اور جسکے دونون کان کاٹ لیے گئے ہون آزاد کرنا جائز ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین اوسکا آزاد کرنا جائز نہین ہے اگر کفارہ کے نیت سے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور کفارہ ادا ہوجائیگا بخلاف امام شافعی رح کے۔

(٥٥٦) قيد بالشراء لانه لو دخل في ملكه بلا صنعة كالميراث ونوى به الكفارة لا يجوز اتفاقا۔

(٥٥٦) خریدنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر خود بخود اوسکی ملک مین باپ یا بیٹا داخل ہوگیا مثلاً ورثہ کے اندر اور اوسکی ملک میں داخل ہونیسے نیت کفارہ کے کرلی تو بالاتفاق جائز نہوگا۔

(٥٥٧) له ان النية اقترنت بالشرط العتق وهو الشراء لا بالعلة وهي الاعتاق فلا يعتبر كما لو قال لعبد الغير ان اشتريتك فانت حر ثم اشتراه ينوي الكفارة لا يجوز ولنا

(٥٥٧) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ یہان پر آزادی کی شرط کے ساتھ نیت متعلق ہوئی ہے یعنے خریدنیکی ساتھ اور جو آزاد ہونے کی علت ہے یعنے آزاد کرنا اوسکے ساتھ نیت نہین متعلق ہوئی لہذا اوس آزاد ہونیکا اعتبار نہوگا جس طرح کسی کے غلام سے کہی اگر مین تجھکو خریدون تو تو آزاد ہے اور پھر کفارہ کی نیت سے اوسکو خریدا تو

ان شراء القريب يوجب ملكه وملكه يوجب عتقه فيكون الشراء علة للملك مع العتق لانهما حدثا به وكان المشتري معتقا كمن رمى انسانا عمدا فاصابه فمات جعل الرامي قاتلا لان الرمي ادى الى نفوذه وهو ادى الى الموت والشراء فيما استشهد به شرط محض لا تاثير له في ايجاب الحرية فلهذا لم يفد اقتران النية به حتى لو نوى الكفارة حين قال ان اشتريتك فانت حر اجزاه لاقتران النية بالعلة۔

جائز نہوگا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ اپنی قریب کا خریدنا موجب ملک ہوا اور اوسکی ملک موجب آزادی ہے پس خریدنا ملک اور نیز آزادی کی علت ہوا اسواسطے کہ وہ دونوں اوسی سے پیدا ہوئی ہیں اور خریدنیوالا آزاد کرنیوالا ہوگا جس طرح کوئی شخص قصداً کسی کے تیر مارے اور تیر لگکر وہ مرجاوے تو تیر مارنیوالے کو قاتل کہا جائیگا اسواسطے کہ مارنے کی وجہ سے وہ تیر اوسکی بدن میں گھس گیا اور بدن میں گھسنے کی وجہ سے وہ مرگیا اور جس شہادت پیش کی ہے وہاں خریدنا آزاد ہونیکی شرط ہے اور آزاد ہونے میں اوسکو کچھ دخل نہیں ہے لہذا اوسکے ساتھ نیت کا متعلق ہونا کچھ مفید نہوگا حتی کہ اگر یہ کہتے وقت کہ میں تجھکو خریدوں تو تو آزاد ہے اوسنے کفارہ کی نیت کرلی تھی تو بلا شبہ کفارہ ادا ہو جائیگا اسواسطے کہ اس تقدیر پر علت کی ساتھ نیت کا تعلق ہوا ہے —

(۵۵۸) ولو اعتق موسر نصف عبد مشترك بينه وبين آخر للكفارة وضمن الباقي اي قيمة النصف الآخر لشريكه فاعتقه اي الموسر النصف الباقي عن الكفارة فهو غير مجزئ عند ابي حنيفة وقالا يجزئه۔

(۵۵۸) اگر ایک متمول آدمی ہے اور اوس نے ایک غلام کا جو اوسکی اور ایک دوسرے شخص کے درمیان مشترک تھا نصف کفارہ کے لئے آزاد کردیا اور نصف باقی کی قیمت کا اپنے شریک کے لئے ضامن ہوگیا اور اوس نصف کو بھی کفارہ میں آزاد کردیا تو امام صاحب رح کے نزدیک یہ کافی نہیں ہے بخلاف صاحبین رح کے —

(۵۵۹) قيد بالموسر اذ لو كان معسرا لا يجوز اتفاقا۔

(۵۵۹) متمول کے قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر وہ شخص تنگدست ہے تو بالاتفاق جائز نہیں ہے —

(۵۶۰) لهما ان الاعتاق لا يتجزى فاعتاق الموسر نصيبه عتق كله فلزمه ضمان النصيب لشريكه وكان معتقا كل العبد عن الكفارة بلا عوض بخلاف ما لو كان معسرا لان السعاية تكون واجبة على العبد في نصيب شريكه

(۵۶۰) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کرنا ایک غیر متجزی چیز ہے اوسکی ٹکڑے نہیں ہو سکتے پس اس قاعدہ کے موافق نصف غلام کا آزاد کرنا کل کا ہی آزاد کرنا ہوگا اور نصف کا ضمان شریک کے لئے اوسپر لازم ہو جائیگا اور آزاد کرنا بلا عوض ہوگا اور کفارہ ادا ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کی کہ وہ تنگدست تھا اسواسطے کہ اوس تقدیر پر غلام کے ذمہ لازم ہوگا

وکان اعتاقا بعوض و له ان الاعتاق متجز فتمکن نقصان فی النصف الاخر وبالضمان ملکه ناقصًا فلا یجزئه عن الکفارة۔

کہ کمائی کرکے دوسرے شریک کو اپنی نصف قیمت ادا کرے اور وہ آزاد ہونا بعوض ہوگا۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ آزاد ہونا متجزی چیز ہے اوسکے ٹکڑے ہوسکتے ہیں پس نصف کے آزاد کرنیسے دوسرے نصف مین ایک طرح کا نقصان پیدا ہوگیا اور ضامن ہونیکی وجہ سے اوسکو ملکیت تامہ حاصل نہین ہوئی بلکہ ملکیت ناقص اوسکو حاصل ہوئی ہے پس کفارہ کے بدلے اوسکا آزاد کرنا کافی نہوگا۔

(۵۶۱) او نصف عبدہ ای لوکان کل العبد له فاعتق نصفه عن الکفارة ثم الباقی فهو جائز عند ابی حنیفة ان لم تخلل بینهما ای بین الاعتاقین دقاع قیدبه لان الاعتاق متجز عنده فلو وقع بینهما وقاع لم یوجد العتق قبل المسیس۔

(۵۶۱) اگر پورا غلام اوسیکا ہے اور اوس نے کفارہ مین پہلے اوسکا نصف آزاد کردیا اور دوسری مرتبہ باقی نصف آزاد کردیا تو امام صاحب رح کے نزدیک کفارہ ادا ہوجائیگا مگر یہ شرط ہے کہ اس درمیان مین اوس نے بیوی سے صحبت نہ کی ہو یہ شرط اسلیے لگائی ہے کہ امام صاحب رح کے نزدیک اعتاق یعنے آزاد کرنا متجزی چیز ہے پس جب درمیان مین بیوی سے صحبت کرلی تو قبل صحبت کے پورے غلام کا آزاد کرنا نہ پایا گیا۔

(۵۶۲) اعلم ان القیاس کان یقتضی ان لا یجوز اعتاق النصف الاخر من الکفارة عند ابی حنیفة لتمکن النقصان فیه باعتاق النصف الاول لکن جوزه استحسانًا لان هذا النقصان حصل فی ملکه من ایثار العتق الاول للکفارة وهذا غیر مانع کمن اضجع شاة للتضحیة فاصاب السکین عینها فذهبت جاز تضحیتها بخلاف العبد المشترک لان النصف الاخر لیس فی ملکه فکان ذلک نقیصًا لا اعتاقًا

(۵۶۲) جاننا چاہیے کہ یہان پر قیاس اس بات کا مقتضی تھا کہ امام صاحب رح کے نزدیک کفارہ مین دوسرے نصف کا آزاد کرنا جائز نہوتا اسلیے کہ نصف اول کے آزاد کرنیسے دوسرے نصف مین ایک طرح کا نقصان پیدا ہوگیا لیکن استحسانا امام صاحب رح نے اسکو تجویز کیا ہے اسواسطے کہ یہ نقصان اوسکی ملک کے اندر اور کفارہ ہی کے لیے آزاد کرنیکی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اس قسم کا نقصان مانع جواز نہین ہے جس طرح ایک شخص قربانی کے لیے بکری کو زمین پر لٹائے اور بکری کی آنکھ مین چھری لگجاوے اور آنکھ جاتی رہے تو اوسکی قربانی درست ہوتی ہے۔ بخلاف غلام مشترک کے کہ دوسرا نصف اسکی ملکیت مین نہین ہے پس یہان پر ایک نصف کا آزاد کرنا دوسرے نصف مین نقصان پہونچانا ہوگا اور اوسکا آزاد کرنا نہوگا۔

(۵۶۳) واجازاه مطلقا ای تخلل بینهما وقاع اولا لان الاعتاق غیر متجز عندهما فاعتاق النصف اعتاق الکل فکان

(۵۶۳) صاحبین رح کے نزدیک بہرصورت اس طرح آزاد کرنا جائز ہے خواہ درمیان مین بیوی سے صحبت کرے یا نکرے اسواسطے کہ انکے نزدیک اعتاق متجزی نہین ہے اور نصف کا آزاد کرنا کامل کلی آزاد کرنا ہے

اعتاق الرجعة قبل المسیس۔

جب صحبت سے پہلے نصف کو آزاد کیا تو گویا کل کو صحبت سے پہلے آزاد کر دیا۔

(۵۶۴) فان لم یجد ای المظاهر رقبة للاعتاق صام شهرین متتابعین ای بلا افطار یوم قبل المسیس ای بلا جماع فی خلالهما لقوله تعالی فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسا۔

(۵۶۴) اگر ظہار کرنیوالے کو غلام نہ میسر آسکے تو اوسکو چاہیے کہ برابر دو مہینے تک روزے رکھے اور ایک دن بھی بیچ میں ناغہ نہ کرے اور بیچ میں اوس سے صحبت کرے

یعنے پس جو شخص نہ پاوے تو پے درپے دو مہینے کے روزے ہین قبل اس سے کہ وہ دونوں ملین۔

(۵۶۵) فلو صام شهرین فقدر علی الاعتاق فی الیوم الاخر قبل غروب الشمس وجب علیه الاعتاق وصار صومه تطوعًا۔

(۵۶۵) اگر دو مہینے کے روزے رکھے اور اخیر دن میں قبل از غروب آفتاب اوسکو اسبات پر قدرت ہوگئی کہ غلام آزاد کرسکتا ہو تو اب اوسکا اوپر غلام آزاد کرنا واجب ہوگیا اور وہ اوسکے روزے نفل ہو جائینگے۔

[illegible]

(۵۶۶) ثم ان صام شهرین بالاهلة اجزاه وان کانا ناقصین والا فلا یجزئه الا ستون یومًا کذا فی المحیط۔

(۵۶۶) اگر چاند کی پہلی تاریخ سے روزہ رکھنی شروع کیا اور دوسرے مہینے کے اخیر تاریخ تک روزے رکھی تو وہ روزے کافی ہونگے چاہے وہ چاند انتیس انتیس کے ہوئے ہوں اور اگر بدون دیکھنے چاند کے شروع کر دیے تو پورے ۶۰

(۵۶۷) ولیس فیهما رمضان اذ لو کان احدهما رمضان لم یوجد تتابع شهرین لان صومًا اخر غیر مشروع فیه ولا الایام الخمسة وهی یوم العید وایام التشریق لان الصوم منهی فیها۔

(۵۶۷) اور دو مہینوں میں یہی شرط ہے کہ بیچ میں رمضان کا مہینہ نہو اسلیے کہ اگر درمیان میں رمضان کا مہینہ آگیا تو پے درپے اون دو مہینوں کے روزے نہ ہو سکینگے کیونکہ بجز رمضان کے اور کوئی روزہ اوس میں نہونا چاہیے۔ اور اون مہینوں میں یہی قید ہے کہ یہ پانچ دن بھی اوس میں نہوں یعنے عید الضحیٰ اور ایام تشریق اسلیے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے۔

(۵۶۸) فان قربها ای المظاهر امرأته التی ظاهر منها فی خلالهما ای فی اثناء الشهرین لیلا عامدًا او نهارًا اراد به الیوم لیدخل فیه ما بین طلوع الفجر الی غروب الشمس ناسیًا استانف عند ابی حنیفة ومحمد ولا یأمره به ای ابو یوسف المظاهر بالاستیناف

(۵۶۸) اگر ان دو مہینوں کے اندر ظہار کرنیوالے نے رات کو قصدًا یا دن کو بھولے سے اپنی بیوی سے صحبت کرلی تو امام صاحب رح اور امام محمد رح کے نزدیک پھر از سر نو اوسکو روزے رکھنے پڑینگے امام ابو یوسف رح کے نزدیک از سر نو رکھنے کی ضرورت نہیں سبب نہار کی لفظ سے یوم مراد ہے تاکہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کا وقت اوس میں داخل ہو جائے

+ + + + + + +

اقول لو قال لا یأمرہ و ترك لفظ استانف فیما قبله لکان اخصر و قولهما معلوم منه لانه فی طرف الاثبات مع ان استانف جواب شرط دال علی الوفاق۔

میں کہتا ہوں اگر مصنف رح (استانف) کا لفظ نہ بیان کرتا اور صرف کہدیتا (لا یأمرہ) تو بہت مختصر ہوتا اور امام ابو یوسف رح کے قول کے ذکر کرنیسے امام صاحب رح اور امام محمد رح کا قول بسبب طرف نفی میں واقع ہونیکی مفہوم ہوجاتا اور ایک نقصان یہ ہی کہ (استانف) شرط کا جواب واقع ہوا ہے جس سے اس مسئلہ پر اتفاق ائمہ کا معلوم ہوتا ہے۔

(۵۶۹) قید بقوله فی خلالهما لانه لو جامعها فی خلال الاطعام لا یستانف اتفاقا لان النص فی الاطعام مطلق۔

(۵۶۹) یہ قید کہ اون دو مہینوں کے اندر صحبت کرے اسواسطے لگائی ہی کہ اگر اوس نے ساٹھہ مسکین کو کھانا کھلانے کے درمیان میں صحبت کرے تو بالاتفاق ازسرنو اوسکو کھانا کھلانا نہ پڑیگا سو اسطے کہ اطعام مساکین کے باب میں

(۵۷۰) وقید اللیل بالعمد والنهار بالنسیان لانه لو وطئ لیلا ناسیا لا یستانف اتفاقا و لو وطئ نهارا عامدا استانف اتفاقا۔

(۵۷۰) رات میں قصداً اور دن میں بھول جانیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر رات کو بھول کر صحبت کرے تو بالاتفاق ازسرنو روزے رکھنے کی حاجت نہوگی اسیطرح اگر دن کو قصداً صحبت کی ہے تو بالاتفاق ازسرنو روزے رکھنے پڑینگے۔

(۵۷۱) له ان الوطئ المذکور لا یفسد الصوم فلا یمنع التتابع و لهما ان تقدیمهما علی الوطئ شرط بالنص فلا بد من خلائهما عن الوطئ۔

(۵۷۱) امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہی کہ اوس صحبت کرنیسے روزہ فاسد نہوگا تو روزونکے درپے ہونے میں بھی نقصان نہ آویگا اور امام صاحب رح اور امام محمد رحہ کی دلیل یہ ہی کہ اون دو مہینوں کے روزونکا بحکم نص صحبت پر مقدم ہونا شرط ہی لہذا صحبت سے اون دونوں مہینوں کا

(۵۷۲) وان افطر فیهما ای فی الشهرین مطلقا ای بعذر کان او بغیرہ استقبل ای استانف الصوم لان الشرط وهو التتابع انعدم بالفطر۔

(۵۷۲) اگر اون دو مہینوں کے اندر کوئی دن روزہ ناغہ کردیا خواہ بعذر یا بلا عذر تو ازسرنو روزے رکھے اسواسطے کہ اوسکی شرط یعنے پے درپے رکھنا ناغہ کرنیکی وجہ سے جاتا رہا۔

(۵۷۳) ولا یجزئ للعبد المظاهر من امرأته اذا وجب علیه التکفیر الا الصوم لانه لیس بمالك للمال۔

(۵۷۳) اگر غلام اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اوسکا کفارہ روزے رکھنے سے ہی ادا ہوسکتا ہی اسلیے کہ وہ مال کا تو مالک ہوتا ہی نہیں۔

(۵۷۴) فان لم یستطع المظاهر الصوم اطعم ستین مسکینا کالفطرۃ یعنی

(۵۷۴) اگر ظہار کرنیوالا روزے بھی نہ رکھہ سکے تو ساٹھہ مساکین کو بقدر صدقہ فطر کے کھانا دے یعنے

قدر الطعام يكون كقدره في صدقة الفطر وهو نصف صاع من بر او صاع من تمر لان حاجة الفقير يندفع به او قيمة ذلك اي اوبد فع قيمة الطعام كما جاز في صدقة الفطر۔

اگر گیہون ہین تو نصف صاع اور چہوارے ہون تو ایک صاع دے اسلیے کہ اس قدر سے مسکین کی حاجت دفع ہوجاتی ہے یا اوسکے بدلہ قیمت دیدے جس طرح صدقہ فطر مین قیمت کا دینا جائز ہی۔

(۵۷۵) وان غداهم وعشاهم اي ان اطعمهم مرة في الغداة ومرة في العشى جاز لان النص ورد في الكفارة بالاطعام وهو في الحقيقة التمكين من المطعوم ولابد من الشبع في كل مرة ومن الادام في خبز الشعير والذرة ليتمكن الشبع والمعتبر فيه الشبع لا المقدار حتى لو لم يبلغ ما يشبعهم قدر طعام صدقة الفطر يجوز۔

(۵۷۵) اگر ساٹھ مسکین کو دو وقتہ کھانا کھلادیا تو بھی کفارہ ادا ہو جائیگا اسلیے کہ نص مین کفارہ کے اندر الطعام کا لفظ آیا ہی اور وہ فی الحقیقت کھانا پر قادر کر دینا ہے۔ مگر یہ ضرور ہی کہ دونون وقت وہ شکم سیر ہو کر کھالین اور اگر جو یا جوار کی روٹی ہے تو اوسکے ساتھ سالن کا ہونا ضرور ہی تاکہ پیٹ بھر کے کھا سکین اور کھانا کھلانے مین پیٹ بھرنے کا اعتبار ہی اور مقدار کا اعتبار نہین ہے لہذا اگر صدقہ فطر سے کم مین اونکا پیٹ بھر گیا تو کافی ہوگا اور کفارہ ادا ہو جائیگا۔

(۵۷۶) ولو كان بعضهم شبعان قبل الاكل قيل يجوز لوجود الاطعام وقيل لا يجوز لانعدام الاشباع۔

(۵۷۶) اگر کھانا کھانے سے پہلے کچھ لوگون کے پیٹ بھرے ہوئے تھے اور اب بھی اونہون نے کھانا کھایا تو بعض کے نزدیک کفارہ ادا ہو جائیگا اسواسطے کہ کھانا کا کھلانا یہان پر پایا جاتا ہی اور بعض کہتے ہین جائز نہین ہی

(۵۷۷) انما جمع بين التغدية والتعشية لانه لو غدا ستين مسكينا وعشا ستين غيرهم لم يجز الا ان يعيد على احد الستين غداء او عشاء كذا في المحيط۔

(۵۷۷) یہ قید کہ ساٹھہ مسکینون کو دونون وقت کھانا کھلا دے اسواسطے لگائی ہی کہ اگر ایسا نہین کیا بلکہ ساٹھہ مساکین کو صبح کے وقت کھانا کھلا دیا اور شام کے وقت اونکو نہ کھلایا بلکہ دوسرے ساٹھہ مساکین کو کھلایا تو کفارہ ادا نہوگا جبتک کہ اون پہلے ساٹھہ کو یا دوسرے ساٹھہ کو ایک وقت کھانا اور نہ کھلادے خواہ صبح کو یا شام کو۔ کذا فی المحیط۔

(۵۷۸) وفي الكافي ما ورد في النص بلفظ الاطعام فالاباحة فيه كافية ككفارة الظهار والافطار في رمضان واليمين

(۵۷۸) کافی مین مذکور ہی نص کے اندر جس کی بابت الطعام کا لفظ آیا ہے وہان تو کھانا کا کھلا دینا کافی ہی جیسے کفارہ ظہار مین یا رمضان مین روزہ توڑنے سے یا قسم کا کفارہ

[حاشیہ: ۱۔ اسلیے کہ صدقہ فطر سے کم ہونا مضر نہیں ہے۔]

وجزاء الصيد والفدية وما ورد فيه بلفظ الايتان او الاداء فيشترط فيه التمليك كالزكوة والصدقة والفطر والعشر والحلق عن الاذى فى الاحرام ۔

یا جو شکار کرنے کا بدلہ یا فدیہ اور جس میں دینے کا لفظ آیا ہے وہاں پر دینا اور مالک کردینا ضرور ہے۔ جیسے زکوۃ۔ اور صدقہ۔ فطر۔ اور عشر اور احرام کے اندر تکلیف کی وجہ سے بالوں کے منڈوانے میں ✦

(۵۷۹) وان اطعم واحدا ستين يوما جاز لان المسكين الواحد فى اليوم الثانى صار كمسكين اخر لتجدد حاجته وكذا فى سائر الايام ۔

(۵۷۹) اگر ایک مسکین کو ساٹھ روز تک دو وقتہ کھانا کھلایا تو کفارہ ادا ہو جائے گا اس لیے کہ دوسرے دن وہی مسکین دوسرے مسکین کی مانند ہو گیا۔ اس واسطے کہ پھر وہ کھانے کا محتاج ہو گیا۔ اسی طرح ہر روز ✦

(۵۸۰) واباحة الكل اى لو اباح المسكين الواحد كل الطعام فى يوم بدفعة او دفعات اجزأ عن يوم لان اطعام ستين لم يوجد فيه حقيقة ولا حكما

(۵۸۰)۔ اگر ساٹھ آدمیوں کا کھانا رکھکر ایک شخص سے کہدیا کہ تو اسکو کھالے چاہے ایک مرتبہ چاہے جتنی مرتبہ تو کھاسکے تو یہ صرف ایک روز کا کھانا کھلانا سمجھا جائیگا اسواسطے کہ یہاں نہیں کہ سکتے کہ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلایا ہے نہ حقیقۃً نہ حکماً ✦

(۵۸۱) وفرق التمليك فيه اى لو ملك كل الطعام مسكينا واحدا فى يوم واحد بدفعات فقيل بالجواز لان حاجة الاكل زالت عن المسكين بالمرة الاولى لكن بقيت له حوائج كثيرة وبالتمليك يندفع تلك الحوائج بخلاف لو اعطاه بدفعة واحدة حيث لا يجوز لان التفريق الفعل واجب عليه بالنص وعدمه اى قال بعض لا يجوز لان الغرض سد الخلة وبعد ما استدت لا يمكن سدها وفى المحيط هذا هو الصحيح

(۵۸۱) اگر ایک دن میں ایک ہی مسکین کو سب غلہ بدفعات دیدیا تو بعض کے نزدیک اس سے کفارہ ادا ہو جائیگا اس واسطے کہ کھانے کی ضرورت تو پہلی دفعہ دینے سے جاتی رہی مگر اور بہت سی حاجتیں اس کی باقی ہیں۔ اور پھر اور دینے سے اس کی اور حاجتیں بھی مندفع ہو جائینگی۔ بخلاف اس صورت کے کہ ایک ہی مرتبہ اس کو سب دیدے وہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ بحکم نص متفرق طور پر دینا واجب ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اس واسطے کہ مقصود خالی پیٹ کا بھرنا ہے۔ اور ایک مرتبہ دینے سے جب وہ بھر گیا۔ تو اب اس کا بھرنا ممکن ہے۔
محیط میں مذکور ہے کہ یہی صحیح ہے ✦

۵۸۲، ولو قربها فيه اى امرأته التى ظاهر منها فى الاطعام لم يستانف لان النص لم يشترط فى الاطعام ان يكون قبل المسيس۔

۵۸۲، اگر کچھ مساکین کو کھانا کھلا دیا تھا اور کچھ کھلانا باقی تھا کہ اس اثنا میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی تو پھر از سر نو اوسکو کھانا کھلانا پڑیگا اسواسطے کہ اطعام کے اندر نص مین قبل از جماع کی قید مذکور نہین ہے۔

۵۸۳، واوجبوا تقديمه اى تقديم الاطعام على المسيس وقال مالك لا يجب لما تقدم من ان النص مطلق فى الاطعام ولنا قوله عم للذى مس امرأته قبل الاطعام استغفر الله ولا تعد حتى تكفر۔

۵۸۳، صحبت کرنیسے پہلے مساکین کو کھانا کھلانا واجب ہے اور امام مالک رح فرماتے ہین مقدم ہونا واجب نہین ہے اور اوسکی وجہ وہی ہے جو گذر چکی کہ اطعام کے اندر نص مین قید مذکور نہین ہے۔ اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کھانا کھلانیسے پہلے اپنی بیوی سے صحبت کرے تو خدا سے مغفرت مانگے اور جبتک کفارہ نہ دے پھر صحبت نکرے۔

۵۸۴، وان اعتق رقبتين عن كفارتين لظهارين او ضاعف عدد الايام والمساكين اى صام اربعة اشهر واطعم مائة وعشرين مسكينا جاز منهما اى من الكفارتين من غير تعيين احدى الرقبتين لاحدى الكفارتين لان الجنس متحد۔

۵۸۴، اگر ایک شخص کے ذمہ پر دو ظہاروں کے دو کفارے تھے اور اوس نے دو غلام آزاد کر دیے یا ایک سو بیس روزے رکھلیے یا ایک سو بیس مساکین کو کھانا کھلا دیا اور یہ تعیین نہین کی کہ یہ اوس ظہار کا کفارہ ہے اور یہ دوسرے کا ہے تو دونون کفارے ادا ہوجاوینگے اسواسطے کہ جنس ایک ہی ہے۔

* * * * * *

۵۸۵، او واحدة اى اعتق رقبة واحدة او صام شهرين او اطعم ستين مسكينا منهما اى من الكفارتين تخير فيه اى فى تعيينه عن احديهما لان التعيين لغو فى متحد الجنس فبقى مطلق النية فله ان يعينها لايهما شاء۔

۵۸۵، اگر ایک شخص کے اوپر دو کفارے ہین اور اوس نے ایک غلام آزاد کیا یا دو مہینے کے روزے رکھے یا ساٹھ مساکین کھلائے تو اوسکو اختیار ہوگا کہ جس ظہار کے لیے چاہے اوسکے لیے اس کفارے کو خاص کر دے اسواسطے کہ جو چیزین متحد الجنس ہین اون مین تعیین کی حاجت نہین ہے پس اب مطلق نیت رہگئی اور جس ظہار کے لیے چاہے اوسکو تعیین کر دے۔

فصل فی اللعان

فصل لعان کے بیان مین

۵۸۶، اذا قذف امرأته بالزنا وهما اى الزوج والزوجة من اهل الشهادة بان يكونا حرين مسلمين عاقلين بالغين غير محدودين فى قذف۔

۵۸۶، اگر ایک شخص اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کرے اور وہ دونون خاوند بیوی گواہی دینی کی قابلیت رکہتی ہون یعنے دونون حر عاقل بالغ مسلمان غیر محدود فی القذف ہون اور بیوی مین یہی شرط ہے کہ اوسکی تہمت لگانے والے پر حد ماری جاتی ہو یعنے

۵۸۷، وماذكر فى الغاية يبطل هذا بلعان الاعمى فانه ليس من اهل الاداء فغلط لان الاعمى من اهل الشهادة الا انها لا تقبل لانه لا يميز بين المشهود له والمشهود عليه ولهذا ينعقد النكاح بحضوره وهى ممن يحد قاذفها بان تكون عفيفة مصونة مما قذفها به

۵۸۷، اور غایت مین جو یہ لکہا ہے کہ مصنف کا یہ قول نابینا کے لعان سے منقوض ہوتا ہے تو یہ غلط ہے اسواسطے کہ اندہا گواہی کا اہل ہے مگر چونکہ مشہود لہ اور مشہود علیہ مین وہ تمیز نہین کرسکتا اسلیے اوسکی گواہی مقبول نہین ہے ولہذا اوسکی موجودگی مین نکاح ہوجاتا ہے۔

۵۸۸، فان قيل لم اعتبر هذا القيد فى جانبها وكونه ممن يحد قاذفه معتبر فى جانبه ايضا حتى لو كان ممن لا يحد قاذفه فلا لعان بينهما قلنا لان اللعان فى حقه قائم مقام حد القذف بالنسبة اليها حتى لا يقبل شهادته عليها ويقبل على غيرها فلا بد من احصانها حتى يقع قذفه موجبا للحد ويقع اللعان خلفا عنه والزوج اذا كان ممن لا يحد قاذفه فقذف امرأته وهى محصنة لم يكن موجبا للعان لكنه موجب لما هو اصل اللعان وهو حد القذف كذا فى النهاية۔

۵۸۸، اگر کوئی دریافت کرے کہ پاکدامن ہونیکی قید فقط عورت مین کیون لگائی ہے بلکہ خاوند مین بہی یہ قید ہے کہ اوسکی تہمت لگانیوالی پر حد آتی ہو اور پاکدامن ہو حتی کہ اگر خاوند ایسا نہین ہے تو اون مین لعان نہوگا۔ تو اوسکا یہ جواب ہے کہ خاوند کے حق مین لعان اس عورت کے اعتبار سے قائمقام حد قذف کا ہوتا ہے ولہذا اوس عورت پر خاوند کی گواہی نہین مقبول ہوتی جس طرح محدود فی القذف کے اور اورون پر اوسکی گواہی مقبول ہوتی ہے لہذا عورت کا پاکدامن ہوی ہونا ضروری ہے تاکہ اوسکی طرف زنا کی نسبت کرنیسے حد واجب ہو اور لعان اوسکا قائمقام ہوجاوے اور اگر خاوند پاکدامن نہین ہے اور اوس نے اپنی پاکدامن بیوی کو زنا کی تہمت لگائی تو لعان نہ واجب ہوگا بلکہ لعان جس کا قائمقام تہا یعنے حد قذف وہی واجب ہوگا کذا فی النہایہ۔

۵۸۹، وذكر فى التبيين هذا خطأ فاحش لان من شرط اللعان ان يكون

۵۸۹، تبیین مین مذکور ہے کہ یہ کہلی ہوئی خطا ہے اسواسطے کہ لعان کیلیے خاوند کے اندر صرف یہ شرط ہے کہ شہادت کی قابلیت رکہتا ہو اور

من اهل الشهادة وكونه ممن لايحد قاذفه لايخل بهذا الشرط لان من لايحد قاذفه يكون زانيا وزناه فسق منه والفاسق اهل لها ولهذا اجرى اللعان بين فاسقين وانما خصص بهذا القيد لان من شرط اللعان ان يطالب المرأة بموجب القذف وهو الحد واذا لم تكن عفيفة ليس لها ان تطالب به فلا يتصور اللعان

پاکدامن نہ ہوسنے سے گواہی کی قابلیت میں نقصان نہیں آتا۔ اِس واسطے کہ اگر پاک دامن نہیں ہے تو زانی ہوگا۔ اور زنا فسق ہے اور فاسق شہادت کی قابلیت رکھتا ہے۔ ولہذا دو فاسقوں میں لعان جاری ہوتا ہے۔ عورت میں یہ قید کہ کہ اُس کے متہم بالزنا کرنے والے پر حد لگائی جاتی ہو اسلیے زیادہ کی ہے کہ لعان کے اندر شرط ہے کہ اُس تہمت لگانے کی سزا یعنے حد خاوند کے حق میں وہ چاہے۔ اور جب وہ پاک دامن نہیں ہے تو وہ اِس بات کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور لعان نہیں ہوسکتا۔

(۵۹۰) والشهادات قامت مقام حد القذف في جانبه ومقام حد الزنا في جانبها بالنسبة اليه حتى لايحد بقذفها فيحد الغير بقذفها وكذلك لو قذفها مرارا يكفي لعان واحد كالحد بخلاف ما لو قذف نسائه بكلمة او كلمات حيث يلاعن كل واحدة منهن لان المقصود من اللعان التفريق وهو انما يحصل اذا لاعن بكل منهن والمقصود في القذف دفع العار من المقذوفين وهو انما يحصل بحد واحد وطالبته بمواجبها اي بموجب القذف قيد به لانه حقها دفعا للعار فلابد من طلبها لاعن وهو جواب اذا

(۵۹۰)۔ لعان کے اندر گواہیاں مرد کے اعتبار سے تو وہ حد قذف کے قائم مقام ہوتی ہیں اور عورت کے اعتبار سے حد زنا کے قائمقام ہیں۔ لہذا خاوند پر اُسکی طرف زنا کی نسبت کرنے سے حد نہ ماری جاویگی اور کوئی اور اگر اُسکی طرف زنا کی نسبت کرے گا تو اُس پر حد قذف ماری جائیگی اور اسیطرح اگر خاوند نے کئی مرتبہ زنا کی تہمت لگائی تو ایک ہی لعان کافی ہوگا جیسے ایسی صورت میں ایک ہی حد کافی ہوا کرتی ہے بخلاف اُس صورت کے کہ اپنی کئی بیبیوں کو زنا کے ساتھ متہم کرے خواہ ایک ہی لفظ سے یا علٰحدہ علٰحدہ الفاظ سے تو ہر ایک سے اُسکو لعان کرنا پڑیگا اسواسطے کہ لعان سے تفریق مقصود ہے اور وہ اُسی وقت ہوسکتی ہے کہ سب سے لعان کرے اور قذف کے اندر مقذوفین سے دفع عار منظور ہوتا ہے اور وہ ایک ہی مرتبہ حد لگانے سے حاصل ہوجاتا ہے۔ عورت کے مطالبہ کرنے کی شرط اِس واسطے لگائی ہے کہ وہ اُسی کا حق ہے۔ لہذا اُس کی طلب ضروری ہے۔

(۵۹۱) ونجعله اى اللعان شهادات مؤكدة بالايمان لا بالعكس يعنى عند الشافعى اللعان ايمان مؤكدة بالشهادات فيلاعن الذمي والعبد والمحدود في قذف لكونهم من اهل اليمين له قوله ع م في حق الملاعنة حين اتت بالولد من الزنا لولا الايمان سبقت لكان لي ولها شأن عظيم اى الامر نهيا بالرجم ولان الفاسق والاعمى من اهل اللعان اتفاقا ولا شهادة لهما ولنا قوله تعالى والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم استثنى انفسهم من الشهداء فثبت انهم شهداء اذ الاصل ان يكون المستثنى من جنس المستثنى منه وقوله ع م لولا الايمان لا يمنع كونه شهادة مقرونة بها۔

(۵۹۱) ہمارے نزدیک لعان گواہیوں کا نام ہے اور قسموں سے تاکید ہو جاتی ہے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک وہ قسمیں ہوتی ہیں اور گواہیوں سے اُنکی تاکید ہو جاتی ہے لہذا ذمّی اور غلام اور محدود فی القذف سے بھی لعان لیا جائیگا اس واسطے کہ اُن میں قسم کی قابلیت ہے امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ملاعنہ عورت کے حق میں جب اُس کے زنا سے بچہ پیدا ہوا فرمایا ہے اگر قسمیں نہو گئی ہوتیں تو میرے اور اس کے درمیان ایک عظیم الشان امر وقوع میں آتا یعنی میں اُسکو سنگسار کرنے کا حکم دیتا۔ اور اس لیے کہ فاسق اور اندھا بالاتفاق لعان کی اہلیت رکھتے ہیں اور اُنکی گواہی مقبول نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ لعان قسموں کا نام ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے و الذین یرمون ازواجہم و لم یکن لہم شہداء الا انفسہم یعنی اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور بجز اُنکی ذات کے اُنکے لیے گواہ نہیں ہیں اس آیت میں الا انفسہم مستثنیٰ واقع ہوا ہے شہداء کے لفظ سے پس اِس سے ثابت ہوا کہ وہ خود گواہ ہیں اسلیے کہ اصل مستثنیٰ میں یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو اور آنحضرت کا فرمانا کہ اگر قسمیں ہو چکی ہوتیں۔ یہ لعان کی شہادت مقرون بالایمان ہونیکا مانع نہیں ہے

(۵۹۲) والفاسق والاعمى اهل الشهادة ولهذا ينعقد النكاح بهما عندنا وعدم قبول شهادتهما في اكثر المواضع لتهمة الفاسق وعدم تميز الاعمى وهذه الشهادة غير مشروعة في موضع التهمة ولذلك يجرى بين الاعمى وامرأته العمياء والاعمى يفصل بين نفسه وامرأته

(۵۹۲) اور فاسق اور اندھا گواہی کی اہلیت رکھتے ہیں لہذا ہمارے نزدیک اُنکی موجودگی میں نکاح ہو جاتا ہے اور اکثر مواضع میں جو اُنکی گواہی مقبول نہیں ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ فاسق تو متہم بالکذب ہوتا ہے اور اندھے کو مشہود لہ و مشہود علیہ میں تمیز نہیں ہوتی اور یہاں پر گواہی جو مقرر ہوئی ہے تو اُسمیں احتمال تہمت کا نہیں ہے و لہذا نابینا خاوند اور نابینا بیوی میں لعان جاری ہوتا ہے اور نابینا آدمی اپنی ذات میں اور بیوی میں تمیز کر سکتا ہے

(۵۹۳) فان امتنع اى الزوج من اللعان حبس حتى يلاعن او يكذب نفسه فيحد لانه بتكذيب نفسه سقط اللعان

(۵۹۳) اگر خاوند لعان نہ کرے تو قاضی اُسکو قید کر لے حتی کہ یا تو لعان کرے یا اپنے آپ کو جھوٹا بتائے تو اُس پر حد لگائی جاوے۔ اِس لیے کہ جب اپنا جھوٹ اُس نے بیان کر دیا

فوجب الحد الذی هو الموجب الاصل للقذف۔

تو لعان ساقط ہوگیا اور قذف کا موجب اصلی یعنی حد ثابت ہو جائیگا۔

(۵۹۴) وفی النهایة هذا اذا لم یطلقها بعد القذف فان طلقها ثم اکذب نفسه لاحد علیه ایضا لان قذفه کان موجبا للعان فلما فات لثبوت البینونة بینهما فلا یجب الحد لان القذف الواحد لا یوجب الحدین واما اذا اکذب نفسه بعد اللعان فانما حد بسبب انه نسبها فی کلمات اللعان الی الزنا۔

(۵۹۴) نہایہ مین مذکور ہے یہ جب ہی کہ قذف کے بعد اوسکو طلاق نہ دی ہو اور اگر قذف کے بعد اوس نے طلاق دی اور پھر اپنی تکذیب کی تو اوسپر حد نہوگی اسواسطے کہ اوسکا زنا کیطرف نسبت کرنا لعان کا موجب تہا اور جب اونمین علیحدگی کے وجہ سے لعان جاتا رہا تو حد بہی واجب نہوگی اسواسطے کہ ایکدفعہ قذف کرنیسے دو حدین واجب نہین ہوتین اور اگر لعان کے بعد تکذیب کرے تو اسلیئے حد لازم ہوجاتی ہے کہ اوس نے لعان کے الفاظ مین اوسکو زنا کیطرف منسوب

(۵۹۵) فاذا لاعن وجب علیها اللعان بالنص فان امتنعت حبست لتلاعن او تصدقه ای المرأة زوجها فیسقط اللعان۔

(۵۹۵) اگر خاوند نے لعان کرلیا تو بحکم نص عورت پر بہی لعان کرنا واجب ہوگیا پھر اگر عورت نے لعان نہین کیا تو اوسکو بہی قید کیا جائے تاکہ یا تو لعان کرے یا اپنے خاوند کے تصدیق کرے اگر تصدیق کرلے تو لعان اوسکے ذمہ سے ساقط

(۵۹۶) وما وقع فی بعض نسخ القدوری او تصدقه فتحد فغلط لان الحد لا یجب بالاقرار مرة فکیف یجب بالتصدیق مرة وهو لا یجب بالتصدیق اربع مرات لان التصدیق لیس باقرار قصدا فلا یعتبر فی حق وجوب الحد ویعتبر فی درئه فیندفع به اللعان۔

(۵۹۶) قدوری کے بعض نسخون مین یہ عبارت لکھی ہوئی ہے (او تصدقه فتحد) یعنی یا خاوند کی تصدیق کرے پس حد لگائی جاوے مگر یہ نسخہ غلط ہے اسواسطے کہ حد تو ایک مرتبہ اقرار کرنیسے بہی نہین لازم ہوتی پھر ایک مرتبہ تصدیق کردینے سے کیونکر لازم ہوجائیگی بلکہ اگر چار مرتبہ بہی تصدیق کرے تب بہی حد نہین واجب ہوتی اسواسطے کہ تصدیق مین قصداً اقرار نہین پایا جاتا پس حد کو واجب کرنے مین تصدیق کا اعتبار نہوگا البتہ اوسکے دفع کرنے مین

(۵۹۷) ولا تحد ای لا یجب الحد علی المرأة عندنا لان التصدیق لیس باقرار قصدا فیندرئ به الحد ولا یجب وقال

(۵۹۷) ہمارے نزدیک عورت پر حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ تصدیق اقرار بالقصد نہین ہے لہذا حد اوس سے دفع ہوجائیگی اور واجب نہوگی مگر امام شافعی رح

الشافعي يجب لان الزوج اوجب عليها الحد بلعانه ولكن كانت متمكنة من دفعه باللعان فاذا ابت عنه تحد حد الزنا۔

فرماتے ہیں حد واجب ہوجائیگی اسواسطے کہ خاوند نے لعان کرنیکی وجہ سے اوسپر واجب کردی تھی مگر وہ خود لعان کر کے اوسکو دفع کرسکتی ہے اور جب وہ لعان کرنیسے انکار کیا تو اب حد زنا اوسپر لگائی جاویگی۔

(٥٩٨) عجبا من الشافعي ان الزوج اصلًا اذا شهد عليها بالزنا وثلاثة عدول معه لم يقبل شهادة الزوج عليها ولم يوجب الحد وقبل في اللعان قوله وحده واعجب منه ان اللعان يمين عنده فجعله شهادة في حق الزوج وهو لا يصلح لايجاب المال ولا اسقاطه بعد الوجوب فاسقطت المرأة به الحد هنا عن نفسها ولكن الزوج اسقط به الحد عن نفسه واوجب الرجم الذي هو اغلظ الحد ودبه على المرأة۔

(٥٩٨) بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام شافعی رحمۃ کے نزدیک اگر عورت کا خاوند اوسکی زنا کی گواہی دے اور اوسکے ساتھ تین عادل شخص اور گواہی دیں تب تو خاوند کے گواہی مقبول نہیں ہوتی اور اوس سے حد نہیں واجب ہوگی اور لعان کے اندر صرف اوسکا ہی قول مقبول ہوجاتا ہے اور اوس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ لعان تو انکے نزدیک قسم ہے مگر خاوند کی حق میں اوسکو وہ گواہی کردیتے ہیں اور قسم سے تو مال واجب ہوتا ہے اور نہ واجب ہونیکے بعد ساقط ہوتا ہے مگر یہاں عورت نے اوسکے سبب سے اپنے اوپر سے حد کو ٹالدیا اور اسطرح قسم سے خاوند نے اپنے اوپر سے تو حد کو ٹالدیا مگر عورت کے اوپر اوسی قسم سے سنگساری کو کہ جو سب

حدوں سے زیادہ سخت ہے ثابت کر دیا۔

[illegible]

(٥٩٩) فان قيل انما وجب الحد عليها بنكولها عن اللعان لا بقوله قلنا النكول عنده لا يوجب المال مع انه مما يثبت بالشبهة فكيف يوجب الرجم الساقط بها۔

(٥٩٩) اگر کہا جاوے کہ حد عورت کے لعان سے انکار کرنیکی وجہ سے ثابت ہوئی ہے خاوند کے کہنے سے نہیں ہوئی تو اوسکا یہ جواب ہے کہ امام شافعی رحمۃ کے نزدیک قسم سے انکار کرنا مال کا بھی مثبت نہیں ہوتا حالانکہ مال شبہ سے بھی ثابت ہوجاتا ہے پھر اوس سے رجم یعنی سنگساری کیونکر ثابت ہوجاتی ہے

(٦٠٠) فان لم يكن الزوج من اهل الشهادة حد يعني اذا كانت هي من اهل اللعان بان كانت صالحة للشهادة عليه وهو لا يصلح بان كان كافرا او محدودا في قذف وجب عليه الحد لان اللعان

(٦٠٠) اگر خاوند شہادت کا اہل نہیں ہے مثلا کافر یا محدود فی القذف ہے اور عورت اس قابل ہے کہ خاوند پر گواہی دیسکتی ہے اور لعان کرسکتی ہے تو خاوند پر حد واجب ہوجائیگی اسواسطے کہ شارع نے لعان کو حد کے قائم مقام کیا ہے پس جب خاوند کیطرف سے ایک وجہ سے لعان نہ ہوسکا

اشبهه الشرع خلفا عن الحد فلما تعذر اللعان لمعنى من جهته صير الى الاصل وهو الحد فلا يتصور ان يكون الزوج كافرا وهي مسلمة الا اذا كانا كافرين فاسلمت ثم قذفها قبل عرض الاسلام عليه

تو اصل یعنی حد کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور لعان کے بدلے حد واجب ہو جائیگی۔ یہ صورت کہ خاوند کافر ہو اور عورت مسلمان ہو جب نکل سکتی ہے کہ پہلے دونوں کافر ہوں اور عورت مسلمان ہو جائے اور پھر خاوند اس سے قبل کہ اُس پر اسلام پیش کیا جائے عورت کی طرف زنا کی نسبت کرے ٭

(۶۰۱) وان كانت ممن لا يحد قاذفها وهو اى والحال ان الزوج اهل اللعان فلا حد على الزوج ولا لعان لان المانع من جهتها فصار كما اذا صدقته ولكنه يعزر لالحاقه الشين بها۔

(۶۰۱) اگر عورت ایسی ہو کہ اگر اُسکو کوئی زنا کی تہمت لگائے تو شرع میں وہ حد نہ مارا جائے اور خاوند لعان کی قابلیت رکھتا ہے تو خاوند پر اُس وقت میں حد ہے نہ لعان ہے اسواسطے کہ یہاں مانع عورت کی طرف سے ہے اور یہ ایسا ہوا کہ جیسے عورت اُسکی تصدیق کر دیتی مگر چونکہ عورت کو اُس نے عیب لگایا ہے اس لیے قاضی اُسکو تعزیر دیدے گا ٭

(۶۰۲) وفي التبيين لو كانا محدودين في قذف او هو عبدا وهي محدودة في قذف فحد الزوج لان امتناع اللعان لمعنى من جهته بخلاف ما اذا كانا كافرين او مملوكين حيث لا حد عليه وان امتنع من جهته لان قذف الامة والكافرة لا يوجب الحد وقذف المحدودة يوجبه اذا كانت عفيفة من الزنا۔

(۶۰۲) تبیین میں مذکور ہے اگر وہ دونوں محدود فی القذف ہیں یا خاوند غلام ہے یا عورت محدود فی القذف ہے تو خاوند پر حد لگائی جائیگی اسواسطے کہ یہاں لعان کا نہونا خاوند کے اندر ایک وجہ کے پائے جانے سے ہے بخلاف اس صورت کے کہ دونوں کافر یا دونوں مملوک ہوں کہ اُس وقت میں خاوند پر حد نہیں ہے اگرچہ یہاں بھی خاوند کی طرف سے لعان ساقط ہوا ہے اس لیے کہ باندی یا کافرہ کو زنا کی طرف منسوب کرنے سے حد نہیں واجب ہوتی۔ اور محدودہ فی القذف کو زنا کی طرف منسوب کرنے سے حد واجب ہوتی ہے۔ جس وقت کہ وہ زنا سے پاک ہو ٭

(۶۰۳) ولو شهد اى الزوج عليها اى على امرأته بالزنا مع ثلثة رجال عدول تقبل اى شهادتهم وقال الشافعي لا يقبل فيلاعن الزوج ويحد الثلثة حد القذف لان الزوج يلحقه

(۶۰۳)۔ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی۔ اور اُس کے ساتھ تین عادل شخصوں نے بھی زنا کی گواہی دی تو ہمارے نزدیک اُن کی گواہی مقبول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ اُن کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اور خاوند سے لعان لیا جاوے گا۔ اور اُن تین شخصوں پر حد قذف

العار والغیظ من فاحشة امرأته فیکون متهما فی شهادته فلا یقبل ولنا ان الزوج لا یظهر الفاحشة فی زوجته غالبا بل یسترها

(۶۰۴) ویبتدئ الزوج فی اللعان لانه هو المدعی ولان النبی ع م بدأ به فیه فیقول اربع مرات اشهد بالله انی لمن الصادقین فیما رمیتك به من الزنا وفی الخامسة ای یقول فی المرة الخامسة لعنة الله علیه ان کان من الکاذبین فیما رمیتك به۔

(۶۰۵) اعلم ان المذکور فی الهدایة وغیرہ فیما رمیتها به وهو ظاهر الروایة والخطاب هو روایة الحسن عن ابی حنیفة نظرا الی انه اقطع للاحتمال ووجه الظاهر ان ضمیر الغائب اذا اتصل به الاشارة ینقطع الاحتمال ایضا وشرح المص موافق لما فی الهدایة لکن صدفت فی خمس نسخ المجمع فیما رمیتك به من الزنا۔

(۶۰۶) مشیرا الیها ای الی المرأة فی قوله رمیتها وتقول هی اربعا ای المرأة اربع مرات اشهد بالله انه من الکاذبین فیما رمانی به من الزنا وفی الخامسة غضب الله علیها ان کان من الصادقین فیما رماها ای رمانی به من الزنا

ماری جائیگی اسواسطے کہ عورت کی بیحیائی سے خاوند کو غیرت اور غصہ آجاتا ہے اسلیئے اوسکی گواہی مین کذب کا احتمال ہے لہذا مقبول نہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ خاوند غالبًا اپنی بیوی کی بیحیائی کو کسی سے ظاہر نہین کرتا بلکہ چھپایا کرتا ہے۔

(۶۰۴) لعان کے اندر پہلے خاوند سے قسم لیجائیگی اسواسطے کہ وہی مدعی ہے اور اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے اندر پہلے خاوند سے ہی قسم لی ہے۔ چار مرتبہ خاوند اسبات کو کہے کہ مین نے جو تجھکو زنا کی نسبت کی ہے خدا کے نام سے مین گواہی دیتا ہون کہ مین اوس مین سچا ہون اور پانچوین دفعہ کہے اگر مین تیرے طرف زنا کے نسبت کرنے مین جھوٹا ہون تو خدا کی لعنت ہو۔

(۶۰۵) جاننا چاہیئے کہ ہدایہ وغیرہ مین فیما رمیتک کی جگہ فیما رمیتہا کا لفظ غائب کی ضمیر سے واقع ہوا ہے اور ظاہر روایت مین بھی یہی ہے اور خطاب کا صیغہ حسن کی روایت میں امام صاحب رح سے مروی ہے اسواسطے کہ خطاب کے اندر دوسرے کا احتمال بالکل جاتا رہتا ہے اور ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ غائب کی ضمیر کے ساتھ بھی جب اشارہ پایا جاتا ہے تو دوسرے کا احتمال نہین باقی رہتا اور مصنف علیہ الرحمہ کی شرح ہدایہ کے عبارت کے مطابق ہے مگر مین نے مجمع البحرین کے پانچ نسخوں مین متواتر فیما رمیتک دیکھا ہے۔

(۶۰۶) خاوند کو چاہیئے کہ خطاب کے صیغہ مین عورت کیطرف اشارہ کرتا جائے اور عورت کو چاہیئے کہ چار مرتبہ تو یہ کہے مین خدا کے نام سے گواہی دیتی ہون کہ مجھے جو اوس نے زنا کی طرف منسوب کیا ہے وہ اوس مین جھوٹا ہے اور پانچوین مرتبہ کہے اگر وہ میرے طرف زنا کی نسبت کرنے مین سچا ہے تو اس بندی پر خدا کا غضب نازل ہو۔

(۶۰۷) وانما خصت المرأة بالغضب لان النساء یستعملن اللعن کثیرا فلا یقع مبالاۃ وتخاف من الغضب۔

(۶۰۷) خاوند سے تو پانچویں دفعہ لعنت کا لفظ کہلوایا جاتا ہے عورت سے پانچویں دفعہ غضب کا لفظ اسلیئے کہ عورتیں لعنت کا استعمال اپنے اوپر اکثر کرتی رہتی ہیں لہٰذا اسکو اپنے اوپر لعنت کرنے میں ایسی پرواہ نہوگی مگر غضب سے

(۶۰۸) ولم توقع الفرقۃ بلعانہ ای بعد فراغہ من کلمات اللعان حتی لومات احدھما قبل التفریق توارثا وقال الشافعی وقعت الفرقۃ قبل لعانہا لان الظاہر انہما لا یأتلفان بعد لعانہ فینفسخ النکاح کالارتداد۔

(۶۰۸) ہمارے نزدیک جب خاوند لعان کے کلمات کہہ چکے تو اس سے فرقت نہیں ہوجاتی حتی کہ قبل از تفریق دونوں میں سے ایک مرجائے تو دوسرا وارث ہوجائیگا امام شافعیؒ فرماتے ہیں صرف خاوند کے لعان کرنے سے عورت کی لعان کرنے سے پہلے ہی فرقت ہوجائیگی اسواسطے کہ بظاہر ان میں میل نہیں ہوسکتا لہٰذا نکاح جاتا رہیگا جس طرح مرتد ہوجانے سے۔

(۶۰۹) ولا فرقنا بالتعانہما فیتوقف الفرقۃ علی تفریق الحاکم ای یجب علی القاضی تفریقہما۔

(۶۰۹) اسیطرح فقط خاوند کے لعان کرنے سے ہمارے نزدیک جیسا بیان ہوتی علیحدگی نہیں ہوتی اسیطرح دونوں کے لعان کرنے سے ہی بدون تفریق قاضی کے علیحدگی نہیں ہوتی اور قاضی کی تفریق کرنے پر موقوف

(۶۱۰) وقال زفر یقع الفرقۃ بالتعانہما لقولہ ع م المتلاعنان لا یجتمعان ابدا فیقع الفرقۃ من غیر تفریق

(۶۱۰) امام زفرؒ فرماتے ہیں دونوں کے لعان کرنے سے فرقت واقع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے متلاعنان کبھی جمع نہ ہوسکیں گی۔

(۶۱۱) ولنا ماروی ان النبی ع م فرق بین ہلال وامرأتہ بعد اللعان ولو وقعت الفرقۃ بالتعانہما لما فرق بینہما وما رواہ محمول علی بیان حرمۃ الاستمتاع لا وقوع الفرقۃ توفیقا بینہما فیثبت الحرمۃ بینہما فی الحال مع بقاء النکاح۔

(۶۱۱) ہماری یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال اور انکی بیوی میں لعان کے بعد تفریق کی ہے اور اگر صرف لعان کرنے سے فرقت ہوجایا کرتی تو آپ نہیں تفریق نہ فرماتے اور وہ حدیث جو نقل کی ہے اس سے حرمت جماع مراد ہے وقوع فرقت مراد نہیں ہے تاکہ دونوں حدیثوں میں توفیق ہوجاوے لہٰذا صحبت کرنا تو جبھی وقت سے حرام ہوگا مگر نکاح باقی رہیگا جبتک کہ قاضی تفریق نکرے۔

(۶۱۲) فان قیل کیف اورد المصنف توقف التفریق علی الحاکم بصیغۃ الوفاق مع انہ غیر مستقیم علی قول ابی یوسف لان حرمۃ اللعان عندہ

(۶۱۲) اگر اعتراض کیا جائے کہ یہاں پر مصنف رحمہ نے فرقت کی تفریق قاضی پر موقوف ہونیکو اس وضع کے ساتھ جو متفق علیہا مسئلہ کے لیے موضوع ہے کیوں بیان کیا ہے حالانکہ امام ابویوسف رحمہ کے قول کے موافق یہ صحیح نہیں ہوتا اسلیئے کہ انکے

ای عورت کی لعنت کی پرواہ نہ ہوگی

یعنی لعان کے بعد قاضی پر دونوں میں تفریق کرنا واجب ہوجاتا ہے

مؤبدة كحرمة الرضاع والمصاهرة فلا يتوقف على الحاكم مثلهما قلنا المذهب عند علمائنا ان النكاح لا يرتفع بحرمة الرضاع والمصاهرة بل يفسد حتى لو وطئها قبل التفريق لا حد عليه اشتبه الامر عليه او لم يشتبه وبه نص محمد في الاصل فكذا في اللعان فيستقيم على قول ابي يوسف ايضا كما في التبيين

(٦١٣) ويكون التفريق طلقة بائنة كما في العنين۔

(٦١٤) واذا اكذب نفسه بعد اللعان وحد او حد لقذف اي لقذفه محصنا غيرها او هي لزنا اي وحدت لزناها وزال اهلية اللعان عنها جاز نكاحها هذا الكلام يحتمل معنيين احدهما ان اكذب نفسه ان قدر انه قبل التفريق فمعنى جاز نكاحها ارتفع حرمة اللعان وحلت لزوجها بلا تجديد نكاحها ولا تفريق بينهما وان قدر انه وجد بعد التفريق فمعناه جاز نكاحها بتجديده۔

(٦١٥) فان قلت كيف يتصور تزوجها بعد ما زنت وحدت وهي محصنة وحدها الرجم قلت يحتمل ان يلاعنها قبل الدخول بها او كانت كافرة

نزدیک لعان کے اندر ہمیشہ کیلئے حرمت ثابت ہوجاتی ہے جسطرح حرمت رضاع یا حرمت مصاہرت پس جس چیز مین ایسی حرمت ہوگی وہان فرقت قاضی کے تفریق پر موقوف نہوگی تو اسکا جواب یہ ہوکہ ہمارے علماء کے نزدیک حرمت رضاع اور مصاہرت سے نکاح مرتفع نہین ہوتا بلکہ فاسد ہوجاتا ہی واسطہ اگر قبل از تفریق صحبت واقع ہوگی تو حد نہ واجب ہوگی خواہ حلت کا شبہ ہوا ہو یا نہوا ہو امام محمد نے اپنی کتاب مبسوط مین اسکی تصریح کی ہے ایسا ہی لعان کے اندر بھی ہوگا۔

(٦١٣) یہ تفریق شرعًا طلاق بائن ہوتی ہے جس طرح عنین کے اندر۔

(٦١٤) اگر ایک شخص نے لعان کے بعد اپنے آپ کو جھوٹا بتایا اور اوسپر حد قذف لگائی گئی یا کسی اور عورت کی طرف اوس نے زنا کی نسبت کی اور اوسپر حد قذف لگائی گئی یا عورت نے ہی اوپر اوسکے بعد زنا کی حد لگائی گئی اور اہلیت لعان کی اوس سے جاتی رہی تو اب اوسکا نکاح جائز ہے اور اس نکاح کے جائز ہونے کی دو صورتین ہین اگر یہ صورت لیجائے کہ قبل تفریق کے خاوند نے اپنی تکذیب کی ہے تب تو نکاح کے جائز ہونیکے یہ معنی ہین کہ تکذیب کرنے سے حرمت لعان جاتی رہی اور وہ اپنے خاوند پر حلال ہوگئی اور تجدید نکاح کی حاجت نہین ہے اسواسطے کہ اونمین تفریق نہین ہوئی ہے اور اگر بعد تفریق

(٦١٥) اگر کوئی کہے کہ عورت نے زنا کیا اور اوسپر حد زنا لگائی گئی اور وہ محصنہ یعنی پاکدامن بیوی ہے اور اوسکی حد سنگسار ہونا ہے تو پھر اوس سے جواز نکاح کہ کیا معنے وہ تو خود ہی نہ باقی رہیگی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے قبل از دخول اوس سے لعان کیا ہو یا وہ کافرہ تھی پھر

فاسلمت وصارت محصنة ولم یقربها بعد ما صارت محصنة حتی قذفها فانه تلاعن ولا ترجم اذا زنت لعدم شرطه وهو الدخول علیها وهما علی صفة الاحصان۔

(۶۱۶) اعلم ان قول المص اوهی لزنا مشعر بان کونها محدودة لزناها قید لزوال الاهلیة عنها ولیس کذلک لانها بزناها یسقط الاهلیة عنها وان لم تحد وقع اتفاقا لان زناها من غیر حد تسقط به احصانها فلاحاجة الی ذکره واما اذا اقذفت فلم تسقط الاهلیة عنها حتی تحد۔

(۶۱۷) ویؤبد تحریمها ای قال ابو یوسف هی حرام علیه ابدا لقوله ع المتلاعنان لایجتمعان ابدا ولهما ان هذا الکلام انما یثبت للمتلاعنین وبعد اکذابه نفسه لم یبق متلاعنا حقیقة لان الحد یلزم علیه بالرجوع ومن ضرورة اقامة الحد بطلان اللعان لان الاصل والخلف لایجتمعان۔

(۶۱۸) ولا یعتبر قذف الاخرس فلا لعان به ولا حد لانه لیس کالصریح بل فیه شبهة وکل منهما یندرئ بما فیه شبهة

مسلمان ہوگئی اور اوسکے نکاح مین آکر محصنہ ہوگئی اور محصنہ ہونیکے بعد خاوند نے اوس سے صحبت نہین کی اور خاوند نے اوسکی طرف زنا کی نسبت کی تو عورت سے لعان لیا جائیگا اور اگر اوس نے زنا کیا تو سنگسار نہ کیجائیگی اسواسطے کہ سنگسار کرنیکی شرط نہین پائی جاتی کیونکہ عورت سے ایسے وقت مین کہ جب وہ خاوند بیوی دونون محصن ہین دخول نہین پایا گیا

(۶۱۶) جاننا چاہئے کہ مصنف رح کی اس قول سے (اوہی لزنا) بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عورت سے اہلیت لعان کی اوسوقت زائل ہوتی ہے کہ جب زنا کے بعد اوسپر حد بھی ماری جاوے حالانکہ یہ بات صحیح نہین ہے اسواسطے کہ صرف زنا کرنیسے بغیر حد کی اوسکا احصان جاتا رہیگا اور لعان کی اہلیت زائل ہوجائیگی پس یہ قول اتفاقیہ ہے اور اوسمین محدود ہونیکی قید احترازی نہین ہے۔ اور اگر کسی نے اوسکی طرف زنا کی نسبت کی تو اہلیت لعان کے جبتک اوسپر حد نہ ماری جاوے زائل نہوگی۔

(۶۱۷) امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ عورت صورت مذکورہ مین بھی ہمیشہ کیلئے حرام ہوجائیگی اگرچہ خاوند نے اپنی تکذیب کی ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعان کرنیوالے خاوند بیوی کبھی جمع نہونگے۔ امام صاحب اور امام محمد رح صاحب کی یہ دلیل ہے کہ یہ حکم متلاعنین کے لئے ہے اور جب خاوند نے اپنی تکذیب کی تو وہ دونون فی الحقیقت متلاعنین نہین رہے اسواسطے کہ رجوع کرنیسے خاوند پر حد لازم ہوگی اور حد کی لازم ہونیکی صورت مین لعان لامحالہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ اصل اور اوسکا قائمقام دونون ایکجگہ۔

(۶۱۸) اگر گونگا آدمی اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کرے تو وہ غیر معتبر ہے اور اوسپر نہ لعان لازم ہوگا نہ حد لازم ہوگی اسواسطے کہ اوسکا بیان ایسا نہین ہے جیسے صریح بیان ہوتا ہے بلکہ اوس مین شبہہ ہوتا ہے اور لعان اور حد شبہ سے ساقط ہوجاتے ہین

(۶۱۹) وكذا لو قذف الاجنبي الخرساء لا يجب الحد عليه لجواز ان تصدقه لو كانت تنطق ولا تقدر على اظهار هذا التصديق باشارتها فاقامة الحد مع الشبهة لا يجوز كما في الكفاية

۶۱۹ اگر ایک اجنبی شخص گونگی عورت کو زنا کی طرف منسوب کرے تو اوس شخص پر حد واجب نہوگی ممکن ہی کہ اگر وہ بولتی ہوتی تو اوسکی تصدیق کر دیتی مگر اشارہ سے اوسکی تصدیق کرنے پر اوسکو قدرت نہین ہی اور باوجود شبہ کے حد اوس شخص پر نہین قائم ہوسکتی - کذا فی الکفایہ -

(۶۲۰) وان كان القذف بولد اي بنفي نسبه نفى القاضي نسبه بعد لعانهما اي يقول قطعت نسب هذا الولد عنه بعد ما قال فرقت بينكما كذا روي عن ابي يوسف وفي المبسوط هذا هو الصحيح لانه ليس من ضرورة التفريق نفي النسب كما بعد موت الولد يفرق بينهما باللعان ولا ينتفي نسبه عنه كذا في النهاية -

(۶۲۰) اگر ایک شخص کے بیوی کے بچہ پیدا ہوا اور اوسکے خاوند نے کہا یہ میرے نطفہ سے نہین ہی تو قاضی اون دون سے لعان کرانیکے بعد اوس بچے کا نسب اوس شخص سے علیحدہ کر دے یعنی اول تو اون سے کہے مین نے تم دونون مین تفریق کر دی اور پھر خاوند سے کہے مین نے اس بچے کا نسب تجھسے علیحدہ کر دیا - امام ابو یوسف رح سے ایسا ہی منقول ہی اور مبسوط مین بیان کیا ہی کہ صحیح یہی قول ہی اسواسطے کہ تفریق کرنیسے نفی نسب کی ضروری نہین ہی مثلاً اگر بچہ مر گیا تو لعان کرنیسے خاوند بیوی مین تفریق ہوجائیگی اور نسب کی نفی نہوگی - کذا فی النہایہ -

(۶۲۱) والحقه بامه لما روي ان النبي ع م نفى نسب ولد هلال بن امية عنه بعد ما قذف امرأته لنفي الولد ولاعن -

(۶۲۱) امام محمد رح کے نزدیک بچہ اپنی ماں کے ساتھہ ملحق کر دیا جائیگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہلال ابن امیہ کے بچے کا نسب اوس سے علیحدہ کر دیا اور اوس نے اپنی بیوی کو زنا کیطرف منسوب کیا تھا کہ یہ میرا بیٹا نہین ہی اور اس پر اوس نے لعان کیا تھا -

(۶۲۲) صورة هذا اللعان ان يقول الزوج اشهد بالله اني لمن الصادقين فيما رميتها به من نفي الولد وتقول المرأة اشهد بالله انه لمن الكاذبين فيما رماني به من نفي الولد ولو قذفها بالزنا ونفي الولد ذكرهما جميعاً في اللعان -

(۶۲۲) اس لعان کا طریقہ یہ ہی کہ خاوند کہے خدا کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ مین زوجہ اوس بچے کو اپنی نطفہ سے نہین بتایا ہی اسمین مین سچا ہون اور اگر زنا کی بھی نسبت کی ہی اور بچا بھی اپنا نہین بتایا ہو تو لعان کے اندر دونون باتون کا بیان کریگا -

(۶۲۳) وفي التبيين شرط اللعان بنفي الولد ان يكون العلوق في حال اهليتهما للعان حتى لو علقت وهي امة او كافرة

(۶۲۳) تبیین مین مذکور ہی نفی ولد کے اندر لعان جبہی ہوسکیگا کہ ایسے وقت مین عورت کو حمل ہوا ہو جس وقت مین وہ لعان کی اہلیت رکھتی ہو

ثم اعتقت او اسلمت وقذفها بنفي الولد لا يلاعن لان نسبه كان ثابتا على وجه لا يمكن قطعه فلا يتغير بعده۔

حتی کہ اگر حمل قائم ہوتے وقت وہ باندی یا کافرہ تھی اوسپر آزاد یا مسلمان ہوگئی اور خاوند نے اوس ولادت سے انکار کیا تو اوس پر لعان نہ آویگا اسلیے کہ اس طورپر اوسکا نسب ثابت ہوا ہے کہ اوسمیں قطع ہونیکا احتمال ہی نہیں لہذا ۔

۶۲۴، ونافي الحمل بان قال لامرأته ليس حملك مني لا يلاعن عند ابي حنيفة وقالا ان اتت به لاقل من ستة اشهر لا عن لتيقننا بوجود الحمل فصار كنفيه بعد الولادة وله ان في هذا القذف شبهة التعليق اذ لا يعرف حكمه الا بعاقبته ولو كان علقه حقيقة بان قال ان كان في بطنك وان فهو من الزنا لا يكون قذفا فكذا الشبهة۔

۶۲۴، اگر ایک شخص اپنی حاملہ بیوی سے کہی تیرا حمل مجھ سے نہین ہی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک خاوند سے لعان نہ لیا جائیگا اور صاحبین رح فرماتے ہین اگر چھ مہینے سے کم میں اس کہنے کے بعد اوس کے اولاد پیدا ہوئی تو اوس سے لعان لیا جائیگا اسواسطے کہ اوس وقت حمل ہونیکا اس سے یقین ہو جائیگا تو ایسا ہوا کہ گویا پیدا ہونیکے بعد انکار کیا اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ اس قذف کے اندر تعلیق بالشرط کی مشابہت پائی جاتی ہی اسلیے کہ اسکا حکم بعد وضع حمل کے ہی معلوم ہوتا ہی لہذا اگر کوئی شخص حقیقۃً بھی قذف کو معلق بالشرط کرے مثلا یون کہے اگر تیرے پیٹ مین بچا ہو تو وہ زنا سے ہی تو یہ قذف نہین شمار کیا جاتا تو جو اسکی مشابہ ہی وہ بھی قذف نہ ہوگا

۶۲۵، ولا نوجبه اي اللعان في نفي الحمل الحال وقال الشافعي يجب لان النبي عم نفى الولد عن هلال وقد كان قذفها حاملا ولنا ان الاحكام لا تترتب عليه قبل الولادة للاحتمال والحديث محمول على انه عم عرف قيام الحمل وحيا او على ان هلالا صرح بزنا لامرأته۔

۶۲۵، ہمارے نزدیک حمل کے انکار کرنیسے اسیوقت خاوند پر لعان نہین واجب ہو جاتا اور امام شافعی رح فرماتے ہین اسیوقت اوسپر لعان واجب ہوتا ہی اسواسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے اوس کے بیٹے کا نسب قطع کر دیا اور اوس نے حمل کی حالتمین قذف کیا تھا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ عورت کے بچہ پیدا ہونیسے پہلے اوسکے اوپر احکام مرتب نہین ہوتی کیونکہ اوسمین شبہ ہوتا ہی اور حدیث اسبات پر محمول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ

۶۲۶، وان قال زنيت خطابا لامرأته وهذا الحمل منه اي من الزنا يلاعنا لوجود القذف صريحا۔

۶۲۶، اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا تو نے زنا کیا ہی اور یہ حمل اوسی سے ہی تو اون سے لعان لیا جائیگا اسلیے کہ یہ صراحۃً قذف ہی ۔

۶۲۷، ونثبته اي نسب الحمل منه ولا ينفيه القاضي عنه عندنا لما مر ان الحمل قبل الولادة محتمل وقال الشافعي

۶۲۷، ہمارے نزدیک وہ حمل اوس شخص سے ثابت النسب سمجھا جائیگا اور قاضی اوسکا نسب قطع نہ کریگا اوسیوجہ سے کہ قبل از ولادت حمل مین شبہ ہی اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ

ینفیه لما مر انه ء م نفی الولد عن هلال

(۶۲۸) و اذا نفی الولد عقیب الولادة او حال قبول التهنیة او ابتیاع آلة الولادة صح نفیه لان هاتین الحالتین کحال الولادة عرفاً۔

(۶۲۹) و فی النهایة اذا هنئ بولد منکوحته فسکت یکون قبولا و اذا هنئ بولد الامة لا یکون قبولا لان نسب ولدها انما یثبت بالدعوة و السکوت لیست بدعوة۔

(۶۳۰) ولاعن و ینفی القاضی نسبه منه او بعده ای اذا نفاه بعد ما ذکر من الاوقات لاعن و یثبت نسبه۔

(۶۳۱) والتقدیر مدة النفی بعد العلم بیوم او سبعة ایام روایتان عن ابی حنیفة و قالا مدة النفاس لانها کحال الولادة لکونها اثرها و له ان اثر الولادة یمتد الی سبعة ایام لما روی انه ء م عق عن الحسن والحسین فی الیوم السابع هذا اذا کان الزوج حاضرا و ان کان غائبا فمتی بلغه الخبر فعنده هو کوقت الولادة وعندهما ان بلغه الخبر فی مدة النفاس فکذلک و ان بلغه بعده فعند ابی یوسف له ان ینفیه الی سنتین لانهما مدة الرضاع و هو اثر الولادة۔

قاضی اوس حمل کا نسب اوس شخص سے قطع کریگا اوسی وجہ سے کہ آنحضرت

(۶۲۸) اگر بچے کے پیدا ہوتے ہی یا مبارکباد ہی کے زمانہ مین یا ولادت کی چیزین جمع کرنیکے زمانہ مین بھی انکار کیا تو صحیح ہے اور اوس سے لعان لیا جائیگا اسلیے کہ یہ دونون حالتین عرفاً حالت ولادت ہی شمار کیجاتی ہین ۔

(۶۲۹) نہایہ مین مذکور ہی اگر ایک شخص کی منکوحہ بیوی کے اولاد پیدا ہوئی اور کسی نے اوسکو مبارکباد دی اور خاوند چپکا ہو رہا تو اوسکا یہ سکوت قبول سمجھا جائیگا اور اگر اوس کی باندی کے بچا پیدا ہوا اور کسی نے اوسکو مبارکباد دی اور اوس نے سکوت کیا تو یہ قبول نہ سمجھا جائیگا اسواسطے کہ باندی کی اولاد کا نسب دعوی کرنیسے ثابت ہوتا ہی اور سکوت دعوی نہین ہی ۔

(۶۳۰) اگر اوقات مذکورہ کے بعد اوس نے انکار کیا ہے تو اوس سے لعان لیا جائیگا مگر اوس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا ۔

(۶۳۱) پیدایش کے علم کے بعد نفی صحیح ہونیکی مدت امام صاحب سے ایک روایت کے موافق ایک دن اور دوسری روایت کے موافق سات دن ہین اور صاحبین رح فرماتے ہین مدت نفاس تک انکار صحیح ہوسکتا ہی اسواسطے کہ وہ بھی وقت ولادت کا ہی وقت شمار لیا جاتا ہی ۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ ولادت کا اثر سات روز تک باقی ہوتا ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین کا یوم ولادت سے ساتوین روز عقیقہ کیا ہی یہ جب ہی کہ خاوند موجود ہو اور اگر غائب ہی تو جب اوس کو ولادت کی خبر معلوم ہوگی امام صاحب رح کے نزدیک وہی وقت سے ولادت سمجھی جائیگی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر مدت نفاس مین اوسکو خبر معلوم ہوئی ہی تب تو یہی ہی اور اگر مدت نفاس گذر جانیکے بعد اوسکو خبر ہوئی ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو سال تک انکار کرسکتا ہی اسواسطے کہ دو سال مدت رضاع ہین اور رضاع ولادت کا اثر ہے

یعنی اگر علم ہونے کے بعد فوراً انکار کیا تو نسب اوس سے قطع ہوجاتا ۔

۶۳۲) وعند محمد له ذلك الى اربعين يوما اعتبارا بمدة النفاس۔

۶۳۲) امام محمد رح کی نزدیک چالیس روز تک انکار کر سکتا ہے جسقدر نفاس کی مدت ہوتی ہی۔

۶۳۳) واذا اتت بولدين في بطن فاعترف بالثاني ونفى الاول ثبتا اى الاول والثاني يعني نسبهما وحد الزوج لانه لما اقر بالثاني اكذب نفسه في نفي الاول فكانه قال انت زانية ثم قال انت عفيفة او بالاول اى اذا اعترف بالولد الاول ونفى الثاني ثبتا اى يثبت نسبهما لانهما توأمان خلقا من ماء واحد وهما اللذان بين ولادتهما اقل من ستة اشهر وكان اعترافه باحدهما اعترافا بالآخر فجعل كانه اقر بولد ثم نفاه فلا يصح نفيه بعد الاقرار ولاعن انما لم يجب الحد لانه لم يوجد الرجوع بعد القذف فانه اقر بالعفة اولا ثم قذفها بالنفي۔

۶۳۳) اگر ایک حمل سے عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور خاوند نے دوسرے کا انکار اور پہلی کا اقرار کیا تو دونون کا نسب ثابت ہو جائیگا اور خاوند پر حد لگائی جائیگی اسواسطے کہ جب اوس نے دوسرے کا اقرار کیا تو پہلے کے انکار کرنے مین اوس نے اپنی تکذیب کی اور یہ ایسا ہوا جیسے اولاً کہدیا تو زناکار ہی اور پھر کہدیا تو پاکدامن ہی اور اگر پہلے کا اقرار کیا اور دوسرے سے انکار کیا تو اوس سے لعان لیا جائیگا اور دونون کا نسب ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ دونون جوڑوان مین ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئی ہین اور جوڑوان یا توامین اون دو بچون کو کہتے ہین جنکے پیدا ہونے مین چھ ماہ سے کم مدت کا فصل ہو۔ اس مین ایک کا اقرار کرنا دونون کا ہی اقرار کرنا ہوتا ہی تو ایسا ہوا کہ گویا اوس نے ایک ہی بچے کا اقرار کیا اور پھر اوسکا انکار کر دیا تو یہ اوسکا انکار بعد اقرار کے صحیح نہو گا اس صورت مین حد اسلیے نہین آتی کہ یہان قذف کے بعد رجوع نہین پایا جاتا تاکہ حد لازم آوے بلکہ یہان ہو سکی عکس ہی کہ اولاً اوس نے عفت کا اقرار کیا اور پھر زنا کی طرف منسوب کیا ہی

۶۳۴) ولو ماتت بنته المنفية عن ولد يعني اذا نفى نسب بنته وتلاعنا فماتت البنت وتركت ولدا فادعاه اى الاب النافي انه ولد بنته فنسبه غير ثابت منه عند ابي حنيفة وقالا يثبت فيه بموتها لانها اذا كانت حية يثبت نسبها بدعوة ولدها اتفاقا۔

۶۳۴) اگر ایک شخص نے اپنی دختر کے نسب سے انکار کیا اور خاوند بیوی مین لعان ہو گیا اور پھر وہ بیٹی مر گئی اور اوس نے ایک بچا چھوڑا اور اب اوس شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیٹی کا ہے یعنے مین اسکا نانا ہون تو امام صاحب رح کے نزدیک اس شخص سے اوسکا نسب نہ ثابت ہو گا اور صاحبین رح فرماتے ہین اوسکا اس شخص سے نسب ثابت ہو جائیگا۔

(۶۳۵) وقید بالبنت لان الولد المنفی لوکان ذکرا فمات وترك ولدا یثبت نسبه من المدعی وورث الاب منه اتفاقا لحاجة الولد الثانی الی ثبوت النسب فبقاؤه کبقاء الاول وقیل بقوله عن ولد اذ لو ماتت لاعن ولد ثم ادعی نسبها لا یثبت فلا یرث منها لانها استغنت بالموت عن النسب ویضرب حد القذف وقید به عوته الولد لانه لو ادعی البنت المنفیة حال حیوتها یثبت نسبها اتفاقا۔

(۶۳۶) لهما ان دعوته البنت المنفیة کانت صحیحة فکذا یصح دعوة ولدها کما لوکان الولد المنفی ذکرا وله ان الانساب الی الاباء ونسب ولد البنت ثابت من ابیه فاستغنی عن ان یثبت من امه وجد اب امه بخلاف دعوة المنفیة لانها محتاجة الی نسب من اللاعن وبخلاف ما لوکان الولد المنفی ذکرا لان الولد الثانی ینسب الیه لانه ابوه فیحتاج الی اثبات نسبه کالاول فاشترکا فی صحة الدعوة۔

(۶۳۵) بیٹی کے مرجانیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر وہ زندہ ہی تو بالاتفاق اوس بچے کے نسب کا دعوی کرنیسے دونون کا نسب یعنی اوسکا بھی اور اوسکی مان کا بھی ثابت ہوجائیگا اور بیٹی کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر وہ بیٹا تھا اور باپنے اوسکے نسب کی نفی کی تھی اور وہ بیٹا اب مرگیا اور ایک بچا اوس نے چھوڑا تو بالاتفاق اس مدعی سے اوسکا نسب ثابت ہوجائیگا اور یہ مدعی اپنے بیٹے متوفی کا ورثہ پائیگا اسواسطے کہ یہ ولد ثانی ثبوت نسب کا محتاج ہی اور اوسکا بقا ایسا ہی ہی جیسے اوس متوفی کا بقا۔ اور یہ قید کروہ بیٹی ایک بچہ چھوڑی اسواسطے لگائی ہی کہ اگر اوس نے کچھہ نہ چھوڑا اور پھر اوس شخص نے اوس متوفی کے نسب کا دعوی کیا تو نسب ثابت ہوگا اور اوسکا وارث نہوگا اسلیے کہ مرجانیکی وجہ سے اب اوسکو نسب ثابت ہونیکی حاجت ہی نہین رہی لیکن اوس شخص پر حد قذف ماری جائیگی۔ اور اوسکے لڑکے کی

(۶۳۶) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ نسب کی نفی کر دینے کے بعد اگر پھر اوس دختر کے نسب کا دعوی کرتا ہی تو صحیح ہوجاتا ہی اسی طرح اوسکے بچے کے نسب کا دعوی کرتا ہی صحیح ہوگا اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ انساب باپ کے ساتھہ ثابت کیے جاتے ہیں اور بیٹی کی اولاد کا نسب اپنے باپ یعنی اس شخص کے داماد سے ثابت ہوا پس نانا سے نسب ثابت ہونیکی اوسکو ضرورت نہین ہی بخلاف اوس دختر کے نسب کے دعوی کرنیکے کہ وہ اس بات کی طرف محتاج ہی کہ اس لاعن سے اوسکا نسب ثابت کیا جائے اور بخلاف اوس صورت کے کہ دختر کی جگہ بیٹا ہو کیونکہ اوسکی اولاد اوسیکی طرف منسوب کیجائیگی اس لیے کہ وہ باپ ہے اور اوسکو نسب ثابت ہونیکی حاجت ہی جس طرح اوس متوفی کو حاجت تھی پس وہ دونون دعوے کے صحیح ہونے مین شریک رہا۔

فصل فی العدة

فصل عدت کے بیان مین

(۶۳۷) وهی تربص یلزم المرأة عند

(۶۳۷) نکاح صحیح یا شبہہ نکاح کے زائل ہوجانیکے بعد عورت کو

زوال النکاح المتاکد او شبهته۔

(۶۳۸) تعتد الحرة الحائض المدخول بها عن الطلاق او الفسخ بثلثة قروء لقوله تعالی و المطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء۔

(۶۳۹) و ناولها ای القروء المذکورة فی الایة و هی جمع قرء بفتح القاف بالحیض بکسر الحاء و فتح الیاء جمع حیضة و انما قال و ناولها و لم یقل و نفسرها لان القروء لفظ مشترك بین الحیض و الطهر و الماول ما ترجح من المشترك احد معانیه بغالب الرای لا بالاطهار اے قال الشافعی هی ماولة بالاطهار لقوله ءم ان من السنة ان یطلقها فی کل قرء تطلیقة ای کل طهر۔

(۶۴۰) و لنا قوله ءم طلاق الامة ثنتان و عدتها حیضتان و لا خلاف ان عدة الامة نصف عدة الحرة و لما لم یتجزا الحیضة جعلت عدتها حیضتین و لان القرء ینبئ عن الجمع لغة یقال ما قرأت الناقة جنینا فی رحمها فحملها علی الحیض اولی لان فیه جمع دم۔

(۶۴۱) و ان طلقت فی الحیض لم تعتد علی صیغة المجهول ای لم یعتبر بتلك الحیض التی وقع فیها الطلاق لان ما وجد منها

جو کچھ مدت تک بیٹھا رہنا پڑتا ہے اوسکا نام عدت ہے۔

(۶۳۸) خاوند کے طلاق دینے یا نکاح فسخ ہونیکے بعد اگر عورت حرہ ہے اور اوسکو حیض بھی آتا ہے اور خاوند نے اوس سے دخول بھی کر لیا ہے تو اوسکی عدت تین حیض ہیں بقولہ تعالی وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ ترجمہ اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین قروء اپنی جانوں کو روکے رہیں۔

(۶۳۹) قروء کا لفظ جو آیت میں مذکور ہے وہ قرء بفتح قاف کی جمع ہے۔ اور حیض جمع ہے حیضہ کی اور تاویل کا لفظ مصنف نے کہا اور تفسیر کا لفظ اسواسطے نہیں کہا ہے کہ قرء کا لفظ مشترک ہے حیض اور طہر کے لیے اور تاویل اوسی لفظ مشترک کو کہتے ہیں جس کے کئی معنے میں سے ایک معنے کو غالب راے سے ترجیح دے لیں۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۶۴۰) ہماری دلیل قروء سے حیض مراد ہونے پر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے کہ باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اوسکی عدت دو حیض ہیں اور یہ تو سب ہی کہتے ہیں کہ باندی کی عدت حرہ کی عدت سے نصف ہے اور چونکہ حیض کا تجزیہ نہیں ہوتا اسواسطے اوسکی عدت دو حیض مقرر کیے گئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے قرء کے اندر جمع کرنیکے معنی پائے جاتے ہیں کہ عرب کہتے ہیں ما قرأت الناقة جنینا فی رحمها یعنی اونٹنی نے اپنے رحم میں جنین کو نہیں جمع کیا لہذا قرء کا حیض کے اوپر محمول کرنا زیادہ تر مناسب ہے اسواسطے کہ اوسمیں ہی خون کا اجتماع ہوتا ہے۔

(۶۴۱) اگر حالت حیض میں عورت کو طلاق دی ہے تو اس حیض کو اون تین حیضوں میں شمار نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ طلاق سے پہلے جو اسکا حصہ گذر چکا ہے وہ عدت میں نہیں شمار ہو سکتا تو

ہمارے نزدیک قروء کا لفظ جو آیت میں مذکور ہے اوس سے حیض مراد ہیں طہر مراد نہیں ہیں جیسا کہ امام شافعی رح فرماتے ہیں اور قروء کو طہروں کے ساتھ تاویل کرتے ہیں اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے۔ سنت یہ ہے کہ ہر قروء میں ایک طلاق دے یعنی ہر طہر میں۔

منها قبل الطلاق لایحسب من العدة فلا یحسب ما بقی لان الحیضة لاتتجزی

(۶۴۲) والصغیرة وهی معطوفة علی الحرة والآئسة وهی مالم تحض فی مدة خمس وخمسین سنة وهی روایة عن ابی حنیفة وعن محمد فی مدة ستین و الفتوی علی الاول۔

(۶۴۳) وفی الفتاوی الصغری لو بلغت فرات یوما دما ثم انقطع الدم حتی مضت سنة فطلقها فعدتها بالاشهر اما اذا رأته ثلثة ایام ثم انقطع سنة او اکثر فعدتها لاینقضی بالاشهر مالم یبلغ حد الایاس۔

(۶۴۴) وفی الحقائق یشترط للحکم بالایاس فی هذه المدة ان ینقطع الدم عنها مدة طویلة وهی ستة اشهر فی الاصح ثم هل یشترط ان یکون انقطاع الدم ستة اشهر بعد مدة الایاس الاصح انه لیس بشرط حتی لو کان منقطعا قبل مدة الایاس ثم رأت بعدها یحکم بایاسها وتعتد بثلثة اشهر هذه دقیقة فاحفظ بثلثة اشهر لقوله تعالی واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر۔

(۶۴۵) وامرأة امتدة الطهر وهی ممن

جو باقی رہا ہے وہ بھی نہ شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ حیض متجزی نہیں ہوتا ۔

(۶۴۲) صغیرسن عورتکو اگر طلاق دیجائے یا اوس عورتکو کہ بڑہاپے کے سبب اوسکو حیض نہیں آتا تو اون دونوں کی عدت طلاق تین مہینے ہین اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ یعنی اور جو عورتین حیض سے ناامید ہوگئیں ہین تمہاری بیویوں سے اگر تمنے شک کیا ہے تو عدت اونکی تین مہینے ہین اور آئسہ امام صاحب کے روایت کے موافق وہ عورت ہے جسکو پچپن سال کی عمر[ح] ہو

(۶۴۳) فتاوی صغری مین مذکور ہے اگر ایک لڑکی بالغ ہو جائے اور ایکدن حیض کا خون دیکھے اور پہر وہ خون منقطع ہو جائے اور ایک سال گذر جائے اور پہر اوسکا خاوند اوسکو طلاق دے تو اوسکی عدت بہی تین مہینے ہین لیکن اگر تین روز تک دیکھے اور پہر سال یا اوس سے بہی زیادہ عرصہ تک منقطع ہو جائے تو اوسکی عدت مہینوں سے نہو گی جبتک کہ ایاس کی عمر کو نہ پہونچے ۔

(۶۴۴) حقائق مین مذکور ہے اس مدت مین ایاس کا حکم دینے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ایک مدت دراز تک خون منقطع ہو جائے اور اوسکا اندازہ قول صحیح کے موافق چہہ مہینے ہین پہر مدت ایاس کے بعد چہہ ماہ تک خون کا انقطاع شرط ہے یا نہین قول صحیح یہ ہے کہ شرط نہین ہے حتی کہ اگر قبل مدت ایاس کے منقطع تہا اور بعد کو خون دیکھا تو اوسکی آئسہ ہونیکا حکم دیا جائیگا اور تین مہینے اوسکی عدت ہوگی ۔ یہ ایک باریک بات ہے یاد رکہنے کے قابل ہے ۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷
÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷
÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

(۶۴۵) اگر ایک عورت کو بعد مدت دراز کے حیض آیا کرتا ہو تو اوسکے

[ح] پچپن برس کی عمر ہو جانا اور امام محمد صاحب سے روایت ہے کہ ساٹھ سال کی عمر لیکن فتوی پہلے قول پر ہے ۔

تحیض وتمتد طہرہا بان تعتد بالاقراء

واسطے بھی یہی حکم ہے کہ تین حیض سے عدت پوری کرے۔

(۶۴۶) لا بثلثۃ اشہر بعد تسعۃ ای قال مالک یتربص بعد الطلاق تسعۃ اشہر ثم تعتد بعدہا بثلثۃ اشہر لان تسعۃ اشہر وہی المدۃ المعتدۃ بظہور الحبل اذا انقضت تحققت براءۃ الرحم ثم تعتد بثلثۃ اشہر لصیرورتہا فی معنی من لا تحیض۔

(۶۴۶) مگر امام مالک رح فرماتے ہیں اس صورت میں طلاق کے بعد نو مہینے تک ویسے ہی بیٹھی رہے اور پھر تین مہینے اوسکے بعد عدت میں بیٹھی رہے اسواسطے کہ جب نو مہینے کہ جو ظہور حمل کی مدت ہیں گذر گئے تو رحم کی برارت ثابت ہوگئی تو اوسکے بعد تین مہینے تک عدت میں بیٹھے کیونکہ اوسکو اب اوس عورت کا حکم ہوگیا جسکو حیض نہیں آتا۔

(۶۴۷) ولنا انہا حائض باستصحاب الحال فلا تعتد بالاشہر لان الاعتداد بہا مختص بالصغیرۃ والآئسۃ۔

(۶۴۷) اور ہماری یہ دلیل ہے کہ بحکم استصحاب یعنی بقاء حکم سابق کے وہ حائض شمار کیجائیگی تو مہینوں سے عدت نہ پوری کر سکیگی اسلیے کہ مہینوں کے ساتھ عدت آئسہ یا صغیرہ کے لیے خاص ہے۔

(۶۴۸) والامۃ ای تعتد الامۃ اذا کانت ممن تحیض وکذا المدبرۃ وام الولد والمکاتبۃ لوجود الرق فی الکل بحیضتین لقولہ عم عدۃ الامۃ حیضتان۔

(۶۴۸) چھوکری اور ایسی ہی مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ کی عدت اگر انکو حیض آتا ہے تو دو حیض ہیں اسواسطے کہ مملوکیت کی معنی سب میں پائی جاتی ہیں دو حیض کی عدت ہونے پر یہ دلیل ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے عدۃ الامۃ حیضتان یعنی باندی کی عدت دو حیض ہیں۔

(۶۴۹) وامروا الآئسۃ بشہر ونصف لا بثلثۃ ای قال مالک تعتد الامۃ الآئسۃ بثلثۃ اشہر لاطلاق قولہ تعالی واللائی یئسن من المحیض الآیۃ ولنا ان عدتہا نصف عدۃ الحرۃ لما روی عن عمر رضی اللہ عنہ لو استطعت لجعلت عدۃ الامۃ الحیضۃ ونصفا الا ان الحیضۃ لا یتنصف لاختلافہا قلۃ وکثرۃ فیتنصف الاشہر۔

(۶۴۹) جس باندی یا مدبرہ وغیرہ کو حیض نہیں آتا اور آئسہ ہے تو اوسکی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے اور امام مالک رح فرماتے ہیں اگر باندی آئسہ ہے تو اوسکی عدت تین مہینہ اسواسطے کہ اللہ پاک نے مطلقا آئسہ عورتکی عدت تین ماہ ذکر فرمائے ہیں کما قال اللہ تعالی واللائی یئسن من المحیض الآیۃ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ باندی کی عدت حرہ کی عدت سے نصف ہے حضرت عمر رض سے مروی ہے کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو چھوکری کے لیے ڈیڑھ حیض عدت مقرر کرتا مگر چونکہ حیض میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اسلئے اوسکی تنصیف نہیں ہوسکتی جب اوس کی تنصیف نہو سکی تو مہینوں کی تنصیف ہوجائیگی۔

(۶۵۰) والحرۃ ای تعتد الحرۃ المتوفی

(۶۵۰) جس حرہ عورت کا خاوند مرجائے تو چار مہینے اور دس

عنها زوجها باربعة اشهر وعشر لقوله تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا اى عشرة ايام۔

لقوله تعالی وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا یعنی اور جو لوگ تم مین سے وفات پا جاتے ہین اور بیویان چھوڑ جاتے ہین تو چار مہینہ اور دس یعنی دس دن تک وہ اپنی جانونکو روک رکھین

(۶۵۱) وعن الاوزاعی ان المقدر بعده عشر ليال لان حذف التاء من عشر يدل عليه فيجوز لها ان تتزوج فى اليوم العاشر ولنا ان الليالى يدخل فيها ما بازائها من الايام لقوله تعالى ثلثة ايام الا رمزا وقال الله تعالى ثلث ليال سويا والقضية واحدة فعبر عنها تارة بالايام وتارة بالليالى۔

۶۵۱۔ اور امام اوزاعی سے مروی ہے کہ یہان پر لیال کا لفظ مقدر رہا اور دس راتین مراد ہین اسواسطے کہ ت کا لفظ عشر سے دور کرنا اس بات کی دلیل ہے پس اس تقدیر پر چار مہینے گذر جانے کے بعد دسوین روز وہ عورت نکاح ثانی کر سکتی ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ راتون مین اونکے ساتھ کے دس دن بھی داخل ہین اسواسطے کہ اللہ پاک نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا اور دوسری

(۶۵۲) والامة بالنصف اى تعتد الامة المتوفى عنها زوجها بشهرين وخمسة ايام وكذا المدبرة وام الولد والمكاتبة

۶۵۲۔ اگر باندی کا خاوند مرجاے تو دو مہینے اور پانچ روز تک عدت مین رہے اور اسیطرح مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ ۔

(۶۵۳) والحامل مطلقا اى تعتد الحامل سواء كانت حرة او امة او متوفى عنها زوجها او مطلقة بالوضع اى بوضع حملها لعموم قوله تعالى واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن وهذه الاية ناسخة لقوله تعالى والذين يتوفون منكم الاية فى حق الحامل كذا روى عن ابن مسعود فيبقى فى غير الحامل على عمومها۔

۶۵۳۔ حاملہ عورت کی یہ مطلقًا خواہ حرہ ہو یا باندی ہو اور خواہ مطلقہ ہو یا اوسکا خاوند مرگیا ہو وضع حمل عدت ہے اسواسطے کہ اللہ پاک نے مطلقا حاملہ عورتون کیلئے وضع حمل فرمائی ہے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اور یہ آیت حاملہ کے حق مین ناسخ ہے اس آیت کے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الاٰیۃ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے پس غیر حاملہ مین اس منسوخہ کا حکم بدستور باقی رہےگا ۔

(۶۵۴) والفاسدة النكاح اى تعتد المنكوحة نكاحا فاسدا كالمنكوحة بغير شهود فانه فاسد اتفاقا بين علمائنا

۶۵۴۔ جس عورت سے شبہہ سے کسی نے صحبت کرلی ہے اور وہ حقیقت مین حرام ہے یا جس عورت کا نکاح فاسد ہوا ہے مثلاً بے دو گواہون کے کہ ہمارے علما کے نزدیک

واما نکاح المحارم مع العلم بانها حرام فاسد عند ابی حنیفة خلافا لهما کذا فی الکفایة والموطؤة بشبهة وهے کالمنکوحة فاسدا حتی یجب به المهر بالحیض ای بثلث حیض فی الفرقة والموت ای اذا فارقت عن زوجها اومات لان عدتها لتعرف براءة الرحم لا لقضاء حق النکاح وهی تعرف بالحیض۔

بالاتفاق یہ نکاح فاسد ہوتا ہے۔ اور محارم کے ساتھ باوجود اونکی حرمت کے معلوم ہوتے کے نکاح کرنا امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک فاسد ہی بخلاف صاحبین رح کے کذا فی الکفایہ توان دونون کی فرقت کے بعد یا خاوند کے مرجانے بعد عدت حیضون سے ہوگی اسواسطے کہ یہان پر عدت رحم کا خالی ہونا معلوم کرنے کے لیے ہے حق نکاح پورا کرنے کے لیے نہین ہی اور رحم کا خالی ہونا حیضون سے معلوم ہوسکتا ہی۔

(۶۵۵) فان قیل فعلی هذا کان ینبغی ان یکفی بحیضة کالاستبراء قلنا الحق الفاسد هنا بالصحیح فی هذا الحکم کما الحق البیع الفاسد بالصحیح فی افادة الملك اذا قبض۔

(۶۵۵) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر رحم کا خالی ہونا معلوم کرنے کے لیے عدت ہی تو ایک حیض عدت ہونا چاہیے جیسے استبراء کے اندر تو اوسکا یہ جواب ہے کہ یہان نکاح فاسد کو نکاح صحیح کے ساتھ اس حکم مین ملحق کردیا ہی جس طرح بیع فاسد کو قبضہ کرنے کے بعد افادہ

(۶۵۶) واذا اعتدت الآئسة بالشهور ثم رات الدم ای علی عادتها الجاریة کذا فسرها صاحب الهدایة استانفها ای فعلیها ان تعتد بالحیض لان الاعتداد بالشهور خلف عن الاعتداد بالحیض وانما یصار الیه اذا استمر العجز عن الاصل و فی الایضاح هذا علی الروایة التی لم یقدر حد الایاس واما اذا قدر بخمس وخمسین سنة فبلغته ثم رات الدم لم یکن حیضا ولا تستانف العدة هذا هو المختار

(۶۵۶) اگر آئسہ نے مہینون سے اپنی عدت پوری کرلے اور پھر حسب دستور سابق اوس کو خون آگیا (صاحب ہدایہ نے اسکی تفسیر اسی طرح کی ہی) تو اوسپر دوبارہ نئے سرے عدت پوری کرنی پڑیگی اسواسطے کہ عدت کے اندر مہینے حیض کے قائم مقام ہین اور مہینون کی طرف اوسی وقت رجوع کیا جاویگا جب ہمیشہ کے لیے حیضون سے عدت کا پورا کرنا ناممکن ہوگا ایضاح مین مذکور ہی یہ اوس روایت کے موافق ہے کہ آیاس کے کوئی مدت مقرر نہو اور اگر اوسکی مدت مقرر ہو مثلاً پچپن سال اور عورت اس مدت کو پہونچ گئی اور پھر

(۶۵۷) و فی جمع النوازل اذا تزوجت الآئسة بعد تمام اعتدادها بالاشهر

(۶۵۷) جمع النوازل مین مذکور ہی اگر مہینون سے عدت پوری کرنے کے بعد آئسہ نے اپنا نکاح کسی سے کرلیا

ثم رأت الدم فالاصح ان نكاحها جائز قضى القاضي بجوازه او لم يقض فيكون عدتها في المستقبل بالحيض۔

اور پھر اوسکو حیض آگیا تو اصح قول یہی ہے کہ نکاح جائز ہے قاضی اوسکے جواز کا حکم دے یا نہ دے اور آیندہ کو اوسکی عدت حیضوں سے ہوگی۔

(٦٥٨) قيد بالآئسة لان الصغيرة اذا حاضت بعد انقضاء عدتها بالاشهر لا تستأنف لانه لم يتبين انها كانت من ذوات الاقراء بخلاف ما اذا حاضت في اثناء عدتها حيث تستأنف تحرزا عن الجمع بين الاصل والبدل۔

(٦٥٨) آئسہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر صغیرہ کے مہینوں سے عدت پورا کرنے کے بعد اوسکو حیض آگیا تو وہ دوبارہ عدت نہ بیٹھے گی اسواسطے کہ یہاں یہ بات نہیں ثابت ہوئی کہ وہ اوسوقت حیض آنیوالی عورتوں میں تھی بخلاف اوس صورت کے کہ اثناء عدت میں اوسکو حیض آجاوے کہ وہاں از سر نو اوسکو عدت لازم ہوگی

(٦٥٩) او ايست بعد حيضتين فبالاشهر لان الجمع بين الاصل والخلف غير جائز۔

(٦٥٩) ایک عورت دو حیض آنیکے بعد آئسہ ہوگئی تو اب اوسپر مہینوں سے عدت لازم ہوگئی اسواسطے کہ اصل اور اوسکے خلف یعنے قائم مقام کا جمع ہونا درست نہیں ہے۔

(٦٦٠) فان قيل قد جاء الجمع فيما اذا سبق للمتوضئ حدث في صلوته ولم يجد ماء تيمم وبنى قلنا الخلفية بين الماء والتراب وبين الطهارتين على اختلافهم لا بين الصلوتين۔

(٦٦٠) اگر کہو بعض جگہ اصل اور اوسکے قائم مقام کا اجتماع پایا جاتا ہے مثلاً ایک شخص وضو کرکے نماز پڑھ رہا تھا کہ اثناء نماز میں اوسکا وضو جاتا رہا اور اوسکو پانی میسر نہیں آیا تو اوسکو چاہیے کہ تیمم کرلے اور جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے شروع کردے۔ تو اوسکا اصل اور بدل کا اجتماع لازم آوے

جواب یہ ہے کہ یہاں پانی اور مٹی اور دونوں طہارتوں میں علی اختلاف ائمہ خلفیت ہے نہ دونوں نمازوں میں

(٦٦١) ولو اعتقت في العدة من طلاق رجعي امرها بعدة الحرائر اي انتقلت عدتها الى عدة الحرائر لان النكاح قائم من كل وجه فلما اعتقت ازداد الملك عليها فلا تنقضي الا بثلث حيض كما لو اعتقت فطلقت وقال مالك لا ينتقل لان اللازم عليها اتمام عدتها على وجه وجبت فلا يتبدل بالعتق كما لا يتبدل عدة البينونة والمتوفى عنها

(٦٦١) اگر ایک باندی طلاق رجعی سے عدت بیٹھی تھی کہ اوسکے مولی نے اوسکو آزاد کردیا تو اب اوسپر حرہ کی عدت لازم ہوگئی اسواسطے کہ یہاں بہرطرح سے نکاح موجود ہے اور آزاد ہونیکی وجہ سے اوس کے اوپر ملکیت زیادہ ہوگئی پس تین حیض سے اب اوسکی عدت پوری ہوگی جس طرح آزاد ہوجانے کے بعد اوسپر طلاق ہوتی ہے اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ اوسکی عدت حرہ کی موافق نہو جائیگی اسواسطے کہ جسطرح سے

زوجها۔

اوسکے اوپر عدت واجب تھی ہم اسیطرح سے اوسکا پورا کرنا اوسکو لازم ہے

(٦٦٢) وان كانت المعتقة في العدة مبانة لم نامرها بعدة الحرائر

(٦٦٢) اگر اوس باندی کو طلاق بائن دیگئی تھی اور حالت عدت میں اسکو مولی نے آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک اسکو حکم نہیں ہے کہ حرہ کی عدت اسکو لازم ہوگی

(٦٦٣) وقال الشافعي تعتد كالحرة لان حالها في العدة تغيرت فيتغير عدتها كما لو كانت رجعية ولنا انها عتقت بعد زوال الحل فلا يتغير عدتها كما لو اعتقت بعد انقضاء العدة۔

(٦٦٣) امام شافعی رح کے نزدیک اوسپر حرہ کی عدت لازم ہو جائیگی اسلیے کہ عدت کے اندر اوسکا حال بدل گیا لہذا عدت بھی بدل جائیگی جسطرح طلاق رجعی کی صورت میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حلیت کے زائل ہو جانیکے بعد وہ آزاد ہوئی ہے لہذا اوسکی عدت میں فرق نہ آئیگا جس طرح انقضاء عدت کے بعد وہ آزاد کی جائے۔

(٦٦٤) واذا اعتقت ام الولد او مات مولاها نامرها بثلث حيض

(٦٦٤) اگر ام الولد یعنی وہ باندی جسکے مولی سے کچھ اولاد پیدا ہو جائے آزاد کر دیجائے یا اوسکا مولی مرجائے تو ہمارے نزدیک اسکی عدت تین حیض ہیں

(٦٦٥) لا بواحدة اي قال الشافعي تؤمر بان تعتد بحيضة واحدة لان هذه العدة لزوال ملك اليمين فاشبه الاستبراء۔

(٦٦٥) امام شافعی رح فرماتے ہیں اوسکی عدت ایک حیض ہے اسواسطے کہ یہ عدت ملکیت ذات کے زائل ہو جانیکی وجہ سے ہے پس اوسکا حال استبرا کا سا ہے

(٦٦٦) ولنا ان ام الولد لها فراش اضعف من فراش المنكوحة وهذه عدة وجبت لزواله فصارت كعدة النكاح الحاقا للقاصر بالكامل احتياطا

(٦٦٦) ہماری دلیل یہ ہے کہ ام ولد کا علاقہ منکوحہ کے علاقہ سے ضعیف ہے اور یہ عدت اوس علاقہ کے زائل ہونے سے لازم ہوئی ہے تو یہ عدت نکاح کے مانند سمجھی جائیگی اسلیے کہ احتیاطا قاصر کو کامل کے ساتھ ملحق کرینگے

(٦٦٧) هذا اذا لم تكن منكوحة او معتدة فان كانت لا يلزمها العدة بموت المولى ولا بالعتق لعدم ظهور فراش المولى معه۔

(٦٦٧) یہ جب ہے کہ وہ باندی کسی کی منکوحہ یا معتدہ نہو اگر وہ منکوحہ یا معتدہ ہو تو مولی کے مرجانے یا آزاد ہونے سے اوسکو عدت لازم نہ ہوگی اس لیے کہ اب وہ مولی کے فراش میں نہیں ہے تاکہ عدت سے اوسکا اثر ظاہر ہو

(٦٦٨) او مات زوجها ومولاها بجهل الترتيب اي لم يعرف ايهما مات اولا وكمية ما بينهما اي لم يعرف مقدار ما بين الموتين من الايام فعدتها

(٦٦٨) اگر باندی کا خاوند اور مولی دونوں مرگئے اور یہ نہیں معلوم کہ دونوں میں سے پہلے کون مرا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ دونوں کی موت میں کتنے روز کا فصل ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اوس باندی پر عدت

ترجمہ طلاق بائن کی عدت اور متوفی عنہا زوجہا کی عدت نہیں بدلتی۔

عدة الوفاة عند ابي حنيفة۔

٦٦٩ وقالا يجمع بين العدتين اي تعتد باربعة اشهر وعشر وتستكمل فيها ثلاث حيض

٦٧٠ قيد بجهالة التي تبين والكمية لان ما بين الموتين ان كان اقل من شهرين وخمسة ايام تعتد اربعة اشهر وعشرا اتفاقا لان المولى ان مات اولا عتقت ولم يلزم مها عدة لانها منكوحة الغير فاذا مات الزوج تعتد لا يلزمها العدة من موت مولاها لانها معتدة من نكاح ولزمها عدة الحرة في حال وعدة الامة في حال فتعتد بالاكثر احتياطا وان كان ما بين الموتين شهران وخمسة ايام تعتد اربعة اشهر وعشرا وتستكمل فيها ثلث حيض اتفاقا لان المولى ان مات اولا لم يلزمها عدة وبعد موت الزوج يلزمها عدة الحرة ولو مات الزوج اولا يلزمها عدة الامة ويلزمها بموت المولى بعده ان تعتد ثلث حيض فجمع بينهما احتياطا لهما ان العدة من المولى دائرة بين الوجوب والسقوط فيجب احتياطا وله ان الامر بين اذا وجد ولم يعرف تاريخهما

وفات لازم ہے

(٦٦٩) اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اسکو دونوں عدتوں کا جمع کرنا پڑیگا یعنی چار مہینے دس روز تک بھی عدت میں رہیگی اور ان میں تین حیض بھی پورے

٦٧٠۔ یہ قید کہ دونوں میں سے ایک کا پہلے مرنا معلوم نہ ہو اور نہ دونوں کی موت میں فصل معلوم ہو اس واسطے لگائی ہے کہ اگر دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن سے کم کا فصل ہو تو بالاتفاق اسپر چار مہینے دس روز عدت لازم ہوگی اس لیے کہ اگر پہلے مولی کا انتقال ہوا ہے تو وہ اسی وقت آزاد ہو گئی اور اسپر عدت لازم نہ آئی کیونکہ وہ غیر کی منکوحہ ہے۔ اور اگر پہلے خاوند مرگیا ہے تو اسپر عدت وفات لازم ہوگی۔ اور پھر خاوند کے مرنے سے اسپر عدت نہ لازم ہوگی کیونکہ وہ معتدہ نکاح ہے۔ مگر ایک وقت میں تو اسپر حرہ کی عدت وفات لازم ہوتی ہے اور ایک وقت میں باندی کی عدت وفات لہذا احتیاطاً حرہ کی عدت وفات یعنی چار مہینے دس روز اسپر لازم ہونگے۔ اور اگر دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ روز کا فصل ہوا ہے تو بالاتفاق چار مہینے دس روز عدت میں رہیگی اور تین حیض بھی اس میں پورے کرتی رہے گی اس لیے کہ اگر مولی پہلے مرگیا ہے تو مولی کی عدت اسپر واجب نہوگی

اور جب اس کے بعد خاوند مرا تو اب خاوند کے لیے اسپر حرہ کی عدت واجب ہوگی۔ اور اگر خاوند پہلے مرا ہے تو اسپر باندی کی عدت لازم ہوگی اور پھر اس کے بعد مولی کے مرنے سے تین حیض عدت میں رہنا اسپر لازم ہوگا اس لیے احتیاطاً دونوں عدتوں کو جمع کرے

يجعل كانهما وردا معاً كالغرق والحرق
فاذا جعل موت المولى والزوج معاً
رجح جانب عدم الوجوب ولا يجب
العدة احتياطاً لان الشئ لا يثبت
بالشك كما لو اخبرت بموت زوجها
والطلاق ولم يعلم تاريخهما لا يجب
العدة للطلاق-

(۱۷۶) ولو مات صغير عن امرأته
الحامل يأمرها ابو يوسف بالشهور
اى بان تعتد اربعة اشهر وعشراً
كما فى الحادث بعده اى كما ان الحمل
لو حدث بعد موت الزوج تعتد
باربعة اشهر وعشر اتفاقاً لتيقننا
ان الحمل ليس من الزوج فى الصورتين
وهذا تنبيه على تعليل ابى يوسف
وهما بالوضع اى قالا عدتها
بوضع الحمل لان العدة شرعت لقضاء
حق النكاح لا لبراءة الرحم وهذا
المعنى متحقق فى الصبى لاطلاق قوله تعالى
واولات الاحمال اجلهن ان يضعن
حملهن من غير فصل بين ان يكون
منه او من غيره بخلاف الحمل الحادث
لانه لم يثبت وجوده وقت الموت
فوجبت العدة بالاشهر فلا يتغير
بحدوثه بعد ذلك

جائیگا صاحبین رح کی دلیل یہ ہو کہ مولی کی عدت واجب
ہونیکا بھی احتمال ہو اور ساقط ہونیکا بھی لہذا احتیاطاً
اوسکو واجب سمجھینگے - اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہو
کہ جس وقت مین دو چیزین پائی جائین اور اونکی تقدیم
تاخیر نہ معلوم ہو تو ایسا سمجھا جاتا ہو کہ گویا وہ دونون
ساتھ ہی پائی گئی ہین جیسے غرق ہوجانے اور جل جانے کی
صورت مین بہت سے لوگونکو یہی سمجھا جاتا ہو کہ سب ایک ہی وقت مین مرے

(۱۷۶) اگر ایک صغیر سن لڑکا مر گیا اور اوس نے
اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک
اوسکی عدت چار مہینے دس روز ہونگے جس طرح بعد کو
حمل ہو جاوے یعنی جب خاوند مر جاوے اور بعد کو وہ عورت
حاملہ ہو جاوے تو اوسکی عدت بالاتفاق چار مہینے دس روز
ہی ہوتی ہو اسلیے کہ ان دونون صورتون مین ہمکو
اسبات کا یقین ہو کہ اوس لڑکے سے یہ حمل نہین ہو خواہ اوسکو مرنیکی
حالت مین حاملہ ہو یا بعد کو حاملہ ہوگئی ہو امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہی
امام صاحب رح اور امام محمد صاحب فرماتے
ہین اوسکی عدت صورت مذکورہ مین وضع حمل ہی ہو اسواسطے
کہ عدت اصل مین حق نکاح کے پورا کرنے کے لیے مقرر
ہوئی ہی رحم کی براءت معلوم کرنے کے لیے نہین مقرر
ہوئی اور نکاح کے معنی نابالغ کے اندر پائے جاتے ہین
اسواسطے کہ آیت مین مطلقاً حاملہ عورتون کی عدت وضع
حمل بیان کی ہی خواہ وہ حمل اوس خاوند سے ہو یا کسی سے ہو
قال اللہ تعالی واولات الاحمال اجلهن
ان یضعن حملهن یعنی اور حمل والیون کے
عدت یہ ہو کہ وہ اپنے بچے کو جنین بخلاف اوس حمل کے

(۶۷۲) ولیثبت نسبه ای نسب الحمل من الصغیر فی الوجهین لانه یعتمد الماء ولا ماء له۔

(۶۷۳) وفی البتیین علی هذا الخلاف لو تزوج الکبیر امرأة فدخل بها ثم طلقها ومات عنها زوجها ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر لانه لیس بثابت النسب منه وکان موجودا وقت زوال النکاح بالموت۔

(۶۷۴) واذا وطئت المعتدة من طلاق بشبهة بان تزوجها رجل وهو لا یعلم انها معتدة الغیر او منکوحته او وجدها علی فراشه وا لنساء قلن انها زوجتك فوجبت اخری ای عدة اخری نامر بهما بالعدتین علی التداخل فیکون ما تراه المرأة من الحیض محسوبا منهما حتی لو کان الوطئ بشبهة بعد حیضة حاضت حیضتین بعدها وحیضة اخری لیکون ثالثة للعدة الثانیة ولو کانت معتدة الوفاة فوطئت بشبهة تعتد بالاشهر ویحسب ما تراه من الحیض فیها من العدة الثانیة تحقیقا للتداخل بقدر الامکان۔

(۶۷۵) قید بقوله بشبهة لانه لو وطئها بلا شبهة کما اذا تزوجها وهو یعلم انها

(۶۷۲) دونون صورتون مین خواه وه صغیر کے مرتے وقت حامله هو یا بعد کو حامله هو جائے اوس صغیر سے حمل کا نسب ثابت هوگا اسلیے که اوسکا مدار نطفه پر هے اور صغیر مین نطفه پایا جاتا

(۶۷۳) تبیین مین مذکور هے یهی اختلاف اوس صورت مین هے که جوان آدمی ایک عورت سے نکاح کرے اور اوسکے ساتھ دخول کرے اور پهر طلاق دیدے یا مر جاے اور وقت نکاح سے چهه مهینه سے کم مین اوس عورت کے بچه پیدا هوا اسلیے که اوس بچه کا نسب اس شخص سے نه ثابت هوگا حالانکه اوس شخص کی مرنے سے نکاح کے زائل هوتے وقت وه حمل موجود تها۔

(۶۷۴) اگر ایک عورت طلاق کی عدت مین تهی اور کسی شخص نے شبهه سے اوس سے صحبت کر لی مثلا اوس سے نکاح کر لیا اور خبر نه تهی که یه دوسرے کی عدت مین هے یا اوسی کی منکوحه هے یا اوسکو اپنے بستر پر پایا اور عورتون نے کهدیا که یه تیری بیوی هے تو اوسکے اوپر دوسری عدت واجب هو جائیگی مگر همارے نزدیک تو اون دونون مین تداخل هو جائیگا اور عورت کو جو حیض آئیگا وه دونون عدتون مین شمار کیا جائیگا حتی که اگر صحبت ایک حیض کے بعد هوئی هے تو اوسکے بعد دو حیض تک عدت مین رهکر ایک حیض اور عدت مین رهیگی تاکه یه حیض دوسری عدت کا تیسرا حیض هو جاے اور اگر وه معتده وفات تهی اور شبهه سے اوسکے ساتھ صحبت کر لی تو عدت وفات مهینون سے پوری کریگی اور اوس مین جسقدر اوس کو حیض آتے جائینگے وه دوسری عدت

(۶۷۵) صحبت مین شبهه کی قید اسواسطے لگائی هے که اگر بلا شبهه کے اوسکے ساتھ صحبت کی هے جیسے ایک

منکوحۃ الغیر لا یجب عدۃ اخری ولا تحرم علی الزوج وطئھا وبہ یفتی کذا فی الذخیرۃ وفی الحقائق ان کان طلاق الاول رجعیا کان لہ ان یراجعھا فی الحیضتین الاولیین ولیس لہ ان یراجعھا فی الحیضۃ الثالثۃ لانھا بانت منہ ولیس لہ ان یتزوجھا لانھا معتدۃ الغیر وعلی ھذا الخلاف العدتان بالشھور۔

شخص نے جان بوجھکر کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے۔ اُس سے نکاح کر لیا تو اُس عورت پر دوسری عدت نہ واجب ہوگی اور اُس کے خاوند پر صحبت کرنا اُس سے حرام نہ ہوگا اِسی پر فتوی ہے۔ کذا فی الذخیرہ۔ اور حقائق میں مذکور ہے کہ اگر پہلے نے اُسکو طلاق رجعی دی ہے تو پہلے دو حیضوں میں اُس سے رجوع کر سکتا ہے اور تیسرے حیض میں رجوع نہیں کر سکتا اِس لیے کہ اُس سے اب بائن ہوگئی اور نہ اس سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ وہ دوسرے کی عدت میں ہے اِسطرح سے اگر عدت

۶۷۶ لا التعاقب ای قال الشافعی لا یتداخل العدتان فعلیھا عدۃ ثانیۃ عقیب الاولی۔

(۶۷۶) صورت مذکورہ بالا میں یعنی جس صورت میں معتدۂ طلاق سے شبہ سے کوئی صحبت کرے امام شافعی کے نزدیک بطور تعاقب اُس کے اوپر دو عدتیں لازم ہوتی ہیں اور پہلی عدت پوری کرنیکے بعد دوسری مستقل عدت اُسکو پوری کرنی پڑیگی۔

۶۷۷ وفی الذخیرۃ ھذا اذا وطئھا اجنبی بشبھۃ اما اذا وطئھا الزوج المطلق بشبھۃ تداخلت العدتان اتفاقا۔

(۶۷۷)۔ ذخیرہ میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ اجنبی شخص اُس معتدہ سے صحبت کرے اور اگر خاوند ہی نے شبہ سے اُس سے صحبت کر لی تو بالاتفاق دونوں عدتیں متداخل ہوجائیں گی۔

۶۷۸ لہ ان الاعتداد کف عن الخروج والتزوج بالخ فیکون عبادۃ کالکف عن قضاء الشھوتین فی الصوم فلا یتادیان فی زمان واحد کالصومین فی یوم واحد۔

(۶۷۸)۔ امام شافعیؒ کی یہ دلیل ہے کہ عدت باہر جانے اور نکاح کرنے سے اپنی جان کے روکنے کا نام ہے اور یہ اصل میں ایک عبادت ہے۔ جس طرح روزہ شہوتِ جماع اور شہوت طعام سے روکنے کا نام ہے لہذا ایک ہی زمانے میں وہ دونوں عبادتیں ادا نہیں ہوسکتیں جس طرح دو روزے ایک دن میں نہیں ادا ہو سکتے

۶۷۹ ولنا ان الغرض من العدتین وھو براءۃ الرحم یحصل فی مرۃ واحدۃ ومعنی العبادۃ تابع ولھذا ینقضی بدون علمھا ویجب علی الکافرۃ وغیر المکلفۃ

(۶۷۹) ہماری دلیل یہ ہے کہ عدت سے برارت رحم کا معلوم کرنا مقصود ہے اور وہ ایک ہی عدت سے معلوم ہوجاتی ہے اور عبادت کے معنے اُس کے تابع ہیں ولہٰذا بدون عورت کے علم کے عدت پوری ہوجاتی ہے اور کافرہ اور غیر مکلف پر بھی واجب ہوتی ہے جو عبادات کے ساتھ مامور نہیں ہیں۔

٦٨٠ فان انقضت الاولى ولم تكمل الثانية اتمت الثانية۔

(٦٨٠) اگر اُسکی پہلی عدت تو گزر گئی اور دوسری اس میں پوری نہیں ہوئی۔ تو دوسری کو پورا کرلیوے۔

٦٨١ اقول اورد هذه المسئلة على وضع الوفاق مع انه تفريع لمذهبنا ولو ذكره قبل قوله لا التعاقب لكان اولى

(٦٨١) میں کہتا ہوں کہ مصنفؒ نے اس مسئلہ کو اتفاقی مسئلہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ باوجودیکہ یہ ہمارے مذہب پر تفریع ہے اور اگر اسکو (لا التعاقب) سے پہلے بیان کردیتا تو بہتر ہوتا۔

٦٨٢ ويبتدئ بعدة الطلاق والوفاة عقيبهما يعني تبتدئ المرأة عدة الطلاق عقيبه وعدة الوفاة عقيبها لان كلا منهما سبب فيعتبر المسبب من حين وجود السبب۔

(٦٨٢) خاوند کے طلاق دیتے ہی اور اُسکے مرتے ہی عورت پر عدت لازم ہو جاتی ہے۔ اس واسطے کہ طلاق اور وفات عدت طلاق اور عدت وفات کا سبب ہیں پس جس وقت سبب پایا جائے گا اُسی وقت سے مسبب کا اعتبار کیا جائے گا۔

٦٨٣ وفي المحيط لو اقر بالطلاق منذ سنة فان كذبته في الاسناد فعدتها من وقت الاقرار ويجب لها نفقة العدة و اما في حق الله وجب لغيرها واربع سواها تعتد من وقت الطلاق وان صدقته تعتد من وقت الطلاق كذا ذكره محمد في الاصل لكن هذا محمول على ما اذا كانا متفرقين من الوقت الذي اسند الطلاق اليه اما اذا كانا مجتمعين فلا يصدقان في الاسناد و مشائخ بلخ قالوا يلزمها العدة في هذه الصورة ايضا من وقت الاقرار عقوبة عليهما لكتمانهما الطلاق ولكن لا يجب لها نفقة العدة ومؤنة السكنى لاعترافها بسقوط حقها

(٦٨٣) محیط میں مذکور ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک سال پہلے سے اپنی بیوی کی طلاق کا اقرار کیا۔ پس اگر عورت نے طلاق کے ایک سال پہلے ہونے میں اُس کی تکذیب کی تو اُس کی عدت اسی وقت سے ہوگی اور عدت کا نفقہ خاوند پر واجب ہوگا۔ مگر خاوند اُس کی بہن سے یا اُسکی سوا چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہے گا تو اُس کے لیئے طلاق کے وقت سے یعنی ایک سال پیشتر سے عدت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر عورت نے اسکی تصدیق کی تو وقت طلاق سے عدت لازم ہوگی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مبسوط میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ لیکن یہ اوس صورت میں ہے کہ جس وقت سے خاوند نے طلاق بیان کی ہے اُس وقت سے وہ دونوں علٰحدہ رہے ہوں اور اگر ساتھ ساتھ رہے ہیں تو اس میں اُنکی تصدیق نہ کیجائیگی۔

٦٨٤ وتنقضي العدة بمضي المدة او مدة الطلاق والوفاة وان لم يعلم

(٦٨٤) عدت وفات ہو یا عدت طلاق ہو جو اُنکی مدت مقرر ہے اُس مدت کے گزرنے سے منقضی ہو جاتی ہے اگرچہ عورت کو

بهما ای بالطلاق والوفاة۔

طلاق یا وفات کا حال معلوم نہو۔

(۶۸۵) وامرناها به ای بابتداء العدة فی النکاح الفاسد عقیب التفریق ای تفریق القاضی وهذا لیس بطلاق او العزم علی ترك الوطیٔ وذلك بان یقول ترکتك او خلیت سبیلك او نحوها لا بمجرد العزم۔

(۶۸۵) نکاح فاسد مین ہمارے نزدیک جس وقت سے قاضی نے تفریق کی ہو یا خاوند نے جس وقت سے اوس سے ترک صحبت کا ارادہ کر لیا ہو اور کہدیا ہو کہ مین نے تجھکو چھوڑدیا یا تیرا راستہ چھوڑدیا یا کوئی اسی قسم کا لفظ کہا ہو اوسوقت سے عدت لازم ہوگی اور صرف ترک صحبت کا ارادہ کر لینا کافی نہین ہے جبتک زبان سے یہ نہ کہدے اور نکاح فاسد مین قاضی کی تفریق طلاق نہین ہے۔

(۶۸۶) لا من آخر الوطئات ای قال زفر یعتبر العدة من آخر الوطئات حتی لو حاضت بعد الوطیٔ قبل التفریق ثلث حیض انقضت العدة لان المؤثر فی ایجابها هو الوطیٔ لا العقد۔

(۶۸۶) امام زفر رح فرماتے ہین نکاح فاسد کے اندر جو خاوند سے آخر صحبت صادر ہوئی ہو اوسوقت سے عدت شمار کیجائیگی حتے کہ بعد اوس صحبت اور قبل از تفریق قاضی اگر تین حیض بلا صحبت کے گذر گئی تو عدت منقضی ہوگئی اسواسطے کہ عدت کی واجب کرنے مین جماع کو دخل ہو عقد کو دخل نہین ہے۔

(۶۸۷) ولنا ان فی الفاسد شبهة النکاح ولهذا لا یحد بالوطیٔ فیه وانما یرتفع هذه الشبهة بالتفریق او الترك فلا تعتد قبله کما فی النکاح الصحیح۔

(۶۸۷) ہماری یہ دلیل ہے کہ نکاح فاسد مین شبہ نکاح کا ہوتا ہے ولہذا نکاح فاسد مین صحبت کرنیسے حد نہین واجب ہوتی اور یہ شبہ نکاح کا یا تو تفریق سے جاتا ہے یا ترک جماع سے جاتا ہے پس ان دونون کی قبل عدت نہو سکیگی جس طرح نکاح صحیح مین۔

(۶۸۸) واذا اقرت بانقضائها ای اقرت معتدة من طلاق بانقضاء عدتها بالحیض فاقل المدة ای المدة الصالحة له شهران عند ابی حنیفة۔

(۶۸۸) اگر معتدہ طلاق اپنی عدت کا حیضون سے گذرجانا بیان کرے تو کم از کم مدت اوسکی بیان کی صحیح ہونیکی لئے امام صاحب رح کی نزدیک دو مہینے ہین یعنے اگر طلاق ہوئے ہوئے دو ماہ بھی گذرگئے ہین تو عورت کا قول معتبر سمجھا جائیگا۔

(۶۸۹) وقالا تسعة وثلاثون یوما لاحتمال ان یقع الطلاق قبیل اول حیضة فیکون مدتها ثلثة وتطهر بعدها خمسة عشر ثم تحیض ثلثة وتطهر خمسة عشر ثم تحیض ثلثة فیکمل العدة

(۶۸۹) اور صاحبین رح فرماتے ہین کم از کم اوسکا بیان صحیح ہونیکے لئے اونتالیس ۳۹ روز ہیں اسلئے کہ ممکن ہے طلاق دیتے ہی اوسکو حیض آگیا اور تین روز تک آتا رہا اور پھر پندرہ روز تک طہر کا زمانہ رہا اور پھر تین روز حیض آیا اور پھر پندرہ روز تک طہر ہوا اور پھر تین روز تک حیض آیا کل یہ اونتالیس ۳۹ روز ہوگئے۔

ومن ادخواهر زادة ثلث ساعات للاغتسال وقال لان زمان الاغتسال من الحيض من جامع المحبوبي۔

اوسکی عدت پوری ہوگئی۔ اور خواہر زادہ نے تین ساعت غسل کیلئے اور تنتالیس دنوں میں عدد زیادہ کئے ہیں اور کہا ہے کہ غسل کرنیکا زمانہ بھی حیض کا ہی زمانہ ہے۔ من جامع المحبوبی۔

(۶۹۰) لہ ان رويتها هكذا نادرة فلا يبنى عليه الحكم الشرعي وانما يبنى على الغالب فيعتبر اكثر مدة الحيض واقل مدة الطهر لتعتد لا فيكون ثلث حيض شهرا والطهر بينهما شهرا

(۶۹۰) امام صاحب رح کی دلیل دو مہینے مقرر کرنے میں یہ ہی کہ جس طرح صاحبین رح نے فرمایا ہے اس طرح سے خون کا آنا شاذ و نادر ہو سکتا ہے پس وہ اس قابل نہیں ہے کہ ایک حکم شرعی کو اوسپر مقرر کیا جائے بلکہ جو کثیر الوقوع ہے اوسی پر حکم شرعی کی بناء ہو سکتی ہے لہذا حیض کی تو زیادہ سے زیادہ مدت لے لینگے اور طہر کی کم سے کم اس حساب سے تین حیض ملکر ایک مہینہ ہوا اور تین طہر ہونگی ایک مہینہ اونکا ہوا۔

(۶۹۱) ولو كانت المقرة بالانقضاء امة تصدق عندهما في احد وعشرين يوما ستة ايام حيضتان وخمسة عشر يوما طهر وعنده تصدق في اربعين لانه يجعل كانه طلقها في اول الطهر فالطهران كل منهما خمسة عشر يوما وحيضتان كل منهما خمسة ايام۔

(۶۹۱) اور اگر باندی اپنی عدت کا گذر جانا بیان کرتی ہے تو صاحبین رح کی نزدیک اکیس روز کے گذر جانے سے اوسکا اقرار صحیح ہو جائیگا چھہ روز تو دو حیضوں کے لئے اور پندرہ روز ایک طہر کے لئے اور امام صاحب رح کی نزدیک چالیس روز گذر نیسے اوسکا اقرار صحیح ہوگا وہ یہاں یہ کہتے ہیں کہ گویا شروع طہر میں اوسکو طلاق دیگئی تو ایک مہینہ دو طہروں کا ہو گیا اور دو حیضوں کے دس روز سمجھ لئے جاوینگے جو حیض کی زیادہ مدت کا نصف ہے یہ کل چالیس روز ہوئے

(۶۹۲) ولو علق طلاقها بالولادة فولدت تطلقت ثم اقرت بانقضاء عدتها بالحيض فاقلها اي المدة الصالحة لتصديقها خمسة وثمانون يوما عند ابي حنيفة لان نفاسها يقدر بخمسة وعشرين اذ لو كان اقل منه ثم كان بعده طهر خمسة عشر ثم الدم بعده في اربعين كان كله نفاسا لان الطهر في اربعين وان كثر لا يفصل عنده فيقدر الحيض في رواية الحسن عنه بخمسة لانه وسط

(۶۹۲) اگر خاوند نے بچے کی پیدا ہونیسے طلاق کو مشروط کیا تھا اور اوسکے بچا پیدا ہوا اور طلاق واقع ہوگئی اور پھر اوس نے حیضوں سے اپنی عدت کا گذر جانا بیان کیا تو کم از کم مدت جس میں اوسکا یہ بیان صحیح ہو سکتا ہے امام صاحب رح کی نزدیک پچاسی روز میں اسواسطے کہ پچیس روز تو نفاس کے سمجھے جاوینگے کیونکہ اگر اس سے کم سمجھے جائیں مثلا پھر اوسکے بعد پندرہ روز تک خون نہ آوے اور چالیس ہی دن کے اندر اندر خون اوسکو آوے تو وہ سب نفاس ہی ہوگا اسواسطے کہ امام صاحب رح کی نزدیک ان چالیس روز کے اندر اندر کتنی ہی مدت تک خون بند رہے وہ نفاس ہی شمار کیا جاتا ہے لہذا نفاس کی پچیس روز لئی جائینگے اور پھر حیض کے پانچ روز

من اكثر العدة فيكون خمسة وعشرون نفاسا وخمسة واربعون ثلثة اطهار وخمسة عشر ثلث حيض والمائة رواية عن الحسن لان الحيض مقدر بعشرة فزاد على المقال الاول خمسة عشر فكان مائة۔

اُس روایت کے موافق جو حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے اسلیے کہ حیض کی اکثر مدت کا نصف ہے پس پچیس ۲۵ روز تو نفاس کے ہوئے اور پندرہ روز تین حیضوں کے اور پینتالیس ۴۵ روز تین طہروں کے یہ سب پچاسی ہوئے اور ایک روایت میں امام صاحب رح سے مروی ہے کہ کم سے کم سو دن اسکی تصدیق کے لیے ضرور ہیں اسواسطے کہ اکثر مدت حیض کی دس روز ہیں تو تین حیضوں کے پندرہ دن پچاسی کے تھے اور زیادہ ہوگئے اور پورے سو دن ہوگئے۔

۶۹۳ فيصدقها ابو يوسف في خمسة وستين لان اكثر الحيض عشرة والنفاس اكثر منه عادة فزيد عليه يوم فصار احد عشر وطهرها خمسة عشر ثلث مرات يكون خمسة واربعين وحيضها ثلث مرات تسعة فيكون المجموع خمسة وستين۔

(۶۹۳) امام ابو یوسف رح کے نزدیک کم از کم پینسٹھ روز میں اسکی تصدیق ہوسکے گی اسواسطے کہ حیض کی اکثر مدت دس روز ہیں اور نفاس غالباً حیض سے کچھ زیادہ ہی ہوا کرتا ہے اس لیئے حیض سے ایک دن زیادہ اسکی مدت سمجھ لیں گے یعنی گیارہ روز اور طہر کی مدت پندرہ روز اس حساب سے تین طہر کے پینتالیس ۴۵ روز ہوئے اور تین حیض کے نو روز اور گیارہ روز نفاس کے تھے یہ سب پینسٹھ دن ہوگئے۔

۶۹۴ لا في اربعة وخمسين اى عند محمد لا يصدق في اقل من هذه لان اقل النفاس لم يقدر بشيء فيقدر بساعة وطهرها خمسة واربعين وحيضها تسعة

(۶۹۴) امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کم از کم اوس کی تصدیق کرنے کے لیے چون ۵۴ روز کافی ہیں اس واسطے کہ نفاس کی کم مدت کی تو کچھ تعداد ہی نہیں ہے لہذا ایک گھڑی اسکی فرض کرلی جائیگی اور پینتالیس ۴۵ روز تین طہروں کے ہوئے اور نو روز تین حیضوں کے۔

۶۹۵ وتتركه الحرة والامة في عدة الوفاة عن نكاح صحيح التطيب والزينة والكحل والدهن لما صح انه عم نهى المعتدة عن الاكتحال والادهان والاختضاب بالحناء الا لعذر مثل ان يكون لها حكة فتلبس الحرير لاجلها او لا تجد ثوبا غيره قيل هذا اذا كان

(۶۹۵) عدت وفات میں عورت کو خواہ حرہ ہو یا باندی ہو بشرطیکہ اُس کا نکاح صحیح ہوا ہو لازم ہے کہ خوشبو لگانا اور سنگار کرنا اور سرمہ اور تیل لگانا سب چھوڑ دے اسواسطے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معتدہ کو سرمہ اور تیل لگانے اور مہندی لگانے سے منع فرمایا ہے لیکن بحالت عذر ان چیزوں کا استعمال کرسکتی ہے مثلاً اُس کے خارش ہے تو اُس کے لیئے حریر پہن سکتی ہے یا بجز اُس حریر کے کپڑے کے اُسکے پاس دوسرا کپڑا نہیں۔ بعض نے کہا ہے اس قسم کا کپڑا

الثوب جديدا اما لو كان خليقا بحيث لا يقعد به الزينة فلا بأس به۔

(۶۹۶) قيد النكاح بالصحيح احترازا عن الفاسد لانه واجب الزوال فلا تتاسف على زواله ولا تحداد عليها لاجله۔

(۶۹۷) فان قيل كيف جاز التاسف على زوال نعمة النكاح وقد قال الله تعالى لكيلا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما اتاكم قلنا المراد بالاساء والفرح ان يكون بصياح نقل ذلك عن ابن مسعود۔

(۶۹۸) فان قيل لم لم يجب الحداد على الامة اذا اشتراها زوجها وقد زال نكاحها قلنا وجب الحداد عليها لكن لم يظهر في حق المولى لحل وطئها له بالشراء حتى لو اعتقها في هذه الحالة ظهرت الحدادة۔

(۶۹۹) ونامر بداى بالاحداد وترك الطيب والزينة المبتوتة اى المطلقة طلاقا بائنا وقال الشافعي لا نامرها به لانه اوحشها بالابانة فلا يجب عليها اظهار التأسف من فرقته ولنا انها ممنوعة عن النكاح في العدة فتمنع عن صفات داعية اليه لئلا تتوهم انها ملتمسة للازواج۔

اگر نیا ہو تو بلا عذر نہیں پہن سکتی اگر پرانا ہو کہ اُس کے پہننے سے بناو سنگار نہیں پایا جاتا تو کچھ حرج نہیں ہے بلا عذر بھی پہن سکتی ہے۔

(۶۹۶) نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی ہے تاکہ نکاح فاسد سے احتراز ہوجائے اسواسطے کہ وہ تو واجب الزوال ہوتا ہے اُسکے جانیکا افسوس نکرنا چاہیے اور اُسکے جانے سے عورت کو سوگ نہ کرنا چاہیے۔

(۶۹۷) اگر کہو زوال نعمت نکاح پر افسوس کرنا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے اللہ پاک تو فرماتا ہے لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم یعنی تاکہ غم نکرو اُس چیز پر جو تم سے جاتی رہی۔ اور خوشی نکرو اُس چیز کی جو تم کو دی ہے۔ تو اِس کا یہ جواب ہے کہ غم کرنے اور خوشی کرنے سے چلا کر اور شور مچا کر غم اور خوشی کرنا مراد ہے ایسی خوشی یا غم نکرنا [illegible]

(۶۹۸) اگر کہو چھوکری کو جب اُسکا خاوند خرید لے تو اُسپر سوگ کرنا کیوں نہیں جب بنتا باوجودیکہ اُسکا نکاح بھی زائل ہو جاتا ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ سوگ تو اُسپر واجب ہوتا ہے مگر مولا کے حق میں ظاہر نہیں ہوتا اِس لئے کہ پہلے اُسکو بذریعۂ نکاح کے صحبت حلال تھی اب بذریعہ خرید لینے کے حلال ہے حتی کہ اگر اِس حالت میں اُسکو آزاد کر دیا تو اُسکو سوگ کرنا لازم ہوگا۔

(۶۹۹) جس عورت کو طلاق بائن دیجائے ہمارے نزدیک اُسکو بھی حکم ہے کہ سوگ کرے اور سنگار نکرے اور خوشبو نہ لگاوے۔ مگر امام شافعی رح فرماتے ہیں اُسکو یہ حکم نہیں ہے اِس واسطے کہ خاوند نے تو اُسکو طلاق بائن دیکر پریشان ہی کر دیا ہے پھر اُسکی جدائی پر عورت کو افسوس کرنا کچھ ضرور نہیں ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حالتِ عدت میں اُس کو نکاح کرنا منع ہے تو جو چیزیں نکاح کی دواعی ہیں وہ بھی اُس کے لیے منع ہیں۔ تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُس کو شوہروں کی تلاش ہے۔

(٧٠٠) قيد بالمبتوتة لان الحداد واجب في عدة الوفات اتفاقا وغير واجب في الرجعية اتفاقا من الحقائق۔

(٧٠٠) طلاق بائنی کے قید اسواسطے لگائی ہے کہ عدت وفات مین تو بالاتفاق سوگ کرنا واجب ہے اور طلاق رجعی مین بالاتفاق سوگ نہ کرنا چاہئے۔ من الحقائق۔

(٧٠١) ولا توجبه اى الاحداد على ذمية ولا صغيرة وقال الشافعي يجب عليهما الحداد لعموم الحديث السابق ولنا ان الحداد حق الشرع وهما ليسا من اهل الخطاب۔

(٧٠١) ذمیہ عورت یا صغیر سن لڑکی پر ہمارے نزدیک سوگ کرنا واجب نہین ہے اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک ان پر بھی سوگ کرنا لازم ہے اسواسطے کہ حدیث مذکورہ بالا سب کے واسطے عام ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سوگ کرنا شرع کا حق ہے اور وہ دونون احکام شرعیہ کے ساتھ مخاطب نہین ہین۔

(٧٠٢) ولا احداد على ام الولد اذا اعتقها مولاها لان الحداد لاظهار التأسف على نعمة النكاح ولم يكن لها نكاح۔

(٧٠٢) ام ولد کو اگر اوسکا مولی آزاد کردے تو اوسپر سوگ کرنا واجب نہین ہے اسواسطے کہ سوگ نعمت الٰہی یعنی نکاح کی زائل ہوجانے پر غم ظاہر کرنے کے لئے ہے اور ام ولد کے نکاح مین نہین ہوا کرتی ہے۔

(٧٠٣) ولا يخطب المعتدة اى لا تطلب للنكاح ولا بأس بالتعريض وهو ان تذكر شيئا وتريد به شيئا لم تذكره كقوله ان لي فيك رغبة او قوله اريد ان اتزوج صالحة وانت صالحة ونحوهما لقوله تعالى ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء۔

(٧٠٣) معتدہ سے کسی شخص کو صراحۃً نکاح کی درخواست نہ کرنی چاہئے اور اگر بطور تعریض کے جس سے وہ عورت سمجھ جاوے بیان کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہے تعریض کے یہ معنی ہین کہ ذکر تو کچھ کرے اور مطلب کچھ اور ہو۔ مثلا اوسے کہے مجھے تیرے ساتھ رغبت ہے یا یون کہے مین چاہتا ہون کہ کسی نیکبخت عورت سے نکاح کرلون اور تو بھی نیکبخت عورت ہے اور اسی قسم کے باتین لقوله تعالى ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء یعنے اوپر تمہارے نہین کچھ مضائقہ بیچ اوسکے کہ تعریض طور پر عورتون کو نکاح کی رغبت کرو

(٧٠٤) وفي التبيين هذا اذا كانت معتدة عن وفاة وان كانت معتدة عن طلاق لا يجوز التعريض اما في الرجعي فلان الزوجية قائمة واما في المبتوتة فلان تعريضها يورث العداوة بينها وبين الزوج وكذا بينه وبين الخاطب۔

(٧٠٤) تبیین مین مذکور ہے یہ جب ہے کہ وہ معتدۃ الوفات ہو اور اگر معتدہ طلاق ہو تو تعریض بھی درست نہین ہے طلاق رجعی مین تو اسواسطے کہ زوجیت کا علاقہ موجود ہے اور بائن مین اسواسطے کہ اوس کے نکاح کی خواہش کرنے سے اوس مین اور خاوند مین دشمنی ہوجائیگی بلکہ اوسکی خاوند اور اس شخص مین بھی عداوت ہوجائیگی۔

(٧٠٥) ولا تخرج المطلقة الرجعية والمبتوتة اصلا اى لا فى الليل ولا فى النهار لان النفقة دارة عليها فلا ضرورة لها الى الخروج حتى لو اختلعت على ان لا نفقة لها تخرج نهارا لمعاشها وقيل لا تخرج وهو الاصح لانها هى التى اسقطت حقها فلا يبطل به ما وجب عليها من عدم الخروج هذا فى الحرة واما فى الامة فتخرج لرعاية حق المولى فى الخدمة الا ان تبوئ لها منزلا فيترك استخدامها۔

ولو كانت المبانة كتابية فلها الخروج لانها غير مامورة بالشرائع الا ان للزوج ان يمنعها عن الخروج صيانة لمائه۔

(٧٠٦) وتخرج المتوفى عنها نهارا وبعض الليل اذ لا نفقة لها فحينئذ تحتاج الى الخروج وتبيت فى منزلها اى لا يكون فى الليل كله فى غير منزلها ولو باتت اقل من نصف الليل فلها ذلك لان البيتوتة عبارة عن الكون فى مكان اكثر الليل۔

(٧٠٧) وتعتد فى المنزل المضاف اليها سكنى اى من جهة السكنى حال وجوبها اى وجوب العدة بالموت او الفرقة

(٧٠٥) مطلقہ کو ہرگز گھر سے باہر نکلنا چاہیے خواہ رجعیہ ہو یا بائنہ ہو نہ دن میں نہ رات میں اسواسطے کہ خاوند کے مال میں سے اوسکو نفقہ دیا جائیگا اوسکو باہر جانیکی حاجت نہیں ہے حتے کہ اگر اوس نے اس شرط پر خاوند سے خلع کر لیا ہے کہ اوسکو نفقہ نہ دیا جائے تو دن کے وقت طلب معاش کے لئے نکل سکتی ہے اور بعض کہتے ہیں اوس وقت میں بھی نہیں نکل سکتی اور یہی قول زیادہ ترصحیح ہے اسواسطے کہ اوس نے خود اپنا حق ساقط کر دیا ہے اس حق کے ساقط ہونے سے جو چیز اوسکے اوپر واجب ہے یعنے گھر سے باہر نہ جانا وہ اوسکے ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم جو اوپر بیان کیا گیا حرہ کی بابت ہے اور اگر چھوکری ہے تو وہ باہر نکل سکتی ہے تاکہ مولا کا حق خدمت فوت نہو وے مگر جس صورت میں کہ اوسکے لئے کوئی مکان رہنے کو دیدے اور اوس سے خدمت لینا چھوڑ دے اور وہ مطلقہ کتابیہ عورت ہے تو اوسکو نکلنا جائز ہے اسواسطے کہ وہ احکام شرعیہ کے ساتھ مامور نہیں ہے مگر جس صورت میں خاوند اوسکو اپنے نطفہ کے حفاظت کے لئے (روکے)۔

(٧٠٦) متوفی عنہا زوجہا یعنے جس کا خاوند مر جاوے اوسکو عدت وفات میں باہر نکلنا درست ہے تمام دن اور کچھہ رات میں اسواسطے کہ اوسکے لئے نفقہ تو مقرر ہی نہیں ہے لہذا نکلنے کے اوسکو حاجت پڑیگی مگر تمام رات گھر سے باہر نہیں رہسکتی بلکہ اپنی گھر میں اوسکو بیتوتت یعنے شب باشی کرنی چاہیے اور اگر آدھی رات سے کم دوسرے مکان میں رہے تو اوسکو جائز ہے اسواسطے کہ ایک مکان میں بیتوتت کے معنے یہ ہیں کہ زیادہ رات اوس مکان میں گذارے۔

(٧٠٧) موت یا فرقت سے عدت کے واجب ہونے کے وقت رہنے کے اعتبار سے جو اوس عورت کا مکان سمجھا جاتا ہے اوسی مکان میں عورت کو عدت پوری کرنی چاہیے حتے کہ اگر خاوند نے

حتی لو طلقت فی منزل اہلہا فعلیہا ان تعود الی منزلہا الذی کانت ساکنۃ فیہ لقولہ تعالیٰ ولا تخرجوھن من بیوتہن

اُسوقت میں کہ جب وہ اپنی ماں کے گھر تھی طلاق دی ہو تو اُسکو عدت میں رہنے کے لیئے اُس مکان میں جس میں وہ رہتی تھی آکر رہنا چاہیے لقولہ تعالیٰ ولا تخرجوہن من بیوتہن یعنی اور مت نکالو اُنکو اُنکے گھروں سے۔

(٢٠٨) واذا اعتدت فی منزل الزوج یجعل بینہا وبینہ سترۃ حتی لا یقع الخلوۃ بالاجنبیۃ وان کان فاسقا یخاف علیہا منہ فالاولی خروجہ لوجوب السکنیٰ علیہا فیہ۔

(٢٠٨) اگر خاوند کے رہنے کے مکان میں وہ عدت میں رہے تو خاوند کے اور اُس عورت کے درمیان میں کچھ آڑ کر دینی چاہیے تاکہ اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت نہ پائی جاوے۔ اور اگر خاوند ایک فاسق فاجر آدمی ہے جس سے اس عورت کے پاس رہنے سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے صحبت نکرے تو بہتر ہے کہ اُس خاوند کو وہاں سے بجائے اُسکے عورت کو کسی اور مکان میں [illegible]

(٢٠٩) ولو کان الزوج غائبا وطلقہا وکان یسکن باجرۃ اعطتہا باذن القاضی ویصیر دینا علی الزوج۔

(٢٠٩) اگر خاوند موجود نہیں ہے اور اُس نے طلاق دیدی ہے اور وہ کرایہ کے مکان میں رہتا تھا تو بحکم قاضی وہ مکان عورت کو کرایہ پر دلا دیا جائیگا اور اُس کا کرایہ خاوند کے ذمہ ہوگا۔

(٢١٠) فان اخرجہا الورثۃ من نصیبہم من الدار وضاق عنہا ای عن سکناہا نصیبہا من دار المیت اوخافت علی مالہا فیہ انتقلت لان ہذا الانتقال بعذر ولو اسکنوہا فی نصیبہم باجرۃ وہی تقدر علے ادائہا لا تنتقل وفی الکفایۃ تعیین الموضع الذی ینتقل فی الوفاۃ الیہا وفی غیرہا الیہ۔

(٢١٠) اگر ورثہ نے خاوند کے مرجانے کے بعد عورت کو اپنے اپنے حصہ کے مکان سے نکال دیا اور اُس میت کے مکان میں عورت کا اسقدر حصہ نہیں ہے جو اُسکے رہنے کے لیئے کافی ہوسکے یا اُس مکان میں رہنے سے عورت کو اپنے مال کے چوری ہو جانیکا خوف ہے تو اُس مکان کو بدل دینا جائز ہے۔ اِس واسطے کہ یہاں پر مکان سے منتقل ہونا عذر کی وجہ سے ہے۔ اور اگر وارثوں نے کرایہ سے اُس کو مکان میں رہنے کی اجازت دیدی اور وہ کرایہ دینے کی طاقت رکھتی ہے تو اُسی مکان میں اُس کو رہنا چاہیے۔ اَور مکان نہیں بدل سکتی۔

(٢١١) ولو مات فی السفر فی مصر وقد کان معہ امراتہ او ابانہا ای طلقہا طلاقا بائنا فیہ وبینہا وبین کل من مصرہا ومقصدہا مسیرۃ السفر علیہا ان تعتد فی المصر عند ابی حنیفۃ

(٢١١)۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ سفر میں تھا اور وہ ایک شہر میں مرگیا۔ یا بیوی کو اُس نے وہاں طلاق بائن دیدی اور وہاں سے اُس کا شہر اور جس جگہ کو وہ جانا چاہتی ہے دونوں مقام سفر کی مسافت پر واقع ہیں تو امام صاحب رح کے نزدیک اُسی جگہ عورت کو عدت پوری کرنی چاہیئے

ولا تخرج بمحرم حتى تفرغ من عدتها
(۱۲) واجازاه قبلها اى الخروج قبل الفراغ
(۱۳) قيد بالسفر اذ لو مات فى الحضر
لا تخرج اتفاقا وقيد بالمصر لانه لو مات
فى مفازة او طلقت فيها فهى بالخيار
ان شاءت رجعت الى مصرها وان شاءت
مضت الى مقصدها سواء معها محرم
او لا اتفاقا لخوف الهلاك والقرية التى
تقدر على المقام بها كالمصر فى الحكم وقيد
بقوله او بانها لانه لو طلقها رجعيا فهى
لا تفارق زوجها اما اذا طلقها رجعيا
فى منزلها فليس له ان يسافر بها قبل الرجعة
من الحقائق وقيد بان يكون بينها وبين
مقصدها مدة سفر وكذا بينها وبين منزلها
لان كلا منهما لو كان دون مدة
السفر تخرج الى ايهما شاءت اتفاقا
او كان احدهما مدة السفر والآخر
دونها تخرج الى الذى دونها اتفاقا
وقيد بالمحرم لانه لو انعدم لا تخرج
اتفاقا۔

(۱۴) لهما ان المحرم عليها انشاء
السفر فى العدة وهذا ليس بانشاء
لان الطلاق وقع عليها وهى مسافرة
فيجوز مع المحرم وله ان تاثير
العدة فى المنع من الخروج

اور جب تک عدت سے نہ فارغ ہو لے کسی محرم کے ساتھ بھی وہاں سے نہ جائے ۱
(۱۲) صاحبین فرماتے ہیں عدت کے پورا کرنے سے پہلے کسی محرم کے ساتھ وہاں سے
(۱۳) سفر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر حضر میں ہو تو بالاتفاق
وہاں سے کہیں جا نہیں سکتی اور شہر میں طلاق دینے یا مرجانے
کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر جنگل میں ایسا ہوا تو اسکو اختیار ہے
کہ خواہ اپنے گھر کو واپس چلی جائے یا جہاں جانا چاہتی ہو وہاں
کو چلی جائے خواہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو یا نہ ہو اسواسطے
کہ یہاں ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور جو گاؤں ایسا ہو کہ
وہاں رہ سکتی ہو اسکو بھی یہاں پر شہر کا حکم ہے۔ اور یہ قید
کہ یا اسکو طلاق بائن دیدے اس واسطے لگائی ہے کہ اگر
طلاق رجعی دی ہے تو وہ اس طلاق سے خاوند سے علیحدہ
نہ ہو جائیگی۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ اگر گھر میں اس نے بیوی کو
طلاق رجعی دی ہے تو بدون رجعت کے اس کو سفر میں نہیں
لیجا سکتا۔ من الحقائق۔ اور یہ قید کہ اس کا مکان اور جہاں کو
جانا چاہتی ہے مدت سفر پر واقع ہوں اسواسطے لگائی ہے کہ
اگر دونوں جگہ مسافت سفر سے کم ہیں تو جہاں چاہے بالاتفاق
وہاں چلی جائے اور اگر ایک اس قدر دور ہے مگر ایک نہیں
ہے تو جو قریب ہو بالاتفاق وہاں کو چلی جائے۔ اور محرم
کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر وہاں محرم نہیں ہے
تو بالاتفاق وہاں سے نہیں جا سکتی۔

(۱۴) صاحبین رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ عدت
کی حالت میں عورت کے اوپر سفر کا شروع کرنا حرام
ہے۔ اور یہاں تو طلاق ہے اس کے اوپر سفر کی
حالت میں واقع ہوئی ہے۔ پس یہاں سے جانا
سفر کرنا نہیں ہے۔ بلکہ سفر کا پورا کرنا ہے لہذا محرم کی

اقوى من تاثير عدم المحرم لان العدة يمنع مطلق الخروج وان قل وعدم المحرم يمنع السفر فقط وعدم المحرم اذا كان مانعا من السفر فالعدة اولى واشار بخص ما دون السفر لانه ليس بانشاء الخروج بل هو بقاء على الخروج الاول وهي هنا منشئة باعتبار انه سفر بغير المحرم الخروج۔

ساتھ اُسکو یہان جانا درست ہوا - اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ محرم کے نہونے کو سفر کے منع ہونے مین اسقدر دخل نہین ہی جسقدر عدت کو سفر کے منع ہونے مین دخل ہی دیکھو کہ محرم کے نہونے سے صرف وہ سفر نہین کرسکتی ہی اور عدت مین ہونے سے مطلق جا ہی نہین سکتی اگرچہ گھر سے باہر ہی کیون نہو اور جب کہ محرم کے نہونے سے سفر کرنا اُسکو منع ہوجاتا ہی تو عدت کے ہونے سے بطریق اولی اُسکو سفر کرنا جائز نہوا - اور اگر سفر سے کم مسافت ہی

فصل فی ثبوت النسب

فصل ثبوت نسب کے بیان مین

(۷۱۵) ويقدر اقل الحمل ستة اشهر لقوله تعالى وحمله وفصاله ثلثون شهرا وقوله تعالى والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين۔

(۷۱۵) کم از کم حمل کی مدت کا اندازہ چھ مہینے ہین لقوله تعالى وحمله وفصاله ثلثون شهرا یعنی اور اُسکا پیٹ مین رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے ہو اور قوله تعالى والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين یعنی اور مائین اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائین الخ

(۷۱۶) ونقدر اكثره اى اكثر مدة الحمل سنتين۔

(۷۱۶) اور زیادہ سے زیادہ حمل کی مدت کا اندازہ ہمارے نزدیک دو سال ہین -

(۷۱۷) لا اربعا اى قال الشافعي هو اربع سنين لان الضحاك ولدته امه لاربع سنين بعد ما نبت ثناياه وهو يضحك۔

(۷۱۷) امام شافعی رح فرماتے ہین زیادہ سے زیادہ حمل کی مدت چار سال ہی اسواسطے کہ ضحاک چار سال مین جب اُسکے دانت بھی نکل آئے تھے ہنستے ہوئے اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہین -

(۷۱۸) ولنا قول عائشة رضي الله عنها لا يبقى الولد في رحم امه اكثر من سنتين ولو بفلكة مغزل ومثله لا يعرف الا سماعا۔

(۷۱۸) اور ہماری یہ دلیل ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے فرمایا ہی جتنی دیر مین چرخہ گھوم جاتا ہی اتنی دیر بھی دو برس سے زیادہ اپنی مان کے پیٹ مین بچہ باقی نہین رہتا اور ایسی باتون کا مدار سننے پر ہوتا ہی -

(۷۱۹) واذا اقرت بانقضاء العدة

(۷۱۹) اگر معتدہ نے عدت کے گذرنیکا خواہ وہ

ايۃ معتدة كانت ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار يثبت نسبه لظهور كذبها حيث اقرت بالانقضاء ورحمها مشغول او لستة لم يثبت اي ان ولدت لستة اشهر من وقت اقرارها لم يثبت النسب لاحتمال حدوث الحبل بنكاح جديد فلم يتيقن كذبها۔

کوئی عدت ہوا اقرار کیا اور اس اقرار کرنے سے چھ مہینے سے کم عرصہ مین اُسکے کچھ اولاد پیدا ہوئے تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ چھ ماہ سے کم مین بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوگیا کہ اقرار کرتے وقت اُسکے پیٹ مین بچہ تھا اور اُسکا اقرار کرنا جھوٹا تھا اور اگر اقرار کرنے سے چھ مہینے مین اُسکے بچہ پیدا ہوا ہو تو اُسکا نسب ثابت نہوگا اسلیے کہ یہان نکاح جدید سے حمل کے پیدا ہونیکا احتمال ہے پس اُسکے جھوٹا ہونیکا اسوقت مین یقین نہین ہے۔

(۷۲۰) فان قيل كيف صح هذا الاقرار وفيه ابطال حق الولد من النسب قلنا انها امينة في الاخبار عما في رحمها ويجوز ابطال حق الغير بقول الامين كما اذا اقرت بانقضاء عدتها يبطل حق الزوج۔

(۷۲۰) اگر کوئی یہ اقرار باوجودیکہ اُسمین نسب کے اعتبار سے بچہ کے حق کا باطل کرنا ہے کیونکر صحیح ہوگیا تو اُسکا جواب ہے کہ اپنے پیٹ کی خبر دینے مین شرع کے اندر عورت کو امین سمجھا گیا ہے اور امین کے قول سے دوسرے کا حق باطل کر دینا جائز ہے جس طرح عورت کے انقضاء عدت کی خبر دینے سے خاوند کا حق باطل ہو جاتا ہے۔

(۷۲۱) اذا اتت به الرجعية لسنتين او اكثر ثبت نسب الولد ما لم تقر بانقضائها اي انقضاء العدة وكان مراجعا لان الزنا منتف عن المسلم ظاهرا فيحمل على ان العلوق وقع بعد الطلاق۔

(۷۲۱) طلاق رجعی کے بعد اگر عورت کے دو سال یا اس سے زیادہ مین بھی بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا جبتک عورت عدت کا گذر جانا بیان نہ کرے۔ اور اس سے رجعت ثابت ہو جائیگی اسلیے کہ بظاہر مسلمان کی شان سے زنا کا صادر ہونا نہین ہے اور یہی سمجھا جائیگا کہ طلاق کے بعد حالت عدت مین اُسکو حمل ہوا ہے۔

(۷۲۲) فان قيل انتفاء الزنا ممكن بغير هذه الجهة بان يتزوج بزوج اخر بعد انقضاء عدتها فيكون الولد منه قلنا الابقاء اسهل من الابتداء فكان اولى۔

(۷۲۲) اگر کسو زنا نہونے کی صورت تو اسکے علاوہ اور بھی نکلسکتی ہے اسطرح پر کہ بعد انقضاء عدت کے اوس نے دوسرے سے نکاح کر لیا ہو اور یہ حمل اُس نکاح سے ہو تو اسکا یہ جواب ہے کہ پہلے ہی نکاح کا باقی رکھنا بنسبت نکاح جدید کی ثابت کرنیکے آسان ہے لہذا باقی رکھنا ہی مناسب ہے۔

(٢٣) قيد بعدم اقرارها لانها لو اقرت بانقضاء العدة فهو كما قالت اذا كان في مدة يحتمل الثلثة اقراء۔

(٢٣) یہ قید کہ عورت انقضاء عدت کا صورت مذکورہ میں اقرار نکرے اسواسطے لگائی ہے کہ اگر اس عورت نے عدت کا گزر جانا بیان کیا تو اسکا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ طلاق سے اتنی مدت کے بعد عدت کا گزرنا بیان کیا ہو کہ اسمیں تین حیض کے پورے ہونیکی گنجائش ہو

(٢٤) ولاقل اي اذا اتت بولد لاقل من سنتين يثبت نسبه لوجود العلوق في حال النكاح او في العدة وبانت من زوجها لانقضاء عدتها بوضع الحمل ولما احتمل كون العلوق قبل الطلاق وبعده لم يصر مراجعا بالشك فان قيل لم لم يجعل مراجعا بحمل الوطء على وجوده بعد الطلاق لان الحوادث محمولة على اقرب اوقاتها قلنا لان الرجعة بالفعل خلاف السنة ولا يظن بالمسلم العاقل الاقدام على خلاف السنة فلا يحمل عليه مع امكان غيره۔

(٢٤) اگر دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ یا تو یہ حمل حالت نکاح کا سمجھا جائیگا یا حالت عدت کا مگر یہاں رجعت نہیں ثابت ہوگی۔ بلکہ خاوند سے علیحدہ ہو جائیگی اس واسطے کہ وضع حمل سے اس کی عدت گزر گئی اور چونکہ حمل میں دونوں احتمال ہیں کہ قبل طلاق کا ہو یا بعد طلاق کا اس واسطے شک سے رجعت نہیں ثابت ہو سکتی اگر کہو یہاں پر اس طرح سے رجعت کیوں نہ ثابت کر دیجائے کہ طلاق کے بعد ہی صحبت کا وجود ثابت کیا جائے کیونکہ حوادث اقرب اوقات پر محمول ہوا کرتے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ رجعت بالفعل سنت کے خلاف ہے اور مسلم عاقل کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ خلاف سنت پر اقدام کرے پس باوجود دوسری صورت کے ممکن ہونیکے اس رجعت پر جو خلاف سنت ہے محمول نکرینگے۔

(٢٥) والمبتوتة اي اذا اتت المعتدة عن طلاق بائن بولد لاقل منهما اي من سنتين يثبت نسبه لاحتمال قيام الحمل وقت الطلاق فيثبت احياء للولد۔

(٢٥)۔ اگر مطلقہ بائنہ کے دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا۔ تو وہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ طلاق کے وقت حمل کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔ لہذا بچے کے زندہ رکھنے کی خاطر اس کا نسب ثابت کر دیا جائے گا۔

(٢٦) ولهما اي لو اتت به لتمام سنتين من حين الفرقة لم يثبت نسبه لحدوث الحمل بعد الطلاق يقينا لان وطء المبتوتة حرام في العدة الا اذا ادعاه بان يدعي نسب الولد فيثبت حملا لدعواه

(٢٦) اگر وقت فرقت سے دو سال میں بچہ پیدا ہوا۔ تو وہ ثابت النسب نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ یہاں پر یقینا طلاق کے بعد حمل کا قائم ہونا معلوم ہوتا ہے اور مطلقہ بائنہ سے عدت میں صحبت کرنا حرام ہے مگر جس صورت میں خاوند اس کے نسب کا دعوی کریگا تو نسب ثابت ہو جائیگا

علی انه وطئها فی العدة لشبهة۔

صحبت کرلی ہوگی۔

(۷۲۷) وفی البنیین هذا ما ذکره وفیه نظر لان المبتوتة بالثلث اذا وطئها الزوج کان شبهة الفعل وفیها لا یثبت النسب وان ادعاه نص علیه فی کتاب الحدود ۔

(۷۲۷) بنیین مین مذکور ہے فقہاء نے اسطرح بیان کیا ہے مگر تبیین مین کچھہ کلام ہے اسواسطے کہ تین طلاق کے بعد اگر خاوند اوس سے شبہہ سے صحبت کرلے تو یہان بھی ۔ فعل مین شبہہ ہے مگر باوجود خاوند کے دعوی کرنیکے بھی یہان نسب نہین ثابت ہوتا کتاب الحدود مین اسکی تصریح موجود ہے

(۷۲۸) هل یشترط تصدیق المرأة اذا ادعاه الزوج فیه روایتان۔

(۷۲۸) اگر خاوند دعوے کرے تو عورت کی تصدیق بھی شرط یا نہین اسمین دو روایتین آئی ہین۔

(۷۲۹) وان کانت هذه ای المبتوتة صغیرة یجامع مثلها فجاءت به یثبته الی سنتین ای یثبت ابو یوسف نسب الولد الی اخر هذه المدة او رجعیة ای کانت الصغیرة مطلقة طلاقا رجعیا فالی سبعة وعشرین شهرا ای یثبت ابو یوسف نسب ولدها الی هذه المدة لانه جعل مراجعا فی عدتها وهی ثلثة اشهر ویثبت بعدها فی السنتین

(۷۲۹) اگر وہ مطلقہ بائنہ صغیر سن ہے مگر صحبت کرنے کے لائق ہے اور اوسکے طلاق کے بعد بچہ پیدا ہوا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو سال کے مدت تک اوسکا نسب ثابت ہوگا اور اگر اوسکو طلاق رجعی دی ہے تو اوسکے بعد ستائیس مہینے تک اگر اوسکے بچہ پیدا ہوگا تو وہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت طلاق یعنی تین مہینے کے اندر خاوند کو سمجھا جائیگا کہ اوس نے مراجعت کرلے اور ازان بعد دو سال تک نسب ثابت ہوجائیگا۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۷۳۰) واثبتاه ای نسب ولد الصغیرة اذا اتت به لاقل من تسعة اشهر فیهما ای فی المبتوتة والرجعیة۔

(۷۳۰) امام صاحب رح اور امام محمد رح کے نزدیک خواہ وہ صغیرہ مطلقہ بائنہ ہو یا رجعیہ ہو اگر نو مہینے سے کم مین اوسکے بچہ پیدا ہوگا تو اوسوقت مین ثابت النسب ہوگا ۔

(۷۳۱) او متوفی عنها زوجها ای لو کانت الصغیرة معتدة عن الوفاة فجاءت بولد فالی سنتین ای یثبت ابو یوسف نسب ولدها الی سنتین واثبتاه ان اتت به لاقل من عشرة اشهر وعشرة ایام

(۷۳۱) اگر صغیرہ کا خاوند مرجائے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو برس تک اگر اوس کے بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا ۔ اور امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے نزدیک اگر دس مہینے اور دس روز سے کم مین پیدا ہوگا تب تو ثابت ہوگا ورنہ نہین ۔

ايام-

٧٣٢، اعلم ان الخلاف فيما اذا سكتت الصغيرة و لم تدع حبلا و لم تقر بانقضاء عدتها اما اذا ادعته صارت مقرة بانها بالغة وكانت في نسب ولدها كالكبيرة او اقرت بمضي العدة بعد ثلاثة اشهر ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر يثبت نسبه وان ولدت لستة اشهر او اكثر لم يثبت سواء كان رجعيا او بائنا اتفاقا لان عدتها ثلثة اشهر بالنص ومضيها كاقرار الكبيرة بمضي عدتها-

٧٣٣، له في المسائل السابقة ان الكلام في المراهقة وهي قابلة للحبل فيحتمل ان يكون حاملا قبل الطلاق او الوفاة فيكون انقضاء عدتها بوضع الحمل ويحتمل انها حبلت بعد انقضاء عدتها بثلثة اشهر في الطلاق واربعة اشهر وعشر في الوفاة فاذا وقع الشك في الانقضاء جعل عدتها غير منقضية فيثبت نسبه الى سنتين كما في البالغة ولهما ان صغرها ثابت بيقين وهو مناف لحملها فلا يزول بالاحتمال ما هو ثابت بيقين فيحكم بمضي عدتها بثلثة اشهر في الطلاق وباربعة اشهر وعشر

* * * * * * * *

٧٣٢، جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہے کہ وہ صغیرہ سکوت کرے اور حمل کا اقرار نہ کرے اور نہ عدت کے گذرنیکا اقرار کرے اور اگر اوس نے حمل کا دعوے کیا تو گویا اوس نے اپنے بالغ ہونیکا اقرار کیا اور وہ اپنی اولاد کے نسب کے اعتبار سے جوان عورت کے مانند ہو گی یا تین مہینے گذر جانیکے بعد اوس نے عدت کے گذر جانیکا اقرار کیا اور پھر چھ مہینے سے کم مین اوسکے بچہ پیدا ہوا تو اوسکا نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے یا اوس سے زائد مین پیدا ہوا تو بالاتفاق ثابت نہو گا خواہ وہ طلاق بائنہ ہو یا رجعیہ ہو اسواسطے کہ بحکم نص اوسکی عدت تین مہینے ہین اور انکا گذر جانا صغیرہ کیلئے ایسا ہی ہے جیسا جوان عورت کیلئے انقضاء عدت کا اقرار کرنا-

٧٣٣، مسائل سابقہ مین امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ کلام مراہقہ کے اندر ہے یعنی جو قریب البلوغ ہے اور وہ حمل کے قابل ہوتی ہے تو اوس مین یہ احتمال ہے کہ قبل طلاق یا قبل وفات اپنے خاوند کے وہ حاملہ ہو پس اوسکی عدت وضع حمل ہونی چاہیے اور یہ بھی احتمال ہے کہ طلاق کی تقدیر پر تین ماہ گذر چکنے کے بعد وہ حاملہ ہوئی ہو یا وفات کی صورت مین چار ماہ دس یوم گذر چکنے کے بعد حاملہ ہوئی ہو پس جب عدت کے گذرنے مین شک واقع ہو گیا تو یہ سمجھینگے کہ اوسکی عدت منقضی نہین ہوئی لہذا دو سال تک اوسکا نسب ثابت ہوگا جیسے بالغہ عورت کی تقدیر پر اور امام صاحب رح اور امام محمد رح کی یہ دلیل ہے کہ اوسکا صغیرہ ہونا تو یقینًا ہی ثابت ہے اور صغیر ہونا حمل کے منافی ہے تو جو چیز یقینی ہے وہ احتمال سے زائل نہین ہو سکتی لہذا طلاق کے اندر تین مہینے سے اوسکی عدت گذر جانیکا

في الوفاة و يحمل الحمل على انه حادث بعد مضيها فلا يثبت النسب۔

(٤٣٤) واذا لم تقر معتدة الوفاة التي اعتدت لوفاة زوجها بانقضائها اي بانقضاء عدتها و لم تقر بالحبل ايضا و اتت به لتمام عشرة اشهر و عشرة ايام اثبتناه اي نسب ولدها من زوجها وقال زفر لا يثبت۔

(٤٣٥) هذا الخلاف فيما اذا كانت معتدة الوفاة كبيرة لانها لو كانت صغيرة فنسب ولدها انما يثبت اذا اتت به لاقل من عشرة اشهر و عشرة ايام عند ابي حنيفة و محمد كما سبق۔

(٤٣٦) قيد بعدم الاقرار لانها لو اقرت بانقضائها لا يثبت اتفاقا و قيد بتمام عشرة اشهر و عشر لانها لو اتت به لاقل منها يثبت اتفاقا۔

(٤٣٧) له ان حبلها لما لم يكن ظاهرا ثبت بالنص انقضاء عدتها بمضي اربعة اشهر و عشر و لو ثبت مضي عدتها باقرارها ثم اتت بولد لا يثبت نسبه فاولى ان لا يثبت فيما نحن فيه لان الثابت بالنص اقوى من الثابت باقرارها و لنا ان انقضاء عدتها بالشهور مشروط بعدم الحمل وذا انما

اور وفات کی صورت مین چار مہینے دس روز ہے اور حمل کو یہ سمجھین گے کہ انقضاء عدت کے بعد پایا گیا ہی لہذا اوسکا نسب ثابت نہوگا

(٤٣٤) اگر متوفی عنہا زوجہا نہ اپنی عدت کے گذرنیکا اقرار کرے اور نہ حمل کا اقرار کرے اور دس مہینے دس دن گذر جانیکے بعد اوسکے بچہ پیدا ہو تو ہمارے نزدیک وہ ثابت النسب ہوگا اور اوس متوفی کے اولاد ہوگا اگر امام زفر رح فرماتے ہین وہ ثابت النسب نہوگا ۔

(٤٣٥) یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ معتدہ وفات بالغ عورت ہو اور اگر صغیرہ ہے تو امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک اوسکے بچے کا نسب اوسوقت ثابت ہوگا جب دس ماہ دس یوم سے کم مین پیدا ہووے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے ۔

(٤٣٦) اقرار نہ کرنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر اوس نے انقضاء عدت کا اقرار کر لیا تو بالاتفاق نسب نہ ثابت ہوگا اور یہ قید کہ دس مہینے دس روز کے بعد پیدا ہوا اسواسطے لگائی ہی کہ اگر اوس سے کم مین پیدا ہو تو بالاتفاق ثابت النسب ہوگا

(٤٣٧) امام زفر رح کی یہ دلیل ہے کہ جب اوسکا حمل ظاہر نہین تہا تو بحکم نص اوسکی عدت چار مہینے دس روز ثابت ہوئی اور جس صورت مین وہ اپنی عدت کے گذر جانے کا اقرار کرے اور پہر اوسکے بچہ پیدا ہوتا تو وہ ثابت النسب نہوتا تو صورت متنازعہ فیہا کی اندر بطریق اولی نسب ثابت نہونا چاہیے اسواسطے کہ جو بحکم نص ثابت ہے اوسکو قوت ہے اوس سے جو اوسکی اقرار سے ثابت ہو ۔ اور ہماری دلیل یہ ہی کہ عدت کے مہینون سے گذرنے مین شرط یہ ہے

یعرف من جهتها فلا یحکم بانقضاء عدتها ما لم تقر به فلما ولدت فی مدة یمکن ان یکون العلوق من زوجها قبل موتها یثبت نسبه منه حملا لامرها علی الصلاح۔

کہ حمل نہوا در حمل کا نہونا عورت کی ہی طرف سے معلوم ہوسکتا ہے پس تا وقتیکہ وہ اقرار نہ کریگی انقضاء عدت کا حکم نہین دیسکتی اور جب ایسی مدت مین اوسکے بچہ ہوا ہو کہ خاوند کے نطفہ سے اوس حمل کا ہونا ممکن ہے لہذا اوسکا نسب خاوند سے ثابت ہو جائیگا اس مین عورت کی بھلائی ہے۔

(۴۳۸) فاذا اتت به معتدة الوفاة فکذبها الورثة فی الولادة فثبوته ای ثبوت نسبه مشروط عند ابی حنیفة لشهادة رجلین او رجل وامرأتین علی ولادتها قیدنا بتکذیب الورثة لانهم لو اقروا بالولادة یثبت النسب لانهم قائمون مقام الزوج ولو اقر بها لثبت النسب فکذا لو اقروا۔

(۴۳۸) اگر معتدہ وفات کے کچھ اولاد پیدا ہوئی اور وارثون نے انکار کیا کہ اس سے پیدا ہوئی ہے عورت کی تکذیب کی تو امام صاحب رح کے نزدیک اوسکی ثابت النسب ہونے میں دو مردون یا دو عورتون اور ایک مرد کا اوسکی ولادت پر گواہ دینا شرط ہے اور تکذیب ورثہ کی اسلیئے قید لگائی ہے کہ اگر ورثہ نے ولادت کا اقرار کرلیا تو نسب ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ ورثہ خاوند کے قائمقام ہین اور خاوند کے اقرار کرنے سے تو نسب ثابت ہوجاتا ہی لہذا اونکے اقرار سے بھی ثابت ہوجائیگا

(۴۳۹) الا ان یکون حبل ظاهر او اعتراف ای لو کان بالمرأة حبل ظاهر او اقرار الزوج حال حیوته بالحبل یثبت نسبه بلا شهادة رجلین۔

(۴۳۹) اگر حمل ظاہر ہے یا اوس کے خاوند نے زندگی مین اوسکے حاملہ ہونیکا اقرار کرلیا ہی تو بلا گواہی کے اوسکا نسب ثابت ہوجائیگا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۴۴۰) واما شهادة القابلة فلابد منه لتعیین الولد اتفاقا لاحتمال ان یکون الولد غیر دون المعین وانما الخلاف فی ثبوت نفس الولادة بعقد المعتدة فعند ابی حنیفة یثبت اذا تأید بمؤید من ظهور حبل او اعتراف الزوج وعندهما یثبت بشهادة قابلة۔

(۴۴۰) اور تعیین ولد کیلیئے دائی کی گواہی بالاتفاق ضروری ہے اسواسطے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ جو پیدا ہوا ہے اس بچے کی غیر ہو اور اختلاف اثبات مین ہی نفس ولادت کے ثابت ہونے مین معتدہ کا قول کافی ہے یا نہین تو امام صاحب رح کے نزدیک اگر کسی دوسری چیز سے اوسکی تائید ہوجائے تو اوس سے ولادت ثابت ہوجاتی ہے جیسے حمل کا ظاہر ہونا یا خاوند کا اقرار کرنا اور صاحبین رح کے نزدیک دائی کی گواہی سے ولادت ثابت ہوجاتی ہے۔

(۴۶۷) واثبتاه بواحدة ای بشهادة امرأة واحدة مسلمة عادلة بولادة لان الفراش وهو ان تتعین المرأة للولادة لشخص واحد قائم بقیام العدة والفراش ملزم للنسب وانما احتیج الی تعیین الولد فشهادة القابلة کافیة فیه وله ان الالزام علی الغیر لایجوز الا بحجة واما عند ظهور الحبل او اقرار الزوج فلم یحتج الی الشهادة لان النسب یثبت قبل الولادة والعدة مضت باقرارها بوضع الحمل فلم یبق فراش وکذا الخلاف لوکانت معتدة عن طلاق وانکر الزوج الولادة۔

(۴۶۷) صاحبین رح کے نزدیک اگر وارثہ اوسکی تکذیب کرین تو ایک عورت مسلمہ عادلہ اگر ولادت کی گواہی دیگیی تو ولادت ثابت ہوجائیگی اسواسطے کہ فراش یعنی عورت کا ایک شخص کے لیے ولادت کے واسطے مخصوص ہونا جبتک عدت کا زمانہ ہی برابر ثابت ہی اور فراش ایسی چیز ہی کہ نسب کو لازم کردیتا ہی اب اگر ضرورت ہی تو تعیین ولد کی ضرورت ہی اوسکا اندر دایہ کی گواہی کافی ہی اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ دوسرے پر کسی چیز کا لازم کردینا بدون حجت کے جائز نہین ہی لہذا دو مرد ون یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی ضروری ہی مگر جسوقت مین حمل ظاہر ہوتا ہی یا خاوند نے اقرار کرلیا تہا تو گواہی کی ضرورت نہین ہی اسواسطے کہ نسب تو قبل از ولادت ہی ثابت ہی اور باقی رہی عدت سو وہ عورت کی وضع حمل کا اقرار کرنے سے گذر گئی اور اب فراش نہین رہا یہی اختلاف اوس صورت مین بہی ہی کہ وہ معتدہ طلاق ہو اور خاوند ولادت کا انکار کرے۔

(۴۶۸) والطلاق المعلق بالولادة لایقع بشهادة واحدة بها ای اذا قال لامرأته ان ولدت فانت طالق فشهدت امرأة بولادتها لاتطلق عند ابی حنیفة وقالا تطلق لان الولادة مما لایطلع علیها الرجال فشهادة المرأة مقبولة فیها فکذا فیما یتعلق بها وله انها ادعت الحنث علیه فلایثبت الا بحجة تامة والطلاق منفك عن الولادة ذاتا فلایلزم من قبولها فیها قبولها فیه کما اذا اشتری مسلم لحما فشهد مسلم بانه ذبیحة مجوسی قبلت شهادته ف

(۴۶۸) اگر طلاق کو ولادت کے ساتھہ مشروط کیا ہی تو ایک عورت کی ولادت کی گواہی دینے سے وہ نہ واقع ہوگی یعنی اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تیرے بچہ پیدا ہو تو تجہپر طلاق ہی پہر ایک عورت نے گواہی دی کہ اسکی بچہ پیدا ہوا ہی تو امام صاحب رح کے نزدیک یہ طلاق واقع نہوگی اور صاحبین رح فرماتے ہین واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ ولادت ایسی چیز ہی کہ مردون کو وس سے آگاہی نہین ہوسکتی لہذا ایک عورت کی گواہی اوس مین مقبول ہی پس جو چیز ولادت کی ساتھہ مشروط ہی یعنی طلاق اوسمین بہی اوسکی گواہی معتبر ہوگی۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ یہان پر گویا اوسنے خاوند پر قسم کے اندر حانث ہونیکا دعوی کیا ہی پس بدون حجت تامہ کے اوسکا دعوی نہین ثابت ہوسکتا اور طلاق جدا چیز ہی ولادت جدا چیز ہی باعتبار ذات کے طلاق کو اوس سے کچہہ علاقہ نہین تو ولادت مین اوسکی گواہی

حرمة اكله ولا يقبل فى الرجوع بالثمن على البائع۔

مقبول ہونیسے نہین لازم آتاکہ طلاق مین بہی مقبول ہو جسطرح ایک مسلمان گوشت خرید ہے اور پہر ایک مسلمان اس بات پر گواہی دے کہ یہ جانور مجوسیکے ہاتھ کا

(۷۴۳) وان اقر بالحبل ثم علق طلاقها بالولادة فهى طالق من غير شهادة امرأة عند ابى حنيفة لان اقراره بالحبل اقرار بما يفضى اليه وهو الولادة وقالا لا تطلق الا بشهادة القابلة لانها مدعية الحنث ولا بد لها من حجة وهى شهادة امرأة۔

(۷۴۳) اگر خاوند نے اولاً حمل کا اقرار کر لیا بعد ازان اوسکی طلاق کو ولادت کے ساتہہ معلق کیا تو امام صاحب رح کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی اور کسی عورت کی ولادت پر گواہی دینے کی ضرورت نہین ہے اسواسطے کہ خاوند کے حمل کے ساتہہ اقرار کرنا بعینہٖ ولادت کے ساتہہ جو حمل کا انجام ہے اقرار کرنا ہے اور صاحبین رح فرماتے ہین بدون قابلہ کی شہادت کے اوسپر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت خاوند پر قسم مین حانث ہونیکا دعوی کرتی ہے پس اسکے لیے حجت کا ہونا لازمی ہے اور وہ ایک عورت

(۷۴۴) واذا تزوجها فاتت به اى بالولد لاقل من ستة اشهر من وقت تزوجها لم يثبت نسبه منه او لستة اى ان ولدت لستة اشهر فصاعدا يثبت ان اعترف به الزوج بالولادة او سكت لان الفراش قائم۔

(۷۴۴) اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور چہہ مہینے سے کم مین اوسکے بچہ پیدا ہوا تو اوس خاوند سے بچے کا نسب ثابت نہوگا اور اگر چہہ مہینے مین یا اوس سے زیادہ مین پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ خاوند اوسکی ولادت کا اقرار کرے یا سکوت کرے اسواسطے کہ اوسکا فراش قائم مقام اقرار کے ہے

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۷۴۵) وان جحد الولادة حال قيام النكاح يثبت بواحدة اى الولادة بشهادة امرأة ويثبت النسب بفراش حتى لو نفاه الزوج يلاعن والله اعلم

(۷۴۵) اگر حالت قیام نکاح مین خاوند نے ولادت کا انکار کیا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائیگی اور فراش کے موجود ہونیکی وجہ سے اوسکا نسب ثابت ہو جائیگا حتی کہ اگر خاوند نے اوسکا انکار کیا تو اوس سے لعان لیا جائیگا واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔

فصل فى النفقة

فصل نفقہ کے بیان مین

(۷۴۶) وتجب للمرأة مسلمة كانت او كافرة صحيحة كانت او مريضة على زوجها النفقة والكسوة لقوله تعالى وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن

(۷۴۶) بیوی کے لیے خاوند کو خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافرہ تندرست ہو یا بیمار نفقہ اور کپڑا اور رہنے کو جگہ دینا واجب ہے لقولہ تعالی وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف یعنے اور خاوند پر عورتوں کو کہانا اور لباس اونکا حسب دستور ولقولہ تعالی اسكنوهن

بالمعروف والسکنیٰ لقوله تعالیٰ اسکنوهن
من حیث سکنتم بتسلیم نفسها فی منزل
زوجها تید به لانها لو لم تزف الی بیت
زوجها لا تستحق النفقه وهو روایة
عن ابی یوسف ویختار بعض المتاخرین
لکن فی ظاهر الروایة یجب لها النفقة
اذا لم یطالبها الزوج بالانتقال فانها سلمت
نفسها الیه معنی لکن التقصیر وجد
من جهة الزوج حیث ترك النقل فهذا
لا یوجب بطلان حقها فان طالبها به
وامتنعت لاستیفاء مهرها فلها
النفقة ایضا وان امتنعت بغیر حق
فلا نفقة لها کذا فی الذخیرة وذکر
فی الکافی الفتویٰ علی ظاهر الروایة

من حیث سکنتم یعنے جگہ دو عورتون کو جہان تم رہتے ہو۔ مگر خاوند پر یہ نفقہ وغیرہ اوسوقت واجب ہوتا ہی کہ خاوند کے گہر آجائے اور اپنی جان کو اوسکے حوالہ کردے اسلیے کہ اگر خاوند کے گھر ہنوز وہ نہیں آئی ہی تو اوسپر نفقہ واجب نہیں ہی اور یہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہی اور بعض متاخرین کے نزدیک یہی مختار ہی مگر ظاہر روایت کے موافق یہ ہی کہ اگر خود خاوند ہی اوسکو اپنے گھر نہ بلائی تو نفقہ واجب ہی اسواسطے کہ فی الحقیقت عورت نے تو اپنی جان کو اوسکے قبضہ مین دیدیا اور اب کوتاہی خاوند کیطرف سے ہی جو اوسکو نہین بولاتا ہی اس سے عورت کا حق نہین باطل ہو سکتا اور اگر عورت کو خاوند نے اپنے گھر بولانا چاہا اور اوسنے اپنا مہر لینے کے لیے آنے سے انکار کیا تب بھی اوسکا نفقہ واجب ہی اور اگر بلا حق شرعی وہ آنیسے انکار کرتی ہو تو اوسکا نفقہ واجب نہین ہی۔ کذا فی الذخیرة اور کافی میں مذکور ہے کہ ظاہر روایت پر فتویٰ ہی

* * * * * * * * *

(۷۴۷) علی قدر حاله لقوله تعالیٰ
لینفق ذو سعة من سعته فلو کان
الزوج معسرا والمرأة موسرة فعلیه
نفقة الاعسار لانه هو المخاطب باداء
ما فی وسعه وهو مختار الکرخی وظاهر
الروایة۔

(۷۴۷) یہ نفقہ وغیرہ خاوند کی حیثیت کے موافق واجب ہوتا ہی لقوله تعالیٰ لینفق ذو سعة من سعته یعنے چاہیے کہ خرچ دیوے کشایش والا اپنی کشایش سے۔ پس اگر خاوند تنگدست اور عورت مالدار ہی تو خاوند پر تنگدستون کا سا نفقہ واجب ہے اسلیے کہ اوسکو یہی حکم ہے کہ اپنی گنجایش کے موافق نفقہ دیوے اور یہی کرخی کے نزدیک مختار اور ظاہر روایت ہی

(۷۴۸) وقیل حالهما ای یجب علی
قدر حالهما فی الیسار والاعسار وبه یفتی وهو
مختار الخصاف والمذکور فی الهدایة
وان کان احدهما موسرا والاخر
معسرا فلها نفقة الوسط وهو ان یکون

(۷۴۸) بعض کہتے ہین دونون کا حال دیکھکر نفقہ واجب ہوتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور خصاف کے نزدیک بھی یہی مختار ہے ہدایہ مین لکہا ہے دونون میں سے اگر ایک آسودہ حال اور ایک محتاج ہے تو اوسط درجہ کا نفقہ واجب ہے یعنے تنگدستون کے نفقہ سے تو زیادہ اور آسودہ

فوق نفقة الاعسار دون نفقة الایسار۔

حال لوگون کے نفقہ سے کم۔

* * * * * * * * *

(٧٤٩) ونقدر بالکفایة یعنی النفقة واجبة بقدر کفایتها لقوله عم لامرأة ابی سفیان خذی من مال ابی سفیان مایکفیك وولدك بالمعروف ای بلا اسراف ولا تقتیر وفی الحدیث اشارة الی ان النفقة غیر مقدرة لان الکفایة تختلف بحسب الزمان والطباع والرخص والغلاء فلا معنی لتقدیر الشافعی من انها علی الموسر مدان وعلی المعسر مد وعلی المتوسط مد ونصف۔

(٧٤٩) ہمارے نزدیک نفقہ کا اندازہ یہ ہی کہ عورت کے لیے کافی ہوجائے اسواسطے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بیوی سے فرمایا ہی تو ابوسفیان کے مال میں سے اسقدر جو تجھکو اور تیری اولاد کو دستور کے موافق بس ہو لیلے نہ اسراف کے ساتھ اور نہ تکلیف کے ساتھ اور حدیث میں اسبات کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہی کہ نفقہ کا کچھ اندازہ نہیں ہے اسواسطے کہ نفقہ کا کافی ہونا باعتبار زمانون اور طبیعتون اور گرانی اور ارزانی سے مختلف ہوتا رہتا ہے پھر امام شافعی رح کے اندازہ معین کرنیکے کیا معنی ہین کہ آسودہ حال پر تو ہر روز دو مد ہین اور محتاج پر ایک مد اور متوسط الحال پر ڈیڑھ مد۔

(٧٥٠) ویقبل قوله فی اعساره عنها ای عن النفقة لانه منکر وتسمع بینتها علی یساره لانها مدعیة ویوجب ابو یوسف نفقة خادمین علی الموسر لزوجته لیقوم احدهما بامور داخل البیت والآخر بخارجه وعن ابی یوسف اذا کانت فائقة بنت فائق زفت الی زوجها مع خدم کثیرة استحقت نفقة الخدم کلها واکتفیا بواحدة اذ الواحد یقوم بامرین والزیادة للزینة حتی ان الزوج لو قام بنفسه خدمتها لم یلزمه نفقة الخادم۔

(٧٥٠) خاوند کو نفقہ سے اپنی تنگدستی ثابت کرنی فقط کہدینا کافی ہوگا اسلئے کہ وہ منکر ہی اور اگر عورت اوسکو آسودہ حال ثابت کرنا چاہیگی تو اوسکو بینہ قائم کرنی ہوگی اور اوسکی بینہ معتبر ہوگی اسواسطے کہ وہ مدعیہ ہی اگر خاوند متمول ہی تو ابو یوسف رح کے نزدیک بیوی کے دو نوکرون تک کا بھی نفقہ دینا پڑیگا تاکہ ایک اندر کا کام کاج کرے اور ایک باہر کا اور امام ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ بھی ہی کہ اگر وہ عورت متمول اور امیرزادی ہی اور بہت سے خدمتگار اپنے ساتھ خاوند کے گھر لائی ہی تو خاوند کو سبکا نفقہ دینا پڑیگا۔ اور امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح فرماتے ہین صرف ایک خادم کا نفقہ خاوند دیسکتا ہی اسواسطے کہ ایک خادم سب کام اندر باہر کے کرسکتا ہے اور ایک سے زیادہ صرف فخر اور زینت کے لیے ہی حتی کہ اگر خاوند اوسکا کام کردیا کرے تو ایک خادم کا بھی نفقہ اوسکو نہ دینا پڑیگا۔

قید بالموسر لانہ لو کان معسرا لا یجب علیہ نفقۃ خادمہا فی روایۃ عن ابی حنیفۃ۔

متمول ہونیکی اسواسطے قید لگائی ہے کہ اگر تنگدست ہی تو امام صاحبؒ سے موافق ایک روایت کے اُسپر خدمتگار کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

۷۵۱ وفی الذخیرۃ ھذا اذا کان لہا خادم وان لم یکن لا یفرض علی الزوج نفقۃ الخادم وھذا اذا کان الخادم مملوکا لغیرہا او کان حرا فقیل یجب علیہ وقیل لا

(۷۵۱) ذخیرہ میں مذکور ہی یہ جب ہے کہ جب عورت کے پاس کوئی خدمتگار ہو اور اگر خدمتگار نہیں ہی تو خاوند پر خدمتگار کا نفقہ دینا واجب نہیں ہی اور یہ بھی جب ہے کہ وہ مملوک کسی اور کا ہو اور اگر حر ہے تو اُسکے نفقہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک واجب نہیں ہے

۷۵۲ فی المحیط لو امتنع خادمہا عن الخدمۃ لا یجب علی الزوج نفقتہ لانہا انما یجب باداء الخدمۃ۔

(۷۵۲) محیط میں مذکور ہے اگر اُسکا خدمتگار خدمت نکرے تو خاوند پر نفقہ خدمتگار کا واجب نہیں ہے اسواسطے کہ نفقہ خدمت ادا کرنے سے واجب ہوتا ہی۔

۷۵۳ وفی نوازل ابی اللیث ان کانت المرأۃ تقدر علی الخدمۃ بنفسہا تجبر علیہا لان رسول اللہ صلعم جعل خدمۃ داخل البیت علی المرأۃ وکذا قضی بین علی وفاطمۃ۔

(۷۵۳) نوازل ابی اللیث میں مذکور ہی کہ اگر عورت خود کام کاج کر سکتی ہے تو زبردستی کے ساتھ اُسکو کام کرنا پڑے گا۔ اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے اندر کا کام دہندہ عورت کے اوپر لازم کیا ہے اور ایسا ہی حضرت علی رضہ اور حضرت فاطمہ رضہ میں آپنے فیصلہ کیا ہے۔

۷۵۴ ان نشزت عن بیت زوجہا فلا نفقۃ حتی تعود الیہ لان النفقۃ جزاء الاحتباس فی بیتہ فلا تستحقہا بدونہ واما اذا نشزت عن التمکین فی بیت زوجہا لا تسقط نفقتہا لانہ قادر علی وطئہا کرہا۔

(۷۵۴) اگر خاوند کی بلا رضامندی اُسکے گھر سے چلی گئی۔ تو جبتک وہاں سے واپس نہ آئے خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہے اسواسطے کہ نفقہ گھر میں رکھنے کے بدلے میں ہوتا ہی بس بدون اسکے واجب نہ ہوگا۔ اور اگر خاوند کے گھر میں ہے مگر اپنے ساتھ صحبت نہیں کرنے دیتی تو اُس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ اسواسطے کہ خاوند اُس سے زبردستی صحبت کر سکتا ہے۔

۷۵۵ ولا نفقۃ للصغیرۃ التی لا توطأ مثلہا وان کانت فی منزلہ لان المانع من جہتہا۔

(۷۵۵) صغیرہ عورت کا جو صحبت کرنے کے قابل نہیں ہے خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ خاوند ہی کے گھر میں ہو اسواسطے کہ یہ مانع عورت ہی کی طرف سے ہی۔

(۷۵۶) فان قیل کان ینبغی ان لا تجب النفقة للزوجة الرتقاء والقرناء مع انها واجبة قلنا الرتقاء یقدر جماعها فیما دون الفرج من التفخیذ وغیرہ وکان الاحتباس بمنفعة مطلوبة من النکاح فتجب النفقة وکذلک المریضة فعلی هذا اذا کانت الصغیرة مشتهاة یمکن جماعها فیما دون الفرج فلها النفقة کذا فی الذخیرة۔

(۷۵۶) اگر کوئی اعتراض کرے کہ اسکی موافق اوس عورت کا نفقہ بھی واجب نہونا چاہئے جس کو رتق یا قرن کے بیماری ہو باوجودیکہ اوسکا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ تو اوسکا یہ جواب ہے کہ ایسی عورت سے اگرچہ فرج مین جماع نہین کرسکتے مگر اوسکی رانون وغیرہ مین صحبت کرسکتے ہین اور اوسکا گھر مین رکھنا ایک غرض کے ساتھ ہوگا جو اوسکو نکاح سے مقصود ہے لہذا نفقہ واجب ہوگا اور اسیطرح مریضہ کا حال ہے لہذا اگر وہ صغیرہ اتنی ہو کہ صحبت کی قابل تو نہین ہے مگر اوسکو خواہش ہوتی ہے اور سوای فرج کے اور جگہ اوس سے جماع کرسکتے ہین تو اوسکا نفقہ واجب ہے کذا فی الذخیرہ

(۷۵۷) ویجب ای النفقة الکبیرة فی مال الصغیر لان التسلیم وجد من جهتها والعجز قائم من جهته فصار کالعنین

(۷۵۷) اگر عورت جوان ہے اور خاوند صغیر سن بچہ ہے تو اوسکی مال مین عورت کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ عورت کی طرف سے یہان کچھ قصور نہین ہے وہ تو اپنی جان کو اوسکے قبضہ مین دے چکی البتہ شوہر کی طرف سے بیان ہے

(۷۵۸) ولا نفقة للمتوفی عنها ای للمعتدة عن وفاة زوجها لان ملکه انقطع عن ترکته ولا یمکن ایجاب النفقة فی ملک الورثة۔

(۷۵۸) متوفی عنہا زوجہا کے لئے حالت عدت کے اندر خاوند کے مال سے نفقہ واجب نہین ہے اسواسطے کہ اوسکے خاوند کا علاقہ ملکیت مرنیکی وجہ سے اپنی مال سے منقطع ہوگیا اور ورثہ کی مال مین اوسکا نفقہ واجب ہو نہین سکتا۔

(۷۵۹) وتوجبها للمبانة فی العدة کالرجعیة ای کما وجب النفقة للمطلقة الرجعیة اتفاقا۔

(۷۵۹) جس طرح مطلقہ رجعیہ کا نفقہ خاوند پر بالاتفاق واجب ہوتا ہے اسیطرح ہمارے نزدیک مطلقہ بائنہ کا نفقہ حالت عدت مین واجب ہے۔

(۷۶۰) وفی الذخیرة المعتدة اذا خرجت من بیت العدة سقط نفقتها فاذا عادت الیه عادت النفقة۔

(۷۶۰) ذخیرہ مین مذکور ہے اگر معتدہ عدت کی گھر مین سے دوسرے مکان مین رہنے لگے تو اوسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا اور پھر جب وہان آجائیگی پھر لازم ہوجائیگا۔

(۷۶۱) وقال الشافعی لا نفقة للمبتوتة لما روی عن فاطمة بنت قیس انها قالت طلقنی زوجی ثلثا فلم یفرض لی

(۷۶۱) امام شافعی رح کی نزدیک مطلقہ بائنہ کے لئے نفقہ واجب نہیں ہے اس واسطے کہ فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے وہ کہتی ہین کہ میرے خاوند نے مجھکو تین طلاقین دین تو رسول

رسول الله سكنى ولا نفقة۔

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے نہ تو سکنی کا مکان مجھے دلوایا اور نہ نفقہ دلوایا۔

(٧٦٢) اقول مخالفته لنا ليس على الاطلاق لانها اذا كانت حاملا عنه فلها النفقة عنده لقوله تعالى وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن هكذا ذكر في كتبه من غير نقل قول اخر عنه فلو قال و نوجبها للمبانة في العدة كالرجعية لا للحامل فقط لكان اولى۔

(٧٦٢) میں کہتا ہوں کہ امام شافعی سے ہر تقدیر پر ہماری مخالفت نہیں ہے اسواسطے کہ اگر حاملہ ہو تو اونکی تزدیک بھی مطلقہ بائنہ کا نفقہ وضع حمل تک واجب ہے بقولہ تعالی وان کن اولات حمل فانفقوا علیهن حتی یضعن حملهن یعنی اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو اونکی وضع حمل تک ونپر خرچ کرو اسیطرح پر امام شافعی کی کتابوں میں مذکور ہے اور دوسرا قول سبارے میں اونسے منقول نہیں ہے پس اگر مصنف یہاں اسطرح بیان کرتا کہ مطلقہ رجعیہ کیطرح مطلقہ بائنہ کیلئے ہم نفقہ کو واجب کرتے ہیں نہ فقط حاملہ

(٧٦٣) ولنا ما روى عن عمر انه عم قال للمطلقة الثلث النفقة والسكنى مادامت في العدة وما رواه ردّه عمر وجابر وعائشة رض۔

(٧٦٣) ہماری دلیل حضرت عمر رض کی روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین طلاق دی ہوئی کیلئے جبتک وہ عدت میں ہے نفقہ اور سکنی ہے اور یہ روایت جو نقل کی ہے حضرت عمر رض اور حضرت جابر رض اور حضرت عائشہ صدیقہ رض نے اوسکو رد کیا ہے

(٧٦٤) واذا تزوج عبد حرة باذن اى باذن مولاه تعلقت النفقة برقبته فيباع فيها مرة بعد اخرى لان النفقة يتجدد وجودها فيكون فى حكم دين حادث فلومات سقطت لفوات محل الاستيفاء۔

(٧٦٤) اگر ایک غلام نے باذن اپنے مولے کے ایک حرہ عورت سے نکاح کر لیا تو بیوی کا نفقہ اوسکی گردن پر ہوگا اور بار بار اوسکی نفقہ میں فروخت ہوا کریگا اسلئے کہ نفقہ تو روز بروز نیا ہے پس اوسکا حکم ایسا ہے جیسے روز اوسکے اوپر نیا قرضہ ہوتا جاتا ہے اور غلام کے مرجانے سے ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ جس سے وصول کرتی وہی جاتا رہا۔

(٧٦٥) وقيل ان قتل العبد تجب النفقة فى قيمته والصحيح انه تسقطها ايضا لان القيمة انما تقام مقام الرقبة فى دين لا يسقط بالموت والنفقة صلة تبطل بالموت قبل القبض كذا قاله القدورى۔

(٧٦٥) بعض کا قول ہے کہ اگر غلام کو کوئی قتل کر ڈالے تو اوسکی قیمت میں نفقہ واجب ہو جائیگا مگر صحیح یہ ہے کہ اوسمیں بھی ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ قیمت اوس قرضہ میں ذات کے قائم مقام ہو جاتی ہے جو مرنے سے ساقط نہو اور نفقہ ایک قسم کا صلہ ہے جو قبل القبض خاوند کے مرجانے سے ساقط ہو جاتا ہے قدوری نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

(٧٦٦) وحر اى اذا تزوج حرامة فان

(٧٦٦) اگر ایک حر نے چھوکری سے نکاح کیا تو اگر اوس چھوکری

بوأها منزله اي ان خلى بينها وبينه في منزل ولا يستخدمها وجبت النفقة على الزوج حتى لو استخدمها المولى بعد التبوية سقطت النفقة۔

کے مولی نے چھوکری کو جدا مکان خاوند کے پاس رہنے کے لیے دے رکھا ہی اور اُس سے خدمت نہیں لیتا ہی تب تو خاوند پر نفقہ واجب ہی حتی کہ اگر شب باشی کے بعد بھی مولی اُس سے خدمت لیتا ہے تب بھی خاوند کے ذمے سے اُس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

۷۶۷ اعلم ان قيد الحر اتفاقي لان العبد والمكاتب والمدبر كالحر في هذا الحكم والمدبرة وام الولد كالامة كذا في المحيط۔

(۷۶۷) جاننا چاہیے کہ حر کی قید اتفاقی ہے اِس واسطے کہ اس حکم کے اندر اگر خاوند عبد یا مکاتب یا مدبر ہے تو اُسکا بھی حکم یہی ہے اور ایسے ہی مدبرہ اور ام ولد کا حال چھوکری کا سا ہے۔ کذا فی المحیط

۷۶۸ والا فلا اي ان لم يبوءها فلا نفقة لها وان بوءها بعد الطلاق منعنا الوجوب اي وجوب النفقة وقال زفر لها نفقة العدة لانها صارت محبوسة لحقه فتستحق النفقة ولنا انها لم تستحقها عند الطلاق فلا تستحقها بالاحتباس بعده۔

(۷۶۸) اگر مالک نے چھوکری مذکورہ کے لیے مکان جدا نہیں کر دیا ہی تو خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہی۔ اور اگر طلاق کے بعد اُسکو جدا مکان دیدیا تو ہمارے نزدیک نفقہ نہ واجب ہوگا اور امام زفر فرماتے ہیں خاوند کو نفقہ حالت عدت کا اس وقت میں دینا پڑیگا اسلیے کہ اُسکی حق کی وجہ سے وہ عدت میں بیٹھے گی لہذا نفقہ کی مستحق ہو گی ہماری دلیل یہ ہے کہ جب طلاق کے وقت نفقہ کی وہ مستحق نہ تھی تو اب عدت میں بیٹھنے سے بھی نہیں مستحق ہو سکتی۔

۷۶۹ وتسقط النفقة عن الزوج بكل فرقة جاءت منها اي من المرأة بمعصية كالردة۔

(۷۶۹) خاوند بیوی میں اگر عورت کی طرف سے معصیت کرنیکی وجہ سے تفریق ہوئی ہی مثلاً مرتدہ ہو جانے کی وجہ سے تو اُسکا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

۷۷۰ قيدنا السقوط بالنفقة لان السكنى واجبة لها باي فرقة كانت لان القرار في البيت لا يسقط عنها بالمعصية حتى لو خالعها على ان لا سكنى لها عليه ولا نفقة تسقط النفقة دون السكنى لانه حق الشرع كذا في المحيط وقيد بقوله منها لان الفرقة بمعصية لو صدرت من قبل الزوج فلها

(۷۷۰) نفقہ کے ساقط ہونیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ رہنے کا مکان اُسکو بہر صورت دینا پڑیگا کسی طرح سے فرقت ہو اسواسطے کہ معصیت کیوجہ سے قرار فی البیت اُس کے ذمے سے نہیں ساقط ہو سکتا حتی کہ اگر ایک عورت نے اس شرط پر اپنے خاوند سے خلع کیا ہی کہ نہ تیرے اُوپر میرا نفقہ ہی نہ سکنی ہی تو نفقہ ساقط ہو جائیگا مگر رہنے کے لیے جگہ خاوند کو دینی پڑیگی اسلیے کہ یہ حق شرعی ہی۔ اور یہ قید کہ وہ معصیت عورت کی طرف سے ہو اسواسطے لگائی ہی کہ اگر فرقت خاوند سے معصیت

[illegible]

النفقة ان كانت مدخولا بها وقيد بالمعصية لان الفرقة لو حصلت بلا معصية كخيار العتق والبلوغ والتفريق بعدم الكفاءة لا تسقط بها نفقتها لانها حبست نفسها بحق فصارت كما لو حبست لاستيفاء المهر

اُسکو نفقہ دینا پڑیگا اور معصیت کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر بدُون معصیت کے عورت کی طرف سے تفریق ہوئی ہی جیسے خیار عتق یا خیار بلوغ یا عدم کفوءیت کیوجہ سے تو عورت کا نفقہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ اُسنے بحق شرعی اُس سے اپنی جان کو حبس کیا ہی پس ایسا ہی جیسے مہر وصول کرنیکے لیئے خاوند کے گھر آنے سے انکار کرے تو اُس

۱ ـــ ولو بعد الطلاق اى ولو كانت ارتدادها بعد كونها مطلقة ثلثا تسقط نفقتها ايضا

(۱ ـــ) اگر تین طلاق پانے کے بعد وہ مرتد ہوگئی تو بھی اُس کا نفقہ ساقط ہوجائیگا۔

۲ ـــ اعلم ان سقوطها ليس لعين الردة بل لانها تخرج من بيته للحبس حتى لو لم تخرج فلها النفقة ثم لو اسلمت المعتدة المرتدة بعد ما حبست يعود النفقة ثم لو اسلمت المنكوحة بعد ما حبست لا تعود والفرق ان الفرقة فى المنكوحة وقعت من قبلها وفى المعتدة لم يقع من قبلها بل وقعت بالطلاق ولكن النفقة سقطت بالحبس واذا زال المانع عادت۔

(۲ ـــ) جاننا چاہیے کہ نفقہ کا ساقط ہونا اِس وجہ سے نہیں ہی کہ وہ مرتد ہوگئی ہے بلکہ اسواسطے ہی کہ مرتد ہوجانیکی وجہ سے قید کرنیکے لیئے اسکو خاوند کے مکان سے نکال لیا جاویگا حتی کہ اگر اُسکے مکان سے نہ نکالا تو نفقہ واجب ہوگا پھر اگر قید کرنے کے بعد وہ معتدہ مرتدہ مسلمان ہوگئی تو پھر اُسکا نفقہ واجب ہوجائیگا اور اگر منکوحہ عورت مرتد ہوگئی اور پھر قید کرنے سے مسلمان ہوگئی تو اُسکا نفقہ واجب نہوگا اور دونوں میں یہ فرق ہے کہ منکوحہ جو مرتد ہوئی ہی تو فرقت اُسی کی طرف سے پائی گئی ہی اور معتدہ کی فرقت اُسکی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ طلاق سے ہوئی ہی اور اُسکے بعد مرتد ہوئی ہی مگر قید کر لینے کیوجہ سے اُسکا نفقہ ساقط ہوگیا تھا جب مانع جاتا رہا تو نفقہ پھر واجب ہوجائیگا۔

۳ ـــ وتقبيل ابن زوجها فى الملك يعنى لو كانت معتدة عن طلاق وقبلت ابن زوجها فلا نفقة لها قوله فى الملك يفيد ان هذا الحكم فى المعتدة عن رجعى لان ملك النكاح باق والفرقة من قبلها ولهذا لو قبلها ابن الزوج مكرهة يقع الفرقة ولا تسقط النفقة۔

(۳ ـــ) اگر ملک نکاح کے اندر حالت عدت میں عورت نے اپنے خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لیلیا تو اُسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا ملک کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ طلاق رجعی مراد ہی اسواسطے کہ وہاں پر علاقہ نکاح باقی رہتا ہی اور بوسہ لینے کی وجہ سے فرقت عورت ہی کی طرف سے پائی گئی۔ و لہٰذا اگر خاوند کے بیٹے نے زبردستی اُس کا بوسہ لیلیا تو فرقت واقع ہوجائیگی اور نفقہ نہ ساقط ہوگا۔

۴ ـــ ولو كانت معتدة عن بائن فقبلت ابن زوجها فلها النفقة لان الفرقة وقعت بالطلاق ولا تاثير

(۴ ـــ) اور اگر مطلقہ بائنہ نے حالت عدت میں خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لے لیا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ فرقت تو طلاق کی وجہ سے واقع ہوگئی۔ اور اس فعل کو فرقت

لفعلها فيها۔

مین کچھ دخل نہین ہے۔

(٧٧٥) وفي المنتقى والخانية لو قبلها وقال لم يكن ذلك عن الشهوة صدق الا ان يكون مع انتشار كآلة

(٧٧٥) منتقی اور خانیہ مین مذکور ہی اگر ایک شخص کے بیٹے نے اُسکی بیوی کا بوسہ لیلیا اور خاوند نے کہا کہ یہ بوسہ شہوت سے نہین لیا ہی تو اُسکا قول معتبر ہوگا مگر جسوقت مین بوسہ لیتے وقت اُسکو تندی ہو ئی ہو۔

(٧٧٦) وفي الامالي لو قبلت ابن زوجها وقالت كان عن شهوة ان كذبها الزوج لا يفرق۔

(٧٧٦) امالی مین مذکور ہے اگر اپنے خاوند کے بیٹے کا ایک عورت نے بوسہ لیا اور کہا کہ مین نے شہوت سے لیا ہی اور خاوند نے اُسکی تکذیب کی تو زوجین مین تفریق نہوگی

(٧٧٧) وبحبسها اي تسقط النفقة اذا حبست في دين كان عليها لان الاحتباس وقع من جهتها وهي مما طلبتها دينها

(٧٧٧) اگر عورت پر کسیکا قرضہ تھا اور اُسمین وہ قید کر لگئی تو خاوند سے اُسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا اسواسطے کہ اپنے ہی قرضہ مین وہ قید ہوئی ہی اور گویا وہ خود خاوند کے گھر سے نکل گئی ہی۔

(٧٧٨) وباخذ غاصب اي اذا اخذها غاصب فذهب بها كرها تسقط نفقتها لان فوت الاحتباس لم يكن من جهته ليجعل الاحتباس باقيا حكما وان لم يفت من جهتها ايضا۔

(٧٧٨) اگر کوئی شخص زبردستی کسی کی بیوی کو چھین کر لیجائے تو خاوند سے اوسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا اسلیے کہ گھر سے نکالدینا خاوند کیطرف سے نہین پایا گیا ہی تاکہ حکماً اوسکو باقی سمجھین اگرچہ عورت بھی خود نہین نکل گئی ہے۔

(٧٧٩) وحجها بمحرم لا بزوج مسقط اي اذا حجت مع محرمها ولم يكن زوجها معها فلا نفقة لها عند ابي حنيفة وبخالفه اي قال ابو يوسف لها نفقة الحضر دون السفر۔

(٧٧٩) امام صاحب رح کی نزدیک اگر ایک شخص کی بیوی اپنے کسی محرم کے ساتھ بلا خاوند کی حج کو جائے تو خاوند پر اُسکا نفقہ نہین ہے بخلاف امام ابو یوسف رح کی کہ اونکے نزدیک سفر کا نفقہ تو خاوند کو دینا نہ پڑیگا مگر جو حالت حضر مین نفقہ ہوتا ہوگا اوسکے حساب سے دینا پڑیگا۔

(٧٨٠) وفي الذخيرة هذا اذا حجت بعد تسليم نفسها لانها لو حجت قبله فلا نفقة لها اتفاقا

(٧٨٠) ذخیرہ مین مذکور ہی یہ جب ہی کہ خاوند کا اپنے اوپر قبضہ کرادے اور پھر حج کو جائے اور اگر ابھی تک خاوند کا قبضہ نہین ہوا تھا تو بالاتفاق اُسکا نفقہ لازم نہین ہی۔

(٧٨١) قيد بقوله لا بزوج لان زوجها لو كان معها في السفر لم تسقط نفقتها اتفاقا۔

(٧٨١) یہ قید کہ خاوند اُسکے ساتھ حج مین نہو اسواسطے لگائی ہی کہ اگر خاوند بھی اُسکے ساتھ ہوگا تو بالاتفاق اُسکا نفقہ ساقط نہوگا۔

(۷۸۲) لابی یوسف انها متشغولۃ باداء الفرض فلایکون ناشزۃ و لهما ان احتباسها علیه فات من جهتها فتسقط نفقتها۔

(۷۸۲) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ وہ اداے فرض مین مشغول ہے اور ناشزہ یعنے نافرمان نہین ہے۔ اور امام صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عورت کی طرف سے ہی خاوند کے گھر سے نکل جانا پایا گیا لہذا اُسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا۔

(۷۸۳) ولو مرضت فی منزله ای فی منزل الزوج لم تسقط نفقتها لان الاحتباس المفضی الی بعض المقاصد قائم وهو استیناسها وحفظها منزله وغیر ذلك والمانع من الاستمتاع عارض فاشبه الحیض۔

(۷۸۳) اگر خاوند کے گھر عورت مریض ہوگئی تو اُسکا نفقہ نہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ بعض مقاصد صرف اُسکے گھر مین رہنے ہی سے حاصل ہوجاتے ہین جیسے اُسکے ساتھ دل کا لگا رہنا اور گھر کی حفاظت کرنا وغیرہ وغیرہ اور باقی رہا صحبت کا کرنا تو ایک عارضی چیز اُسکے مانع ہوگئی ہے جیسے حیض مانع ہوجایا کرتا ہے۔

(۷۸۴) وفی قوله مرضت فی منزله اشارة الی انها لوکانت مریضة فی منزلها فلانفقة لها لکن ذکر فی الذخیرة ان مرضت فی منزلها فلها النفقة لانها غیر مانعة نفسها من الزوج بغیر حق

(۷۸۴) مصنف رح کی اس قول مین کہ خاوند کی گھر مریض ہوجائے اسبات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اپنے گھر جاکر مریض ہوجاے تو اُسکا نفقہ نہین ہے مگر ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر اپنے گھر بھی مریض ہوجاے تو بھی اُسکا نفقہ لازم ہوتا ہے اسواسطے کہ اُسکی طرف سے بلا حق خاوند کیلئے ممانعت نہین پائی جاتی

(۷۸۵) واذا قضی القاضی علی الزوج بنفقة الاعسار ثم ایسر فخاصمته تمم ای تقضی لها نفقة الیسار وبالعکس ای لوکان تقضی لها نفقة الیسار ثم اعسر زوجها فنفقة المعسر یعنی یقضی لها نفقة المعسر لان القضاء بالنفقة کان باعتبار حاله فیتبدل بتبدله

(۷۸۵) اگر قاضی نے خاوند پر تنگدستی کے موافق نفقہ کا حکم دیدیا اور اُسکے بعد وہ آسودہ حال ہوگیا اور عورت نے اُس سے مخاصمت کی تو قاضی کو اب اُسکی آسودگی کے موافق نفقہ کا حکم دیدینا چاہیے اور اگر اس کے عکس ہے کہ اولا اُس نے آسودگی کے موافق نفقہ کا حکم دیا تھا اور بعد ازان وہ تنگدست ہوگیا تو اب قاضی کو تنگدستی کے موافق نفقہ کا حکم دینا چاہیے اسواسطے کہ نفقہ کا حکم دینا اُسکے حال کے اعتبار سے ہے پس اُسکے حال کے بدلنے سے نفقہ کا حکم بھی بدل جائیگا

(۷۸۶) وتسقطها ای نفقة الزوجة عن الماضی ای عن زمان لم ینفق فیه علیها الا لفرض ای الا ان یکون القاضی

(۷۸۶) گذشتہ زمانہ مین جو خاوند نے عورت کو نفقہ نہین دیا ہے اب وہ ہمارے نزدیک ساقط ہوجائیگا مگر جس صورت مین قاضی نے اُس زمانہ مین نفقہ کا حکم دیدیا ہو اور قاضی کے حکم کے بعد اُس نے

فرض لها النفقة او صلحا ای یکونا الزوجان تصالحا عن النفقة الماضیة علی مقدار معلوم فلا تسقط فیلزمه القاضی بالمفروض وبما صالحا علیه وقال الشافعی لا تسقط۔

نفقہ نہ دیا ہو تو اب دینا پڑیگا یا خاوند بیوی نے گذشتہ زمانہ کے نفقہ سے کچھ خاص مقدار پر فیصلہ کر لیا ہو تو اب ساقط نہ ہوگا بلکہ خاوند کو وہ ادا کرنا پڑیگا اور جو قاضی نے پہلے اسکو حکم دیا تھا یا جس پر خاوند بیوی نے فیصلہ کر لیا تھا انتی اسکے ذمہ پر وہ لازم کر دیگا اور امام شافعی رح

۸۷ قیدنا بنفقة الزوجة لان نفقة القریب اذا لم یفرضها القاضی تسقط بمضی المدة اتفاقا۔

(۸۷) زوجہ کے نفقہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ قرابت دار کا نفقہ اگر قاضی اسکے ذمہ نہ مقرر کرے تو مدت کے گزرنے سے بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے۔

۸۸ له ان النفقة بدل عن احتباسه ایاها فیکون دینا علیه بلا قضاء کالاجرة ولنا ان هذه صلة تجب بقدر الکفایة عند الاحتباس کرزق القاضی فی بیت المال والصلة انما تملک بالتسلیم حقیقة او تتاکد بالقضاء والرضاء۔

(۸۸) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ اسکے گھر میں رکھنے کے بدلے میں واجب ہوتا ہے پس بدون حکم قاضی کے بھی خاوند کے ذمے وہ دین ہے جس طرح اجرت ہوتی ہے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ نفقہ ایک طرح کا صلہ ہے جو بقدر کفایت عورت کے گھر میں رکھنے سے خاوند پر واجب ہوتا ہے جس طرح بیت المال میں قاضی کے لیے نفقہ بقدر کفایت مقرر ہوتا ہے اور صلہ کے اوپر حقیقۃ قبضہ کرنے سے ملکیت

۸۹ وبموت احدهما بعد القضاء بمدة یعنی اذا قضی القاضی علی الزوج بنفقة ومضی علیه مدة فمات او ماتت هی تسقط النفقة عندنا وقال الشافعی لا تسقط وکذا الخلاف فیما اصطلحا علیه۔

(۸۹) اگر قاضی نے شوہر پر نفقہ کا حکم دیدیا اور ایک مدت گزر گئی اور شوہر نے اسکو نفقہ نہیں دیا اور ان دونوں میں سے کوئی اس کے بعد مر گیا تو ہمارے نزدیک نفقہ ساقط ہو جائیگا اور امام شافعی رح فرماتے ہیں ساقط نہ ہوگا اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ کچھ مقدار پر صلح کر لیں اور پھر ایک مر جائے۔

۹۰ له انها دین علیه فلا تسقط کسائر الدیون ولنا انها صلة وهی وان تاکدت بالقضاء لکن لم یتم بدون قبضها فحکمنا ببقائها حالة الحیوة نظرا الی تاکدها وحکمنا بسقوطها نظرا الی عدم تمامها

(۹۰) امام شافعی رحمہ اللہ کی یہ دلیل ہے کہ وہ خاوند کے اوپر دین ہے پس جس طرح اور دیون مرنے کے بعد نہیں ساقط ہوتے یہ بھی نہ ساقط ہوگا۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ وہ ایک طرح کا صلہ ہے اگرچہ قاضی کے حکم سے اسکو ایک طرح کا استحکام ہو گیا ہے مگر چونکہ قبضہ نہیں پایا گیا اس لیے وہ ناتمام ہے لہذا حالت حیات میں تو ہم نے استحکام کا لحاظ کرکے نفقہ کو باقی رکھا۔

اعما لا بالدليلين ۔

اور مرنے کے بعد اوسکے ناتمام ہونیکا لحاظ کرکے ساقط ہو جانیکا حکم دیدیا

(۷۹۱) اعلم ان هذا الحكم فيما اذا فرض القاضى النفقة ولم يأمرها بالاستدانة اما لو امرها بالاستدانة عليه لاتسقط النفقة بموت احدهما هذا هو الصحيح لان للقاضى ولاية عامة واستدانتها عليه بامر القاضى كاستدانة الزوج فلاتسقط بالموت كذا فى النهاية۔

(۷۹۱) جاننا چاہیے کہ یہ حکم اوسوقت ہی کہ قاضی خاوند کے اوپر نفقہ کا حکم کر دے مگر عورت کو یہ حکم نہ دے کہ قرض لیکر خاوند کیطرف سے اپنا نفقہ کیا کرے اور اگر قاضی نے عورت کو قرض لینے کا حکم کر دیا ہی تو دونوں میں سے ایک کے مرنیسے نفقہ نہ ساقط ہوگا و ہذا ہو الصحیح اسلو سطے کہ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہی اور بحکم قاضی خاوند کے طرف سے عورت کا قرض لینا ایسا ہی ہی جیسا خود خاوند کا قرض لینا لہذا مرجانیسے نہ ساقط ہوگا۔ کذا فی النہایۃ۔

(۷۹۲) ولو عجل نفقة سنة ثم مات اجاز الاسترجاع بحسابه اى قال محمد يجب لها نفقة مامضى الى وقت الموت سواء كانت النفقة قائمة او مستهلكة باخذ الورثة مابقى منها وقالا لا يسترجع منها بشئ ولو كانت هالكة من غير استهلاكها لا يسترد اتفاقا۔

(۷۹۲) اگر خاوند نے ایک سال کا پیشگی اوسکو نفقہ دیدیا بعد ازان مرگیا تو امام محمد رح صاحب کے نزدیک حساب کرکے جسقدر زیادہ موت کا اوسکے ذمہ نکلیگا واپس لیلیا جائیگا یعنے موتکی وقت تک کا نفقہ تو اوسکے لیے واجب ہوگا اور باقی جو نکلیگا اوسکو ورثہ واپس لیلین گے خواہ وہ نفقہ موجود ہو یا عورت نے اوسکو ضائع کر دیا ہو اور صاحبین رح فرماتے ہین کہ اوس سے کچھہ واپس لیا جائیگا اور اگر خود وہ بدون عورت کے ضائع کیے ضائع ہوگیا ہی تو بالاتفاق اوس سے کچھہ نہ لیا جائیگا۔

(۷۹۳) ولو عجل نفقة لاجنبية ليتزوجها فماتت قبل ان يتزوجها فلا يسترد اتفاقا من الحقائق وعلى هذا الخلاف الكسوة

(۷۹۳) اگر ایک اجنبی عورت کو اوسکے ساتھہ نکاح کے قصد سے کچھہ پیشگی نفقہ دیدیا اور نکاح کرنیسے قبل وہ عورت مرگئی تو بالاتفاق یہ شخص اوس نفقہ کو واپس لیسکتا ہی من الحقائق یہی اختلاف کپڑیکے اندر ہی۔

(۷۹۴) له ان نفقتها كانت عوضا عن احتباسها فيبطل العوض بقدر ما فات المعوض ولهما انها كانت صلة فاتصل بها قبضها فصارت كالهبة المقبوضة ولا يرجع فيها بعد الموت۔

(۷۹۴) امام محمد رح کی یہ دلیل ہی کہ نفقہ عورت کے گھر مین رکھنے کے بدلے مین تھا پس جسقدر معوض جاتا رہا ہی عوض بھی جاتا رہیگا اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ وہ صلہ تھا اور جب اوسکے ساتھہ قبضہ کا اتصال ہوا تو اوسکا حال ہبہ مقبوضہ کا سا ہوگیا اور ہبہ مین قبضہ کر لینے کے بعد رجوع بعد الموت درست نہین ہی۔

(۷۹۵) واذا اتت المبانة بولد لاكثر

(۷۹۵) اگر مطلقہ بائنہ نے اپنی عدت کا گذرنا نہین بیان کیا

اگر دونوں کو جبر کی اور عاریۃ ہو جاوے —

من سنتين ولم تقربانقضاء عدتها وقد استوفت النفقة اى اخذت نفقة العدة فى هذه المدة يفتى ابو يوسف بعدم الرد عن ستة اشهر اى بان لا يرد المبانة عليه شيئاً وقالا يرد عليه نفقة ستة اشهر

اور وقت طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت مین اوسکے بچہ پیدا ہوا اور اس مدت تک عدت کا نفقہ لیتی رہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکو کچھ واپس کرنا نہ پڑیگا اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک چھہ مہینے کا نفقہ اوسکو واپس دینا پڑیگا۔

(۷۹۶) له انها معتدة ظاهرا مالم تقربانقضاء عدتها وحملها ان كان من زنا لا تبطل نفقتها وان كان من تزوجها بزوج اخر تبطل لان تزوجها كاقرارها بالانقضاء فلا يرد الماخوذ بالشك ولهما ان حملها يحمل على التزوج لا على الزنا حملا لحالها على الاحسن فترد

(۷۹۶) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ بظاہر وہ خاوند کی عدت مین ہے جبتک اپنی عدت کا گذر جانا بیان نکرے اب اوسکا حمل اگر زنا سے ہے تب تو اوسکا نفقہ باطل نہونا چاہیے اور اگر دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح سے ہے تو باطل ہو جانا چاہیے اسلیے کہ اوسکا نکاح کرنا گویا انقضاء عدت کا اقرار کرنا ہے تو جو چیز شک کے ساتھ لیگئی ہے وہ اب واپس نہین ہو سکتی۔ اور امام صاحب رح اور امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا یہ حمل نکاح ثانی سے ہی سمجھین گے نہ زنا سے اور اوس کے حال کو نیکی پر محمول کرینگے اور اوس سے واپس نہ لینگے۔

(۷۹۷) ولا نفرق بالاعسار اى بعجزه عن نفقتها بل تؤمر اى الزوجة بالاستدانة اى بان يشترى طعاماً بالدين لتحيل عليه اى الزوجة على الزوج بذلك الدين او يرجع به على تركته ان مات

(۷۹۷) ہمارے نزدیک اگر خاوند اسقدر تنگدست ہو کہ اوسکا نفقہ نہ دے سکے تو اون دونون مین تفریق نہ کردی جائیگی بلکہ اوس عورت کو حکم دیا جائیگا کہ قرض لیکر اپنے کھانے پینے کا خرچ چلائے یا تو اس قرض کا حوالہ خاوند پر کردیگی یا اگر خاوند مر جائیگا تو اوس کے ترکہ سے لیلیا جائیگا۔

* * * * * * * * * * * * *

(۷۹۸) وفى شرح المختار اذا كان زوج المعسرة معسرا ولها ابن مؤسر من غيره او اخ موسر تؤمر الابن او الاخ بالانفاق عليها ويرجع به على الزوج اذا ايسر ويحبس كل منهما اذا امتنع فتبين

(۷۹۸) شرح المختار مین مذکور ہے کہ اگر تنگدست عورت کا خاوند بھی تنگدست ہے اور اوس عورت کا دوسرے خاوند سے ایک بیٹا آسودہ حال ہو یا اوسکا بھائی آسودہ حال ہو تو اوس بیٹے یا بھائی کو حکم دیا جائیگا کہ اوسکو کھانے پینے کو دیوے اور بیٹا یا بھائی جب خاوند آسودہ حال ہو جائیگا تو اوس سے وصول کر لیگا اور اگر بیٹا یا بھائی اوسکو نہ دیگا تو قید کر لیا جائیگا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی

بهذا ان الادانة لنفقتها تجب على من كان تجب عليه نفقتها لولا الزوج ولكن اينفق على الاولاد الصغار المعسر من كان تجب عليه نفقتهم لولا الاب ثم يرجع به على الاب اذا ايسر بخلاف نفقة اولاده الكبار حيث لا يرجع بعد اليسار لانها لا يجب مع الاعسار وكان كالميت كذا في التبيين۔

کہ خاوند کے نہوتے جن لوگون پر اوسکا نفقہ واجب ہوتا ان ہی لوگون ہی کو اس عورت کو قرض دینا واجب ہی اسیطرح جو شخص تنگدست ہی اوسکے چھوٹے بچون کی کھانے پینے کو ادن لوگون پر دینا واجب ہی جن پر باپ کے نہونے کی صورت مین اس اولاد کا نفقہ واجب ہوتا اور پھر باپ سکا آسودہ حال ہوجانے کے بعد جسقدر انہون نے خرچ کیا ہوگا اوس سے وصول کرینگے بخلاف بڑی اولاد کے کہ باپ کی تنگدستی کی حالت مین اگر کوئی قریب اونکو نفقہ دے تو باپ کے آسودہ ہو جانیکے بعد اوس سے وصول نہ کرسکیگا اسواسطے کہ اونکا نفقہ باپ کے اوپر

(۷۹۹) قيد بالامر لانها لو استدانت بغير امر القاضي ليس لها الاحالة ولا الرجوع۔

(۷۹۹) یہ قید کہ قاضی قرض لینے کا حکم کرے اسواسطے لگائی ہی کہ اگر بلاحکم قاضی اوس نے قرض لیا تو وہ خاوند کے حوالہ سے نہ قرض لیسکتی ہی اور نہ وہ قرض خاوند کو ادا کرنا پڑیگا۔

(۸۰۰) وقال الشافعي يفرق ان طلبته

(۸۰۰) امام شافعی رح فرماتے ہین اگر خاوند بیوی کا نفقہ نہ دیسکیگا اور عورت تفریق چاہیگی تو اونکی بابین تفریق کردیجائیگی۔

(۸۰۱) قيدنا بالعجز عن النفقة لانه ان عجز عن المهر لا يفرق اتفاقا۔

(۸۰۱) نفقہ سے عاجز ہونیکی اسواسطے قید لگائی ہی کہ اگر مہر کے دینے سے خاوند عاجز ہی تو بالاتفاق اونمین تفریق نہ کیجائیگی۔

(۸۰۲) له انه عجز عن امساكها بالمعروف فينوب القاضي منابه في التسريح باحسان ولنا ان في التفريق ابطالا لحق الزوج بالكلية وفي الاستدانة رعاية للحقين فيصار اليها لا الى التفريق۔

(۸۰۲) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہی کہ جب خاوند حسب دستور اوسکو اپنے پاس رکھنے سے عاجز ہی تو اچھی طرح سے اوسکو جدا کردینا اوسپر لازم ہوا اور اسباب مین قاضی اوسکا قائمقام ہوجائیگا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ تفریق کردینے مین بالکل حق زوجیت کا باطل کردینا ہی اور قرض لینے کے حکم دینے مین دونونکے حقونکی رعایت پائی جاتی ہی لہذا تفریق نہ کیجائیگی بلکہ قرض لینے کا اوسکو حکم دیا جائیگا۔

(۸۰۳) قال صدر الشريعة علماؤنا استحسنوا ان ينصب القاضي نائبا شافعي المذهب يفرق بينهما لان دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة ولا يوجد من يقرضها وغنى الزوج امر

(۸۰۳) صدر الشریعہ نے بیان کیا ہی کہ ہمارے علما نے یہ بات پسند کی ہی کہ قاضی ایک شافعی المذہب کو اپنا نائب مقرر کردے تاکہ وہ دونون مین تفریق کردے اسلیئے کہ ہمیشہ کیلیئے قرض لے لے کر کام چلانا نہایت دشوار ہے اور کوئی اوسکا قرض دینے والا بھی نہین اور خاوند کا آسودہ

متوهم فالتفريق صار ضروريا اذا طلبته۔

حال ہونا ایک خیالی بات ہے لہذا تفریق ضروری ہے بشرطیکہ عورت بہی چاہے۔

(۸۰۴) هذا اذا كان الزوج حاضرًا وان كان غائبًا لا يفرق لان عجزه غير معروف حال غيبته وان قضى بالتفريق لا ينفذ قضائه لانه ليس في مجتهد فيه لما ذكرنا ان العجز لم يثبت كذا في النهاية۔

(۸۰۴) یہ اوسوقت ہے کہ خاوند وہان موجود ہو اور اگر غائب ہے تو تفریق بالاتفاق نہوگی اسواسطے کہ اوسکی غیبت مین معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ نفقہ سے عاجز ہے اور اگر قاضی نے اس وقت مین تفریق کا حکم بہی دیدیا تو نافذ نہوگا اسلیے کہ مجتہد فیہ کے اندر یہ حکم نہیں ہے اسواسطے کہ خاوند کا عاجز ہونا ثابت ہی نہین ہے۔ کذا فی النہایہ۔

(۸۰۵) واذا كان للغائب مال مودع او مضاربة او دين وعلم القاضي به اي بالمال وبالنكاح او اعترف بهما اي بالمال والنكاح من هو اي المال في يده يفرض فيه القاضي نفقة زوجته وولده الصغير ووالديه اذا كان من جنس حقهم۔

(۸۰۵) اگر ایک شخص غائب کا مال کسی کی سپردگی مین ہے یا شرکت مضاربت کے لیے اوسکا مال کسی کے پاس ہے یا کسی پر قرضہ ہے اور قاضی کو اوس مال و نکاح کا دونون کا علم ہے یا جس شخص کے پاس مال ہے وہ شخص مال کا اور نیز نکاح کا اقرار کرتا ہے تو قاضی کو چاہیے کہ اوس مال مین اوس شخص کی بیوی اور چہوٹی اولاد اور مان باپ کا نفقہ مقرر کردے بشرطیکہ وہ مال اسی قسم کا ہو جس کی اونکو حاجت ہے۔

(۸۰۶) اما الفرض اذا علم القاضي فلان علمه حجة يجوز له القضاء به في محل ولايته واما اذا اعترفوا بالمال والنكاح فلانهم اقروا بان لها حق الاخذ مما في ايديهم، اقرار صاحب اليد مقبول في حق نفسه فيقع القضاء عليهم اولا ثم يسري الى الغائب۔

(۸۰۶) اس نفقہ کے مقرر کرنے مین قاضی کے علم کی ضرورت اسواسطے ہے کہ قاضی کا علم ایک قسم کی حجت ہے قاضی اپنے علم سے اپنی محل ولایت مین حکم دیسکتا ہے اور جس صورت مین وہ شخص جسکے پاس مال ہے اقرار کرلے تو وہان قاضی کو نفقہ مقرر کردینا اسلیے جائز ہے کہ اوسکا اقرار کرنا بعینہ اسبات کا اقرار کرنا ہے کہ اس عورت یا اولاد وغیرہ کو مجہسے اس مال کے لیلینے کا استحقاق حاصل ہے اور قبضہ والی کا اقرار اپنے اوپر مقبول ہے تا ہم پس اول تو قاضی کا حکم اوسی پر ہوگا اور اوسکے سبب سے اوس غائب تک بہی وہ حکم پہونچ جائیگا۔

(۸۰۷) فان قيل لو احضر الدائن مودعًا للغائب واعترف بالوديعة والدين لا يأمر القاضي باداء الدين

(۸۰۷) کوئی اعتراض کرے کہ اگر کوئی قرضخواہ ایک شخص کو جسکے سپردگی مین اوسکی مدیون کا کچہہ مال ہے اور مدیون غیر حاضر ہے قاضی کے سامنے پیش کردے اور وہ

فلم امر القاضی بالنفقة هنا قلنا انما امر القاضی بنفقتہم لانها واجبة قبل القضاء وکان لهم اخذها بدونه فیکون القضاء اعانة لهم لا قضاء لان القضاء الزام امر لم یکن لان ما قبله فلا یکون هذا القضاء قضاءً علی الغائب ولیس کذالک سائر الدیون ولهذا قید بنفقة الزوجة والولد والوالدین احترازا عن نفقة سائر المحارم لان نفقتہم انما یجب بالقضاء لان وجوبها مجتهد فیه فیکون القضاء بنفقتہم قضاء علی الغائب وهو غیر جائز۔

شخص اوس ودیعت اور نیز اس قرضخواہ کے دین کا اقرار کرے تو وہان پر قاضی اوس مودع پر ادائی دین کا حکم نہین دیسکتا ہے پھر یہان کسطرح نفقہ کا حکم دیسکتا ہو تو اوسکا یہ جواب ہے کہ قاضی یہان اسواسطے حکم دیسکتا ہو کہ ان لوگونکا نفقہ قاضی کے حکم سے واجب نہین ہوا ہو بلکہ قبل از قضائی قاضی اوسکے اوپر نفقہ واجب ہی اور بدون حکم قاضی کے یہ لوگ اپنا نفقہ لیسکتے تھے مگر حکم قاضی سے اونکو اعانت ملگئی فی الحقیقت یہ قاضی کا حکم نہوگا اسواسطے کہ قضائی قاضی اصل مین ایک امر کے لازم کردینے کا نام ہے جو پہلے سے لازم نہ تھا پس یہ قضا قاضی قضاء علے الغائب نہوگی اور باقی دیون کا حال ایسا نہین ہے ولہذا نفقہ مین زوجہ اور اولاد اور مان باپ کے نفقہ کی قید لگائی ہے تاکہ باقی رشتہ دارونکے نفقہ سے تمیز ہوجائے

(۸۰۸) اعلم ان کون المال مودعًا او ماخوذا علی وجه المضاربة لیس بقید لفرض النفقة لان المال لو کان فی بیت الغائب علم القاضی بالنکاح یفرض لهم النفقة۔

(۸۰۸) جاننا چاہیئے کہ مال کا کسی کے سپردگی مین ہونا یا مضاربت کیلئے شریک کے پاس ہونا نفقہ کے مقرر کرنے مین ضروری چیز نہین ہو بلکہ اگر اوس غیر حاضر کے گھر مین ہی مال رکھا ہو اور قاضی کو نکاح کا حال معلوم ہو تب بہی اوسکی زوجہ کا نفقہ اوس مین مقرر کردیگا۔

(۸۰۹) وانما قید بالاعتراف بهما لانه لو انکر احدهما لا یفرض القاضی ولا یقبل بینة المرأة فیه لان المودع لا یکون خصما عن الغائب وقید بقوله من جنس حقهم لانه لو کان من خلاف جنسه بان لا یکون المال نقدین او طعاما او کسوة یستحقونها لا یفرض فیه النفقة لانه انما یصرف الی حقهم بواسطة البیع ولا یباع

(۸۰۹) یہ قید کہ مودع وغیرہ دونون چیزون یعنی مال اور نیز نکاح کا اقرار کرے اسواسطے لگائی ہے کہ اگر دونون مین سے ایک بات کا بہی انکار کیا تو قاضی اوسکا نفقہ نہین مقرر کرسکتا اور نہ عورت کی بینہ مقبول ہوگی اسواسطے کہ وہ مودع غائب کیطرف سے مدعا علیہ نہین ہوسکتا اور یہ قید کہ وہ مال اوسی قسم کا ہو جس قسم کی اونکو حاجت ہو اسواسطے لگائی ہو کہ اگر وہ اوس طرح کا مال ہو اور روپیہ پیسہ یا غلہ یا کپڑا نہین ہو جو اونکے کام مین آوے تو قاضی اوسمین سے اونکا نفقہ نہ مقرر کریگا

[illegible]

مال الغائب اتفاقا اما عند ابیحنیفة فلانه لا یری البیع علی الحاضر المدیون فعلی الغائب اولیٰ اما عندهما فلانهما انما یریان البیع علی الحاضر لامتناعه عن البیع و امتناع الغائب عنه غیر معلوم۔

اسلیئے کہ یہ مال خود تو اونکے کام مین آ ئی نہین سکتا فروخت ہوکر اونکے کام مین آسکتا ہی اور غائب کے مال کے بیع بالاتفاق نادرست ہی امام صاحب رح کے نزدیک تو اسواسطے کہ وہ مدیون کے حاضر ہونے کی صورت مین بہی اوسکے مال کی بیع تجویز نہین کرتے تو غائب کے مال کی بیع بطریق اولیٰ اونکے نزدیک ناجائز ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے

(٨١٠) ویحلفها ای القاضی المرأة علی انها ما اخذت النفقة و یاخذ منها ای القاضی من الزوجة کفیلا بها ای بالنفقة نظرا للغائب لاحتمال ان یحضر ویقیم بینة علی طلاقه او اعطائه نفقتها

(٨١٠) قاضی پر عورت کیلیئے نفقہ مقرر کرتے وقت لازم ہی کہ اوس سے اسبات پر حلف لیلے کہ خاوند سے اوس نے نفقہ لیا نہین ہی اور ایک شخص کو نفقہ پر اوس سے کفیل لیلے تاکہ اوس غائب کا نقصان نہو۔ ہوسکتا ہی کہ وہ حاضر ہوکر اوسکے طلاق پر یا اسبات پر کہ اوسکو نفقہ دیگیا تہا گواہ سنادے۔

(٨١١) و ان لم یکن له ای للزوج الغائب مال فاقامت البینة علی الزوجیة لیفرض لها ای القاضی للمرأة النفقة رددناها ای بینتها لان خصمها غائب وقال زفر یسمع بینتها و یأمرها القاضی بالاستدانة اذ لا ضرر فیه علی الغائب لانه اذا حضر فان صدقها او اقامت بینة او نکل عن الیمین فقد اخذت حقها و ان حلف یضمن هی او کفیلها۔

(٨١١) اور اگر اوس شوہر غائب کا کچھہ مال نہین ہی اور عورت نے اپنی زوجیت پر گواہ سنائے تاکہ قاضی اوسکے لیئے نفقہ کا بندوبست کردے تو ہمارے نزدیک اونکی گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ اوسکا مدعاعلیہ غیر حاضر ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین اونکی گواہی مقبول ہوگی اور قاضی عورت کو قرض لیلیکر اپنا کام چلانے کا حکم دیگا اسواسطے کہ خاوند کا اس مین کچھہ نقصان نہین ہی اسلیئے کہ اگر وہ حاضر ہوا اور عورت کی تصدیق کی یا عورت نے بینہ قایم کردی یا خاوند نے حلف سے انکار کیا تب تو عورت کو اوسکا حق ملگیا اور اگر خاوند نے حلف کیا تو اوس عورت پر یا اوسکے کفیل پر ضمان آویگا۔

(٨١٢) ویختار القبول ای قبول بینتها کما قال زفر و القضاة فی زماننا یعملون علی قوله لاحتیاج الناس الیه و استحسنه اکثر المشائخ فیفتی به۔

(٨١٢) مگر قول مختار یہی ہی کہ اوسکے بینہ مقبول ہوگی جیساکہ زفر رح نے فرمایا ہی اور ہمارے زمانہ کے قاضیونکا اسی پر عمل ہی اسواسطے کہ لوگونکو اسکی حاجت ہی اور اکثر مشائخ نے بہی اسی قول کو پسند کیا ہی لہذا اسی پر فتویٰ دینا چاہیئے

(۸۱۳) ولو کفل عنه ای رجل عن الزوج لزوجته بالاتفاق کل شهر یلزمه به ای ابو یوسف الکفیل بالاتفاق علیها مادام النکاح قائما بینهما والزماه لبشهر ای بنفقة شهر واحد۔

(۸۱۳) اگر ایک شخص خاوند کے طرف سے بیوی کے لیے ہر مہینہ کے نفقہ کا کفیل ہو گیا تو امام ابو یوسف رح کی نزدیک جبتک اونمین زوجیت کا علاقہ رہیگا اوس شخص کو نفقہ دینا پڑیگا اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک صرف ایک مہینہ کا نفقہ اوسکو دینا پڑیگا۔

(۸۱۴) له انه التزم بنفقة کل شهر فیوخذ به کما لو قال تکفلت بنفقتك عنه مادمتما زوجین ولهما ان الشهر الاول معلوم فیصح وما وراءه مجهول فلا یصح کما لو قال ما غصبك احد فانا ضامنه بخلاف ماذکر لانه بین فیه مدة۔

(۸۱۴) امام ابو یوسف رح کے یہ دلیل ہے کہ جب اوس نے ہر مہینے کا نفقہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہی تو اوس سے بلاشبہ لیا جائیگا جسطرح وہ کہدے کہ جبتک تم خاوند بیوی ہو اوسوقت تک مین تیرے نفقہ کا کفیل ہون۔ اور اون دونونکی یہ دلیل ہے کہ پہلا مہینہ تو معلوم ہی لہذا اوسمین کفیل ہونا صحیح ہی اور ایک مہینہ کے سوا نا معلوم ہی لہذا اسمیں کفیل ہونا صحیح نہین ہی جیسے کوئی کہے اگر کوئی تیری چیز غصب کرلے

(۸۱۵) وفی النوادر لو ابرأت الزوج عن نفقتها ابدا فالبراءة باطلة ولو ابرأت النفقة المفروضة لها کل شهر صح الابراء من نفقة الشهر الاول دون ماسواه۔

(۸۱۵) نوادر مین مذکور ہی اگر ایک عورت ہمیشہ کے واسطے اپنے خاوند کو نفقہ سے بری کردے تو یہ اوسکا بری کردینا اور ہمیشہ کیلئے نفقہ کا چھوڑ دینا باطل ہی اور اگر اوس نے خاوند سے کہا کہ ہر مہینے کیلئے مین نے اپنا نفقہ جو تو نے مقرر کیا ہی تجھے چھوڑ دیا تو صرف ایک مہینے کا نفقہ اوسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا

(۸۱۶) وطلبها کفیلا لغیبته لغوای اذا قالت للقاضی زوجی یرید ان یغیب فخذ لی منه کفیلا لنفقتی لا یأخذه عند ابی حنیفة لان طلب الکفیل بما لم تجب علیه غیر معتبر۔

(۸۱۶) اگر ایک عورت نے قاضی سے کہا میرا خاوند کہین کو جانا چاہتا ہی اسلیئے میرے نفقہ کے واسطے تو کسی شخص کو اوسکی طرف سے کفیل کردے تو امام صاحب رح کے نزدیک عورت کے یہ کہنے سے خاوند کیطرف سے قاضی کسی کو کفیل نکریگا اسواسطے کہ جو چیز ہنوز واجب نہین ہوئی ہا اوسمین

(۸۱۷) ویامره به لنفقة شهر ای قال ابو یوسف یأخذ لها کفیلا منه بنفقة شهر رعایة لحقها احتیاطا وانما

(۸۱۷) امام ابو یوسف رح فرماتے ہین اوسکے کہنے سے صرف ایک مہینے کے واسطے احتیاطا کسی شخص کو کفیل کردیا جائیگا تاکہ عورت کی حق تلفی نہو اور ایک مہینے کا

قدر شهر لانه ادنى الآجال فی السلم وما دونه فی حکم الحال۔

اندازہ اسواسطے کیا ہی کہ بیع سلم کی یہ ادنے مدت ہی اور اس سے کم کو تو فی الحال کا ہی حکم ہے۔

(۸۱۸) وقیل هو ای قول ابی یوسف المختار للفتوی۔

(۸۱۸) بعض کا قول ہے کہ فتوے کے لیئے امام ابو یوسف رح کا قول پسندیدہ ہے۔

(۸۱۹) ویسکنها ای الزوج زوجته فی دار مفردة لا یبنها اکها احد من اهله حتی لو کان له ولد من غیرها فلیس له ان یسکنه معها لانها لا تامن منه علی متاعها الا باختیارها واذا اختارت الشرکة فی السکنی فقد رضیت باسقاط حقها۔

(۸۱۹) خاوند پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو ایک جدا مکان رہنے کے واسطے دیوے جو خاوند کے گہر والون سے علیحدہ ہو یہانتک کہ اگر اوس کے کوئی دوسری بیوی سے اولاد ہو تو اوسکو بہی اوس گہر مین نہین رکہسکتا اسواسطے کہ اس بیوی کو اوس پر اطمینان نہوگا اور گہر کی چیز وست کے تلف ہوجانے کا خیال ہوگا مگر جس صورت مین وہ اونکو پاس رکہنے پر راضی ہوجاوے اور جب وہ اونکے ساتھ رہنے سے راضی ہوگئی تو گویا اپنا حق ہ

(۸۲۰) ویجوز منع اهلها من الدخول بل من اللبث عندها خوفا من الفتنة لا من النظر والکلام لان فی المنع عنهما قطعیة الرحم۔

(۸۲۰) خاوند کو جائز ہی کہ اوسکے اقارب کو اوسکے پاس نہ آنے دے اور بعض کہتے ہین آنیسے نہین روکسکتا بلکہ اوس کے پاس بیٹہنے سے روک سکتا ہی تاکہ کچھ لڑائی جہگڑا نہ پیش ہوجائے اونکو دیکہنے یا بات چیت کرنے سے نہین روکسکتا

(۸۲۱) وقیل لا یمنع من الخروج الی الوالدین ودخولهما الیها کل جمعة وغیرهما ای لا یمنع غیرهما من المحارم کل سنة۔

(۸۲۱) بعض کا قول ہے کہ بیوی کو خاوند اوسکے ماں باپ کے پاس جانے سے یا ہر ہفتہ مین ایک مرتبہ اوسکے پاس ماں باپ کو آنیسے نہین روک سکتا اور سوائے ماں باپ کے اور محارم کو سال مین ایک دفعہ آنیسے نہین روک سکتا ہی۔

(۸۲۲) ویجب النفقة علی الاب وحده لولده الصغیر الفقیر مع مخالفة الدین لانه جزؤه فنزل منزلة نفسه کزوجته ای کما یجب نفقة زوجته مع مخالفة الدین۔

(۸۲۲) چہوٹی اولاد جو محتاج ہی اوسکا نفقہ صرف باپ کے اوپر واجب ہوتا ہی اگرچہ دونونکا دین جدا ہوا سواسطے کہ بیٹا باپ کا جزء ہوتا ہی تو اوسکا نفقہ اپنا ہی نفقہ ہی بیوی کا نفقہ بہی اگرچہ دونونکا دین علیحدہ ہو خاوند پر واجب ہوتا ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۸۲۳) ولم یوجبوا علی الام ارضاعه

(۸۲۳) ماں کے اوپر بچے کا دودہ پلانا واجب نہین

وان لم تکن شریفۃ وقال مالک تجبر الام علی ارضاع الولد اذا لم تکن شریفۃ لانها لو لم تجبر علی الارضاع لتضرر الولد واما الشریفۃ فتتضرر بالجبر علی الارضاع اکثر من تضرر الولد فلا تجبر ولنا قوله تعالی لا تضار والدۃ بولدها وفی اجبارها علی الارضاع اضرار بها فلا تجبر مطلقا واما ضرر الولد فیندفع بارضاع الظئر الا ان تتعین الام بالارضاع بان لا یرضع الصبی غیرها او لا یوجد مرضعۃ غیرها فتجبر علیها صیانۃ للولد وکذا تجبر اذا کان الاب معسرا ولم یکن للولد مال ویجعل الاجرۃ دینا علیه کنفقته۔

ہو اگرچہ وہ گھٹیا قوم سے کہ عورت ہو اور امام مالک فرماتے ہین اگر بیوی نا اینخاندان کی ہو تو مجبوراً اسکو دودھ پلانا پڑیگا اسواسطے کہ اگر دودھ پلانے کے لیے اس پر جبر نہ کیا جائیگا تو بچے کو تکلیف ہوگی اور اگر عالیخاندان کی عورت ہی تو جسقدر دودھ پلانے پر جبر کرنے سے اسکو تکلیف ہوگی اسقدر بچے کو اسکے دودھ نپلانے سے نہوگی اسواسطے کہ دوسری عورت اسکو دودھ پلاسکتی ہی لہذا اسپر جبر نہ کیا جائیگا ہماری دلیل یہ ہی کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہی لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا یعنی تکلیف نہ دیجائے مان اپنے بچے کے سبب سے اسکو دودھ پلانے کے لیے مجبور کرنے مین تکلیف ہوگی لہذا مطلقاً اسپر جبر نہ کیا جائیگا خواہ کیسی ہی عورت ہو اور بچے کی تکلیف دائی کے دودھ پلانے سے جاتی رہیگی مگر جس وقت مین سوائے مان کے وہ بچہ کسیکا دودھ نہ پیئے یا کوئی دائی نہ ملے تو بچے کی حفاظت کیلیے دودھ پلانے پر وہ مجبور کیجائیگی علے ہذا القیاس جسوقت مین خاوند تنگدست ہو اور اس بچے کا بھی کچھ

(۸۲۴) ویستاجر الاب لان الاجرۃ علیه من ترضعه عندها ای عند الام اذا ارادت ذلک لان الحضانۃ لها۔

(۸۲۴) باپ کو اس دائی کا نوکر رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اجرت اسیکو دینی پڑیگی اور اگر مان چاہے تو خاوند کو ایسی عورت نوکر رکھنی چاہیے جو ان کے پاس دودھ پلایا کرے اسواسطے کہ حضانت یعنے پرورش اسیکا حق ہے۔

(۸۲۵) ولا یجوز استیجار زوجته او معتدته لارضاع ولده منها ای من زوجته او معتدته وقال الشافعی یجوز۔

(۸۲۵) ہمارے نزدیک خاوند کو اپنی اولاد کے دودھ پلانے کے لیے اپنی بیوی کو یا معتدہ کو جس سے یہ اولاد پیدا ہوئی ہو نوکر رکھنا درست نہین ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہین درست ہے۔

(۸۲۶) قید بقوله منها لان ولده لو کان من غیرها یجوز استیجارها اتفاقا۔

(۸۲۶) یہ قید کہ یہ اولاد اسی بیوی یا معتدہ سے ہی ہو اسواسطے لگائی ہے کہ اگر یہ اولاد دوسری بیوی سے ہی تو بالاتفاق نوکر رکھنا درست ہے۔

۸۲۷، لو ان ارضاعها لما لم تجب علیها صارت کالاجنبیة فجاز استیجارها۔

۸۲۷، امام شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ اُسکے ذمہ پر اولاد کو دودھ پلانا واجب نہین ہے تو وہ بمنزلہ اجنبیہ کے ہے لہذا اُسکا نوکر رکھنا جائز ہے۔

۸۲۸، ولنا ان عقد النکاح لاقامة مصالح البیت ومن جملتها ارضاع ولدها الا انها لم تجبر علیه لاحتمال عجزها عنه فاذا اقدمت علیه بالاجر ظهرت قدرتها فتعین ان الفعل واجب علیها فلا یجوز استیجارها لان الاستیجار علی فعل واجب غیر جائز کاستیجار المولی عبده وکذا معتدته عن رجعی لان النکاح قائم واما معتدته عن بائن فکذا فی روایة لان بقاء بعض احکام النکاح فی المبانة کوجوب النفقة وعدم جواز دفع زکوته الیها کبقاء النکاح وفی روایة جاز لالتحاقها بالاجنبیات

۸۲۸، ہماری دلیل یہ ہے کہ نکاح گھر کے کام درست کرنیکے لیے مقرر کیا گیا ہے از انجملہ اولاد کو دودھ پلانا بھی ہے مگر اسواسطے کہ شاید عورت کسیوجہ سے دودھ نہ پلا سکے اُسکو مجبور نہین کیا گیا اور جب اجرت پر دودھ پلانے کے لیے راضی ہوگئی تو معلوم ہوگیا کہ وہ دودھ پلا سکتی ہے اس سے ظاہر ہوگیا کہ اُسکے اوپر دودھ پلانا واجب ہے لہذا اُسکو نوکر رکھنا جائز نہین ہے اسواسطے کہ جو کام کرنا جس پر واجب ہے اُسپر اُسکو نوکر رکھنا جائز نہین ہے جیسے مولی اپنے غلام کو نوکر رکھے۔ اور معتدہ رجعی کا بھی یہی حال ہے اسواسطے کہ نکاح اُسمین قائم ہے اور موافق ایک روایت کے معتدہ بائن کا بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ معتدہ بائن کے لیے بعض احکام نکاح کا باقی رہنا مثل نفقہ کے اور عدم جواز دفع زکوۃ کی اُسکیطرف ایسا ہی ہے جیسا کہ نکاح کا باقی رہنا اور ایک روایت کے موافق اُسکو نوکر رکھنا جائز ہے اسواسطے کہ وہ اجنبیات کے ساتھ ملحق ہوگئی — متن: اور عدت گذر جانے کے بعد اُسکو نوکر رکھنا جائز ہے

۸۲۹، فاذا انقضت عدتها جاز استیجارها۔

۸۲۹، معتدہ کی عدت گذر جانے کے بعد اُسکو نوکر رکھنا جائز ہے۔

۸۳۰، وتقدم الام علی الاجنبیة لانها اشفق الا ان تطلب زیادة اجرة علی اجرة غیرها من المرضعة فتقدم غیرها علی الام لئلا یتضرر الاب۔

۸۳۰، نوکر رکھنے کے اندر اُس بچے کی ماں کو غیر عورتون پر تقدم ہے بسبب اُسکی شفقت کی مگر جس صورت مین وہ زیادہ نوکری مانگے تو غیر عورت کو جو کم نوکری پر راضی ہو ماں کے اوپر تقدم ہے تاکہ باپ کو نقصان نہ پہونچے

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

۸۳۱، وتجب علی الولد وحده لاصله

۸۳۱، ماں باپ اور جو ان سے اوپر ہین سب کا نفقہ

الفقراء ای لا یشارک الولد احد فی نفقة اصوله قیل یجب علی الولد الذکر والانثی علی قدر میراثهما لقوله تعالی علی الوارث مثل ذلک وقیل علی السواء لاستوائهما فی العلة وهذا هو المختار	بشرطیکہ یہ محتاج ہون فقط اولاد ہی پر واجب ہو اپنے ماں باپ وغیرہ کے اوپر نفقہ کرنے مین اولاد کے ساتھ کوئی رشتہ دار شریک نہو گا۔ بعض کا قول ہے کہ لڑکا اور لڑکی بقدر میراث کے نفقہ دینا پڑیگا یعنی لڑکا لڑکی سے دو چند نفقہ دیگا جسطرح دو چند ورثہ لیتا ہے بقولہ تعالی وعلی الوارث مثل ذلک یعنی اور وارث پر اسیکے مانند ہے اور بعض کہتے ہین دونون کو برابر نفقہ دینا پڑیگا اسواسطے
۸۳۲، مع مخالفة الدین قید الاصول بالفقر لان نفقة الاغنیاء واجبة فی مالهم۔	۸۳۲، اگر ماں باپ اور اولاد کے دین مین مخالفت ہو تب بھی اولاد کے اوپر نفقہ واجب ہے اور انکے محتاج ہونے کی اسواسطے قید لگائی کہ اغنیا کا نفقہ انکے مال مین واجب ہوا کرتا ہے۔
۸۳۳، وللاب بیع عروضه ای جاز له بیع عروض ولده عند ابی حنیفة	۸۳۳، اگر بیٹا موجود نہو تو باپ کو اسکی غیبوبت مین اپنے نفقہ کے لیے امام صاحب رح کے نزدیک اسکے عروض کو بیع کر ڈالنا جائز ہے۔
۸۳۴، العروض هی الامتعة التی لا یدخلها کیل ولا وزن ولا یکون حیوانا ولا عقارا کذا فی الصحاح والمراد منها هنا جمیع المنقولات	۸۳۴، عروض وہ چیزین ہین جو ناپنے یا تولنے مین نہین آتین اور نہ وہ حیوان ہون نہ کوئی جائداد ہو کذا فی الصحاح اور یہان پر سب منقولات مراد ہین۔
وهو ای والحال ان ولده غائب فیها	÷ ÷
۸۳۵، فی هنا بمعنی عن یعنی لاجل نفقة۔	۸۳۵، غائب فیها کے اندر فی بمعنی عن کے ہے یعنی نفقہ کے لیے۔
۸۳۶، وقالا لا یجوز۔	۸۳۶، صاحبین رہ کے نزدیک بیٹے کی غیبت مین باپ کو اسکے
۸۳۷، قید بالاب لان بیع غیره لا یصح اتفاقا ولکن الام یملک الام بیع عروض ولده فی ظاهر الروایة وما ذکر فی الاقضیة من جواز بیع الابوین فتاویله ان الاب هو الذی یبیع لکن لمنفعتها اضاف البیع الیهما وقید	۸۳۷، باپ کی اسواسطے قید لگائی ہے کہ کسی اور کا فروخت کرنا بالاتفاق نادرست ہے بلکہ ماں بھی ظاہر روایت کے موافق اپنے بیٹے کے اسباب کو اسکی غیبت مین ہی نہین فروخت کر سکتی ہے اور اقضیہ کے اندر جو ابوین کے بیع کو جائز بیان کیا گیا ہے تو اسکی تاویل یہ ہے کہ فروخت کرنیوالا تو باپ ہی ہو گا مگر چونکہ دونون کے نفع کے لیے ہو گا اسواسطے دونون کی

حاشیہ: کیونکہ علت دونون کے اندر ... برابر ہے۔

حاشیہ: مراد اس کا عروض سے کل اسباب منقولہ غیر منقولہ۔

بالبیع لان استیفاء نفقته من ماله جائز اتفاقا وقید بقوله وهو غائب لان الولد اذا کان حاضرا لایجوز بیع عروضه اتفاقا وقید بقوله فیها لان بیع عروض ولده لسائر دیونه لایجوز اتفاقا۔

(۸۳۸) اقول الضمیر فی عروضه راجع الی الولد السابق وهو کان شاملا للصغیر والکبیر فیفهم منه ان بیع عروض الولد الصغیر مختلف فیه ایضا ولیس کذلک لان المفهوم من الهدایة والمنظومة ان الخلاف فی بیع عروض الولد الکبار واما بیع عروض الولد الصغار فجائز اتفاقا ولو قال وللاب بیع عروض ولده الکبیر لکان اولی۔

(۸۳۹) لهما ان ولایة الاب انقطعت عن ولده بالبلوغ فلا یملک بیع عروضه کما لا یملک حال حضرته وهذا هو القیاس وله ان الولایة وان زالت لکن بقی اثرها ولهذا صح منه الاستیلاد فی جاریة ولده الکبیر والعین تخشی علیها الهلاک وحفظ ثمنها ایسر فیجوز له بیعه للحفظ فاذا باعها فصار ثمنها من جنس حقها فله الاستیفاء منه

طرف نسبت کردی ہو اور بیع کی قید اسواسطے لگائی ہو کہ بیٹے کے مال کو اُسکے غیبت مین اپنے خرچ مین کرنا توبالاتفاق درست ہی اور یہ قید کہ بیٹا موجود نہو اسواسطے لگائی ہو کہ بیٹے کے ہوتے ہوے اُسکے اسباب کی بیع کرنا بالاتفاق درست نہین ہی اور یہ قید کہ نفقہ کے لیئے فروخت کرے اسلیے لگائی ہو کہ اور باقی دیون کے لیئے اسکے اسباب کا فروخت کرنا بالاتفاق

(۸۳۸) مین کہتا ہون عروضہ کی ضمیر ولد کی طرف جو پہلے مذکور ہوا ہی راجع ہی اور وہ بالغ اور نابالغ سب کو شامل ہی پس اس سے سمجھا جاتا ہی کہ صغیر اولاد کے اسباب فروخت کرنے مین بھی اختلاف ہی حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ ہدایہ اور منظومہ سے یہ بات سمجھی جاتی ہی کہ بالغ اولاد کے اسباب کی بیع کرنے مین اختلاف ہے اور نابالغ کے اسباب کی بیع کرنا باپ کو بالاتفاق درست ہی لہذا اگر مصنف علیہ الرحمہ یہ کہتا کہ باپ کو بڑی اولاد کے اسباب بفروخت کرنیکا استحقاق حاصل ہی تو بہتر ہوتا۔

(۸۳۹) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ بالغ ہوجانیکے بعد باپ کو اولاد کے اوپر ولایت باقی نہین رہتی لہذا باپ بیع نہین کرسکتا جسطرح اُسکی موجودگی مین بیع نہین کرسکتا وہذا ہو القیاس اور امام صاحب رح کی یہ دلیل ہی کہ اگرچہ ولایت جاتی رہی ہی مگر اُسکا اثر ہنوز باقی ہی ولہذا جوان بیٹے کی باندی کو باپ ام ولد بنا سکتا ہی اور بعضی چیزون کے خود باقی رکھنے مین اُنکے ضائع ہوجانیکا اندیشہ ہوتا ہی مگر انکے ثمن کا حفاظت سے رکھنا آسان ہی لہذا حفاظت کے لحاظ سے اُس اسباب کی بیع درست ہی اور جب بیع کردے تو اب اُسکا ثمن باپ کے کام کا ہوگیا لہذا اُس سے اپنا نفقہ لیسکتا ہی۔

(۸۴۰) ويمنع من عقاره اى لا يجوز بيع عقار ولده لنفقته اتفاقًا والتسامح السابق وارد فيه لان الممنوع بيع عقار ولده الكبير واما بيع عقار ولده الصغير فجائز لكمال ولايته عليه

(۸۴۰) باپ کو اپنی نفقہ کے لئے بیٹے کی جایداد کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے اتفاقًا۔ اور پہلے جو اعتراض تسامح یہان بھی وارد ہے اسواسطے کہ بالغ اولاد کے جایداد کا فروخت کرنا جائز نہین ہے مگر نابالغ کے جایداد کو فروخت کرسکتا ہے اسلئے کہ باپ کو اپنی نابالغ اولاد پر ولایت کاملہ حاصل ہوتی ہے۔

(۸۴۱) فان كان ماله اى مال الغائب فى يد ابويه لم يضمنا بانفاقه لانهما استوفيا منه ما هو حقهما او فى يد اجنبى فانفق عليهما اى على ابوى الغائب من ماله بغير اذن الحاكم ضمن لانه تصرف فى مال غيره بلا ولاية عليه فلا يرجع بما ضمنه عليهما لانه ملك ما دفعه بالضمان فصار متبرعا بما دفعه ولا رجوع للمتبرع واذا انفق باذن الحاكم فلا ضمان لان للحاكم ولاية عامة

(۸۴۱) اگر ایک شخص غائب کا مال اوسکی مان باپ کے پاس ہے اور اونہون نے اپنی نفقہ مین اوسکو خرچ کرڈالا تو اوسکی خرچ کرنے سے اونکو ضمان نہ دینا پڑیگا کیونکہ اونہون نے اپنا حق لیلیا ہے اور اگر وہ مال ایک غیر آدمی کے پاس تھا اور اوس نے بلاحکم قاضی کے اوس مال کو اوس شخص کے مان باپ کی نفقہ مین خرچ کردیا تو اوسکو ضمان دینا پڑیگا اسواسطے کہ اس نے دوسرے کے مال مین بدون ولایت کے تصرف کیا ہے اور ضمان دینے کے بعد مان باپ سے اوسکا مطالبہ یہ اجنبی شخص نہ کرسکیگا اسواسطے کہ ضمان کے واجب ہونے کے سبب سے اس مال مین اوسکا تصرف مالکانہ طور پر ہوگا تو جو کچھ اوس نے اون دونون کو دیا ہے وہ اپنی طرف سے بطور ...

(۸۴۲) وفى النوادر اذا لم يكن فى مكان يمكن استطلاع راى القاضى لا يضمن استحسانا وعلى هذا لومات بعض الرفقة فى السفر فباعوا قماشه وجهزوه بثمنه او اغمى عليه فانفقوا عليه من ماله لم يضمنوا۔

(۸۴۲) نوادر مین مذکور ہے اگر ایسے مقام پر ہے کہ قاضی کو اطلاع دینا ناممکن ہے اور بلا اطلاع قاضی کے اوس نے مال کو اونکی نفقہ مین دیدیا تو استحسانا اوسپر ضمان نہ لازم ہوگا علی ہذا القیاس اگر سفر کے اندر ایک ساتھی مرگیا اور باقی ساتھ والون نے اسکا اسباب فروخت کرکے اوسکی کفن دفن مین خرچ کردیا یا وہ بیہوش ہوگیا اور ساتھیون نے اوسکی دوا دارو میں اوسکا مال خرچ کردیا تو اونپر ضمان نہ آئیگا

(۸۴۳) واذا مضت مدة بعد القضاء لهم اى الولد والوالدين ولذوى

(۸۴۳) اگر قاضی نے باپ اور اولاد کیلئے یا اولاد کے واسطے مان باپ اور ذوی الارحام کیلئے نفقہ کا حکم دیدیا اور ایک مدت

الارحام بها ای بالنفقة وهو متعلق بالقضاء سقطت نفقتهم لانها وجبت کفایة لحاجتهم ولهذا لا یجب الا للمعسر وانسد فم حاجتهم بالاکل من الناس وقد حصلت الکفایة بمضی المدة فتسقط النفقة بخلاف نفقة الزوجة حیث لا تسقط بعد القضاء بمضی المدة لانها تجب لکونها محتبسة فی منزل الزوج ولهذا تجب مع یسارها

(۸۴۴) وفی الذخیرة نفقة مادون الشهر لا تسقط لانه لو سقطت بالمدة الیسیرة لما امکنهم استیفاؤها فقدر والفاصل بالشهر۔

(۸۴۵) وفی الحاوی نفقة الصغیر یصیر دینا بالقضاء دون غیره۔

(۸۴۶) ولو ضاعت نفقة او کسوة مقدرة للمرأة لا تجب نفقة اخری لعدم اعتبار الحاجة فی حقها ولهذا یستحق المرأة النفقة مع الغنی ولو ضاع نفقة الاقارب قبل مضی الوقت تفرض لهم نفقة اخری لتحقق حاجتهم ولهذا لا یستحق النفقة مع الغنی کذا فی التبیین۔

(۸۴۷) الا ان یؤذن لهم فی الاستدانة ولا تسقط لان اذن القاضی فی الاستدانة

گذر گئی اور ان لوگوں نے نفقہ نہیں دیا تو اس گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ نفقہ اونکی حاجت کی دفعہ کرنیکے لئے مقرر ہوا ہے ولہذا ان لوگوں کے آسودہ حال ہوجانیسے یا لوگوں سے سوال کرکر کے گذارا کرنے سے واجب نہیں رہتا اور جو مدت گذر چکی اوس مدت کے حاجت دفع ہوگئی لہذا نفقہ ساقط ہوجائیگا بخلاف زوجہ کے کہ وہ مدت کے گذر جانیسے نہیں ساقط ہوتا اسواسطے کہ اوسکا نفقہ خاوند کے گھر میں رہنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے ولہذا باوجود عورت کے آسودہ حال ہونیکی خاوند پر اوسکا نفقہ واجب ہوتا ہے۔

(۸۴۴) ذخیرہ میں مذکور ہے اگر ایک مہینے سے کم مدت گذری ہے تو اس مدت کا نفقہ نہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ اگر تھوڑی ہی مدت میں نفقہ ساقط کردیا جایا کرے تو اون نفقہ والوں کو اپنا نفقہ وصول کرنے میں بہت دشواری پڑے لہذا اوس مدت کا جس میں نفقہ ساقط ہو جاوے ایک مہینے کی مقدار مقرر کیا گیا ہے

(۸۴۵) حاوی میں مذکور ہے صغیر اولاد کا نفقہ تو قاضی کے حکم دینے سے باپ کے اوپر دین ہوجاتا ہے اور اوسکی سوا دین نہیں ہوتا۔

(۸۴۶) اگر عورت کے پاس سے اوسکا نفقہ یا کپڑا جو اوسکا مقرر تھا ضائع ہوجاوے تو خاوند کو اور نہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ عورت کے نفقہ دینے میں اوسکی حاجت کا لحاظ نہیں کیا گیا اور لہذا عورت کیلئے آسودہ حال ہونیکی صورتمین بھی نفقہ واجب ہوتا ہے اور اگر اقارب کے پاس سے جو ایک مدت خاص تک اونکو نفقہ دیا گیا تھا اوس مدت کی تمام ہونیسے پہلے ضائع ہوگیا تو اونکو اور نفقہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ اسکی تلف ہوجانیسے پھر وہ محتاج ہوگئے ولہذا اقارب کا نفقہ اونکی غنی ہونیکی صورتمین نہیں واجب ہوتا یعنی اونکی نفقہ میں حاجت کا لحاظ ہے کذا فی التبیین

(۸۴۷) اگر قاضی نے ان لوگوں کو جنکا نفقہ ایک غائب پر واجب تھا حکم دیدیا تھا کہ قرض لیلیکر اپنا خرچ چلائیں اور اونہوں نے

كاذن الغائب فيصير دينا في ذمة

(٨٤٨) وتوجبها لكل ذي رحم محرم مسلم فقير مع صغر او انوثة او زمانة او اعمى على قدر الميراث وقال الشافعي لا تجب نفقتهم۔

(٨٤٩) قيد بالمحرم لان نفقة غير المحرم لا تجب اتفاقا وقيد بالمسلم لان نفقة مخالف الدين منهم لا تجب اتفاقا وقيد بان يكون مع فقره متصفا باحدى الاوصاف الباقية اشارة الى انه انما يستحق النفقة اذا كان عاجزا عن الكسب لانه لو كان قادرا عليه لا تجب نفقته اتفاقا وبهذا قالوا اذا كان طالب العلم غير مهتد الى الكسب فنفقته على الاب وان كان صحيحا۔

(٨٥٠) اعلم ان هذه الاوصاف انما يعتبر في غير الوالدين لان في نفقتهما يعتبر الفقر في ظاهر الرواية حتى لو كانا فقيرين قادرين على الكسب يجبر الابن على انفاقهما ترجيحا لهما على سائر المحارم كذا في الذخيرة۔

(٨٥١) له ان ذوي الارحام لا جزئية بينهم فلا يجب نفقة بعضهم على بعض

ایک مدت تلک ایسا ہی کیا تو یہ نفقہ مدت گذرنیسے غائب کے ذمہ سے

(٨٤٨) ہمارے نزدیک ہر ذو رحم محرم کا بشرطیکہ مسلمان ور محتاج ہو اور باوجود اسکے ان وصاف مین سے کوئی وصف اوسمین پایا جاوے کہ یا تو صغیر ہو یا عورت ہو یا دست و پا سے مجبور ہو یا نابینا ہو اوسکا نفقہ بقدر میراث کے واجب ہوتا ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ انکا نفقہ واجب نہین ہے۔

(٨٤٩) محرم کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ غیر محرم کا نفقہ بالاتفاق واجب نہین ہے اور مسلمان کے قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر دین مین مخالف ہے تو واجب نہین ہے بالاتفاق اور یہ قید کہ باوجود محتاج ہونے کے ان اوصاف مین سے کسی وصف کے ساتھ موصوف ہو اسواسطے لگائی ہے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ اوس وقت مین نفقہ واجب ہوگا کہ جب وہ کمائی سے عاجز ہو اسواسطے کہ اگر وہ کما سکتا ہے تو بالاتفاق اوسکا نفقہ واجب نہین ہے ولہذا مختار کا قول ہے کہ اگر ایک شخص طالب العلم ہے اور کمانیکے اوسکو فرصت نہین ہے تو اوسکا نفقہ باپ کے اوپر واجب ہے اگرچہ وہ تندرست ہے۔

(٨٥٠) جاننا چاہئے کہ ان اوصاف کا اعتبار والدین مین نہین ہے اسواسطے کہ اونکی نفقہ کے واجب ہونے مین ظاہر روایت کی موافق صرف محتاج ہونیکا اعتبار ہے حتی کہ اگر ماں باپ محتاج ہین مگر کما سکتے ہین تب بھی بیٹے کو اونکی نفقہ کے دینے مین مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ تمام اقارب میں ماں باپ کو ترجیح ہے کذا فی الذخیرہ۔

(٨٥١) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ ذوی الارحام کے اندر جزئیت کا علاقہ نہین پایا جاتا لہذا بعض کا نفقہ بعض پر

کبنی الاعمام ولنا قراءة ابن مسعود وعلى الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلك وقراءته كروايته وفي لفظ الوارث اشارة الى ان النفقة على مقدار الميراث كما لو كان لمعسر اخ لاب وام واخ لام فسدس نفقته يكون على الاخ لام وباقيها على الاخ لاب وام واهلية الارث فيها كافية حتى لو كان له خال وابن عم فنفقته على خاله لكونه ذا رحم محرم مع ان الميراث لابن العم ولو استويا في المحرمية واهلية الارث يترجح الوارث حقيقة حتى اذا كان له عم وخال فالنفقة على العم۔

(۸۵۲) وينفق الاب على ابنه الزمن وبنته البالغة الثلثين والام اي ينفق الام الثلث لان ميراثهما على هذا المقدار وهذه رواية الخصاف وفي ظاهر الرواية النفقة كلها على الاب لان في مؤنة رضاع ولده لا يشاركه احد فكذا في النفقة

(۸۵۳) وفي المحيط يحبس الاب في نفقة ولده لان في الامتناع من انفاقه اتلاف النفس ولا يحبس في سائر ديون الولد لان فيه ايذاء

واجب ہوگا جیسے چچا اُن کی اولاد اور ہماری دلیل حضرت ابن مسعودؓ کی قراءت ہے کہ وہ یوں پڑھتے ہیں وعلی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلک یعنی اور ذو رحم محرم وارث پر اسکی مانند ہے اور اونکی قراءت ایسی ہے جیسے اونکی روایت ہوتی اور وارث کے لفظ میں اسبات کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ نفقہ میراث کے قدر پر ہوتا ہے مثلاً ایک محتاج شخص کا ایک حقیقی بھائی ہو اور ایک اخیافی تو چھٹا حصہ نفقہ کا اخ اخیافی پر ہوگا اور باقی حقیقی بھائی پر اور محرم کے اندر وارث کی اہلیت کافی ہے حتیٰ کہ اگر ایک شخص کے ایک ماموں اور ایک چچا کا بیٹا ہے تو اوسکا نفقہ ماموں پر ہوگا کیونکہ وہ ذو رحم محرم ہے باوجودیکہ ورثہ چچا کے بیٹے کو ملیگا اور اگر محرمیت اور اہلیت ارث میں دونوں برابر ہیں تو وہ ترجیح پائیگا جو حقیقۃً وارث ہے اوسپر نفقہ واجب ہوگا حتیٰ کہ اگر ایک شخص کا ایک ماموں اور ایک چچا ہے تو نفقہ چچا کے اوپر ہے۔

(۸۵۲) جو بیٹا لولا لنگڑا ہے یا بیٹی بالغہ ہے تو باپ کو دو ثلث اور ماں کو ایک ثلث نفقہ دینا پڑتا ہے اسواسطے کہ اسیطرح سے ماں باپ کو اولاد کا ورثہ ملتا ہے اور یہ خصاف کی روایت ہے اور ظاہر روایت کی موافق سب نفقہ باپ کے اوپر ہے اسواسطے کہ اولاد کا دودھ پلوانا صرف باپ ہی کے اوپر ہوتا ہے اور دوسرا اوسکا شریک نہیں لہذا نفقہ بھی صرف اوسیکے اوپر ہوگا۔

(۸۵۳) محیط میں مذکور ہے اولاد کے نفقہ میں باپ کو قید کر لیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکے نفقہ نہ دینے میں اولاد کا ہلاک کرنا ہے اور باقی اولاد کے اور دیون میں باپ کو قید نہیں کر سکتے اسواسطے کہ اس میں باپ کو

الاب۔

ایذاء کا ہو جاتا ہے۔

(۸۵۴) ولا یجب علی الفقیر نفقۃ اقاربہ قید نا بہا لان نفقۃ الزوجۃ والولد الصغیر واجبۃ مع الفقر حتی لو کان عاجزا عن الکسب لکونہ مقعدا یتکفف الناس وینفق علی ولدہ وزوجتہ وبعض المشائخ قالوا نفقتہم فی ہذہ الصورۃ فی بیت المال۔

(۸۵۴) محتاج آدمی پر اپنی اقارب کا نفقہ واجب نہیں ہے مگر بیوی اور صغیر اولاد کا نفقہ او سکے اوپر بھی واجب ہو یہان تک کہ اگر وہ کمانے سے بھی مجبور ہے اور روست و پاسے بیکار ہے تب بھی او سپر لازم ہے کہ لوگون سے بھیک مانگ کر بیوی اور اپنی چھوٹی بچون کو کھلاوی اور بعض مشائخ کا قول ہی کہ اس صورتمین اونکا نفقہ بیت المال سے مقرر کیا جائیگا۔

(۸۵۵) فیشترط ابو یوسف لیسارہ ملک نصاب یحرم ای ذلک النصاب علی مالکہ الصدقۃ وہو مقدار نصاب فاضل عن الحوائج الاصلیۃ بلا شرط نماء تقدم بیانہ فی فصل مصارف الزکوۃ ویفتی بہ ای بقول ابی یوسف۔

(۸۵۵) امام ابو یوسف رح کی نزدیک آسودہ حال وہ شخص کہلایا جائیگا جو نصاب کا مالک ہے اور اوسکو صدقہ کا لینا حرام ہے یعنی حوائج اصلیہ کے سوا اگر بچے بعدہ وہ شخص نصاب کا مالک ہو اور اوس مال مین یہ شرط نہین ہے کہ اوس مین نما یعنے بڑہاؤ بھی پایا جائے مصارف زکوۃ مین اسکا بیان ہو چکا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے۔

(۸۵۶) وقدرہ محمد لیسار من یجب علیہ نفقۃ اقاربہ بالفاضل عن نفسہ وعیالہ شہرا او من کسبہ ای فی روایۃ عن محمد انہ مقدر بالفاضل عن کسبہ کل یوم حتی اذا اکتسب درہما کل یوم وکفاہ ثلثاہ یجب صرف ثلثہ الی قریبہ۔

(۸۵۶) امام محمد رح کی نزدیک نفقہ دینے کے لئے آسودہ حال اوس شخص کو کہا جائیگا کہ اپنے اور اہل و عیال کے ایک مہینے کا خرچ ہے اوسکے پاس کچھ بچ رہی اور بموافق ایک روایت کی امام محمد رح سے یہ ہو کہ ہر روز اوسکی خرچ سے اوسکی کمائی مین سے کچھ بچ رہی وہ شخص آسودہ حال سمجھا جائیگا۔ مثلا ایک شخص ہر روز ایک درہم کما لیتا ہے اور درہم کی دو تہائی ہر روز اوسکا صرف ہے تو ایک تہائی اوسکو اقارب کے نفقہ مین دینی پڑیگی۔

(۸۵۷) وینفق المولی علی عبدہ وامتہ فان امتنع المولی عن انفاقہما ولہما

(۸۵۷) غلام اور باندی کا نفقہ مولی کے اوپر ہے اور اگر مولی اونکو نفقہ نہ دیوے اور وہ دونون کمائی کر سکتی ہو

كسب انفقا منه نظرا للمولى وابقاء لملكه والا اى ان لم يكن لهما كسب لكونهما معلولين اجبر المولى على بيعهما وكذا الحكم فى سائر الحيوانات عند ابى يوسف وامانى ظاهر الرواية فلا يجبر مالكها على انفاقها ولا الى بيعها لان اجبار القاضى نوع قضاء ولا بد له من مقضى له هو من اهل الاستحقاق والدابة ليست من اهل الاستحقاق هذا اذا لم يكن الدابة مشتركة فان كانت فالقاضى يجبر الشريك الممتنع عن انفاقها على بيع نصيبه رعاية لجانب الشريك الاخر لانه من اهل الاستحقاق كذا فى المحيط۔

تو کمائی کرکے وہ اپنے نفقہ میں خرچ کریں اس میں مولی کی بھلائی بھی ہے اور مملوک کی بھی بھلائی ہے کہ وہ ہلاک بھی نہونگے اور مملوک رہینگے اور اگر غلام اور باندی کمائی نہیں کرسکتی ہیں اور کسی وجہ سے معذور ہیں مثلاً بیمار یا دست و پا سے بیکار ہیں تو مولی کو انکی فروخت کردینے پر مجبور کیا جائیگا امام ابو یوسف رح کی نزدیک حیوانات کا بھی یہی حکم ہے مگر ظاہر روایت کے موافق حیوانات کے اندر مالک کو انکی کھلانے پینے پر مجبور نکیا جائیگا اور نہ انکی فروخت کرنے پر اسواسطے کہ قاضی کا مجبور کرنا ایک قسم کا حکم ہے اور اسکے لئے محکوم لہ کا ہونا ضروری ہے اور محکوم لہ اہل استحقاق میں سے ہوتا ہے اور حیوانات اہل استحقاق نہیں ہیں مگر یہ جب ہے کہ وہ حیوان مشترک نہو اور اگر مشترک ہو تو اوس شریک کو جو نفقہ نہیں دیتا ہے قاضی اوسکے حصہ کے فروخت کرنے پر مجبور کریگا دوسرے شریک کے حصہ کا لحاظ کرکے کہ وہ اہل استحقاق سے ہے۔ کذا فے المحیط۔

فصل فى الحضانة وهى تربية الولد

فصل حضانت یعنی اولاد کی پرورش کے بیان مین

(۸۵۸) وتقدم الام على الاب فى الحضانة لما روى ان عمر رضى الله عنه طلق زوجته فتنازعا الى ابى بكر رضى الله عنه فقال ريقها خير له من عسل عندك يا عمر۔

(۸۵۸) حضانت کی اندر ماں کو باپ سے اوپر تقدم ہے اسکی دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اور وہ دونوں حضرت ابوبکر رض کے پاس مقدمہ لیکر پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رض سے فرمایا اے عمر آپ کے پاس کے شہد سے اوسکی ماں کے منہ کا تھوک اوسکے لئے اچھا ہو۔

(۸۵۹) ان طلبت قيد به لانها لو لم تطلب الحضانة لا تجبر عليها لاحتمال

(۸۵۹) ماں کو تقدم جب ہے کہ وہ اوسکے پرورش کرنا چاہے اور اگر وہ نہیں چاہتی ہو تو اس تقدم کا لحاظ کرکے اوسکو پرورش

عجزها عنها۔

کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا ہو سکتا ہے کہ اوسکی امساک کی پرورش کر نہ ہو۔

(۸۶۰) وفی النهایة هذا اذا کانت للولد ذات رحم محرم سوی الام وان لم یکن تجبر الام لان الاجنبیة لاشفقة لها فیفوت الولد۔

(۸۶۰) نہایہ میں مذکور ہے کہ یہ اوس وقت ہے کہ اوس بچے کیلئے ماں کے علاوہ کوئی ذات رحم محرم موجود ہو ورنہ ماں کو پرورش کرنے پر مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ غیر عورت کو اوسپر شفقت نہوگی ور بچا تلف ہو جائیگا۔

(۸۶۱) ثم امها ای ام الام ثم ام الاب وقدمناها ای ام الاب علی الخالة وقال زفر الخالة مقدم علی ام الاب لقوله ع م الخالة ام ولنا انها اصل الولد لتولده منها بواسطة ابنها فتکون اولی من اخت الام وما روا لایدل علی شفقتها لا علی تقدمها۔

(۸۶۱) ماں کے بعد حق تربیت نانی کو ہے اور پہر دادی کو اور دادی کو خالہ پر ہمارے نزدیک تقدم ہے اور امام زفر رح فرماتے ہیں خالہ کو دادی پر تقدم ہے اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ خالہ ماں ہے اور ہماری دلیل دادی کو اوسپر مقدم ہونے کی یہ ہے کہ دادی بچے کا اصل ہے اسواسطے کہ وہ بچہ اسی دادی سے بواسطہ باپ کے پیدا ہوا ہے لہذا خالہ کے اوپر اوسکو تقدم ہوگا اور حدیث سے خالہ کی شفقت مراد ہے اوسکا مقدم ہونا مراد نہین ہے۔

(۸۶۲) ثم الاخت لابوین ای لاب وام لان ذات القرابتین یکون اشفق ثم للام ای الاخت لام ثم للاب ای الاخت ثم الخالات ثم العمات تقدیما لقرابة الام علی قرابة الاب ویترتبن کذلک ای یترتبن کالاخوات فتقدم الخالة لاب وام علی الخالة لام ثم هی علی الخالة لاب وکذلک فی العمات

(۸۶۲) دادی کے بعد حقیقی بہن کو حضانت کا حق ہے اسواسطے کہ اسکو اور بہنوں کے نسبت شفقت زیادہ ہوگی اور پہر اخیافی اور پہر علاتی بہن اور پہر خالائین اور اونکے بعد پہوپیان اس لحاظ سے کہ یہان پر ماں کی قرابت کو باپ کے قرابت پر تقدم ہے اور خالہ اور پہوپی مین بہی ترتیب ہے کہ حقیقی خالہ اور حقیقی پہوپی کو اونپر جو صرف ماں کے رشتہ سے خالہ یا پہوپی ہین تقدم ہے اور اونکو اون پہوپی اور خالہ پر جو صرف باپ کے رشتہ سے ہین۔

(۸۶۳) ویسقط حق الحضانة اذا تزوجت باجنبی لان الصبی یتضرر بالجفاء من زوجها۔

(۸۶۳) اگر بچے کی ماں طلاق کے بعد اجنبی شخص سے نکاح کرلے تو اس بچے کا حق حضانت اوسکی ماں کو نہین رہتا اسلئے کہ اپنی ماں کے دوسرے خاوند سے بچے کو تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہے۔

(۸۶۴) قیدا بالاجنبي لانها لو تزوجت ذا رحم محرم منه لا تسقط لان لقريبه شفقة۔

(۸۶۴) اجنبی کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر اوس نے ذوی الارحام سے کسی محرم کے ساتھ نکاح کر لیا تو حق حضانت باقی رہیگا اسواسطے کہ قریب کو اوسپر شفقت ہوگی۔

(۸۶۵) ویعود حق الحضانة بالطلاق

(۸۶۵) اگر وہ اجنبی طلاق دیدیگا تو اوس عورت کو پھر حق حضانت ہو جائیگا

(۸۶۶) واذا استغنی الغلام ای الصبي عن الخدمة ای خدمة من لها الحضانة بان یأکل ویشرب ویستنجي وحده قیل یسبع یعني استغناؤه مقدر بسبع سنین وعلیه الفتوی او بتسع ای تسع سنین اجبر الاب او الوصي او الولي علی اخذه لانه اقدر علی تأدیبه وتعلیمه۔

(۸۶۶) جب لڑکا دوسرے آدمی کا محتاج نہ رہے اور کہانے پینے لگے اور خود پیشاب پاخانہ اور استنجا کرنے لگے تو باپ یا وصی ہو یا ولی ہو قاضی اوسکو مجبور کریگا کہ اب وہ اس بچے کو لیلے اور اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ وہی خوب طرح سے اوسکی تادیب اور تعلیم کر سکیگا۔ بعض نے اس مدت کا اندازہ کہ لڑکا اوسمین دوسرے کا محتاج نہ رہے سات سال سے کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور بعض نو سال کہتے ہین۔

(۸۶۷) وتمکث الجاریة عند الام والجدة حتی تحیض لان الام اقدر علی تادیبها بآداب النساء وعند غیرهما ای غیر الام والجدة حتی تشتهی والولد ای یمکث ولد المسلم عند الذمیة حتی یخاف ان یألف الکفر ای اذا خیف علیه ان یعقل الادیان ویألف الکفر فالاخذ منها اولی نظرا له۔

(۸۶۷) اگر لڑکی ہے تو اوسوقت تک ماں کے یا نانی کے پاس اوسکو رہنا ضروری ہے کہ جبتک اوسکو حیض آنے لگے اسواسطے کہ یہی اوسکو عورتوں کے آداب اور دستور خوب سکہلا سکین گے اور اگر ماں یا نانی کے علاوہ کسی اور کے پاس رہی تو جبتک وہ جوان ہو اور خواہش کی اوسکو خواہش ہونے لگی اوسوقت تک رہنا چاہیے۔ اور مسلمان کا بچہ ذمیہ عورت کے پاس اوسوقت تک رہ سکتا ہے کہ اوسکی بعد رہنے مین اندیشہ ہو کہ کفر کی باتین سمجھنے لگے اور وہی اچھی نہ معلوم ہونے لگین جب اس بات کا خوف ہو تو فورًا اوس ذمیہ سے لیلینا چاہیے اسمین اوسکے لیے بہلائی ہے۔

(۸۶۸) ولا حق للامة وام الولد فیه ای في حق الحضانة قبل العتق لان الحضانة من الولایة ولیستا باهل لها واذا لم یکن له ای للصبي من اهله

(۸۶۸) باندی یا ام ولد کو حق حضانت نہین ہوتا جبتک کہ وہ آزاد نہو جاوین اسواسطے کہ حضانت ایک طرح کی ولایت ہے اور وہ ولایت کی اہل نہین ہین اگر بچے کی پرورش کیلئے اوسکی رشتہ کے کوئی عورت نہین ہے اور مرد ہے نے

امرأة فاختصم فيه الرجال قدم اقربهم تعصيبا فيقدم الاخ لاب وام على الاخ لاب ويقدم ابنه على ابن الاخ لاب وعلى هذا۔

اوسمین جھگڑا کیا تو جو اونمین سے قریب کا عصبہ ہوگا اوسیکو تقدم ہوگا۔ پس حقیقی بھائی کو علاتی بھائی پر تقدم ہوگا اور اسیطرح حقیقی بھائی کے بیٹے کو علاتی بھائی کے بیٹے پر اور علی ہذا القیاس ـــ

(۸۶۹) وفی الکافی لا یوضع الانثی عند مولی العتاقة ولا عند عصبة غیر محرم ولو لم یکن العصبة المحرم امینا لفسقه یضعها الحاکم عند امرأة امینة وان لم یکن له عصبة یدفع الی الاخ لام ثم الی ولده ثم الی العم ثم الی الخال لاب وام ثم لاب ثم لام لان لهؤلاء ولایة عند ابی حنیفة فی النکاح۔

(۸۶۹) کافی مین مذکور ہے اگر لڑکی ہے تو اوسکو مولی عتاقہ کے پاس نہ رکہا جائیگا اور نہ عصبہ غیر محرم کے پاس رکہا جائیگا اور اگر عصبہ محرم ہے مگر قاضی کو بسبب اوسکے فاسق ہونیکے اوسپر اطمینان نہین ہے تو اوسکو چاہئے کہ ایک عورت کے پاس جو اطمینان کے قابل ہو اوسکو رکھی اور اگر کوئی عصبہ نہین ہے تو اخیافی بھائی کے پاس اور اوسکے بعد اوسکی اولاد کے پاس اور پہر چچا کے پاس اور پہر ماموں کے پاس جو حقیقی ہو اور پہر جو صرف باپ کے رشتہ سے ہو اور پہر جو ماں کے رشتہ سے ہو سلیے کہ ان لوگوں کو امام صاحب رح کی نزدیک ولایت نکاح ہوتی ہے۔

(۸۷۰) ولا یخرج الاب بولده قبل الاستغناء ای استغناء ولده من الحضانة لئلا یبطل حق الام فی حضانته ولا الام ای لا یخرج الام من المصر بولده لئلا یتضرر الاب الا الی وطنها الذی تزوجها فیه۔

(۸۷۰) جبتک بچہ ہوشیار نہ ہوجاوے یعنے خود پیشاب یا پاخانہ اور استنجا وغیرہ نہ کرنے لگے باپ اوسکو سفر میں اپنے ہمراہ ماں سے علیحدہ کرکے نہین لیجا سکتا اسواسطے کہ اسمین ماں کا حق حضانت تلف ہوتا ہے اور نہ ماں اوس بچے کو شہر سے باہر لیجا سکتی ہے تاکہ باپ کو تکلیف نہو مگر ماں کو یہہ استحقاق ہے کہ اپنی وطن کو جہاں خاوند نے اوس سے نکاح کیا ہے اس بچے کو لیجا سکتی ہے۔

(۸۷۱) المفهوم منه ان اخراجها بولده انما یجوز بامرین جمیعا کون المقصد وطنها وکون تزوجها فیه کما اذا تزوج امرأة بالشام فقدم بها الی الکوفة فولدت منه اولادا ووقع الفرقة بینهما

(۸۷۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو باتین پائی جاوینگی اوسوقت ماں اوس بچے کو باہر لیجا سکتی ہے ایک تو یہ کہ اپنے وطن کو لیجائے اور دوسرے وہ وطن بھی ایسا ہو کہ خاوند نے اوس میں اس عورت سے نکاح کیا ہو مثلا ایک شخص نے شام میں ایک عورت سے نکاح کیا اور اوسکو کوفہ میں اپنے ساتھ لایا اور یہاں اوسکی اولاد پیدا ہوئی اور پہر خاوند بیوی میں فرقت ہوگئی اور

وانقضت عدتها فلها ان تخرج
بولدها الى الشام من غير رضاء
الاب حتى لو كان وطنها بالشام
ولم يكن تزوجها فيه اوكان تزوجها
فيه ولم يكن من اهل الشام ليس
لها ان تخرج الى الشام الا دار
الحرب اى ان كان وطنها فى دار
الحرب وقد تزوجها فيها وهى حربية
بعد ان كان مسلما او ذميا
لا تخرج الام بالولد اليه لئلا
يألف الولد الكفر ولو كانا حربيين
فلها ذلك

اوسکی عدت گذر گئی تو وہ عورت بدون خاوند کی رضامندی
کے اوس اولاد کو اپنی وطن یعنے شام مین لیجا سکتی ہی حتے کہ اگر
اوسکا وطن شام ہو مگر اوس سے وہان نکاح نہین کیا ہے
یا نکاح شام مین کیا ہے مگر شام اوسکا وطن نہین ہے تو
دونون تقدیر پر اولاد کو وہان نہین لیجا سکتی ہے مگر
جس صورت مین ایک عورت کا وطن دار الحرب
مین ہے اور خاوند نے مسلمان یا ذمی ہوجانیکے
بعد دار الحرب مین اوس سے نکاح کیا ہے تو وہ عورت
اوسکی اولاد کو دار الحرب مین نہین لیجا سکتی ہے
تا کہ کفر کے باتون سے اوس اولاد کو انس
پیدا نہو جاوے اور اگر دونون حربی ہین
تو لیجا سکتی ہے۔

خاتم الطلاق